تحفہ احناف

بجواب تحفہ اہل حدیث (۳)

مسئلہ طلاق

تصنیف: محمد یحییٰ عارفی حفظہ اللہ

تقدیم: ابوالحسنین مفتی مبشر احمد ربانی

نظرثانی: ابوصہیب محمد داود ارشد

مکتبہ دفاع کتاب وسنت، لاہور

تحفۂ احناف

بجواب تحفۂ اہل حدیث (۳)

مسئلۂ طلاق

تصنیف:
محمد یحییٰ عارفی حفظہ اللہ

تقدیم: ابوالحسنین مفتی مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

نظرثانی: ابوصہیب محمد داود ارشد حفظہ اللہ

مکتبہ دفاعِ کتاب وسنت، لاہور

نام کتاب ———— تحفۂ احناف بجواب تحفۂ اہلحدیث (۲)
مسئلہ طلاق

تألیف ———— محمد یحییٰ عارفی حفظہ اللہ

نظر ثانی ———— ابو صہیب محمد داود ارشد حفظہ اللہ

تقدیم ———— ابو الحسنین مفتی مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

کمپوزنگ ———— عبد القدوس (10333-8242703)

ناشر ———— مکتبہ تحفظ کتاب وسنت پاکستان

ڈسٹری بیوٹر

اسلامی اکادمی الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور (042-7357587)

ملنے کا پتہ

❶ ۔مکتبہ اسلامیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ ❷ ۔کوتوالی روڈ فیصل آباد ❸ ۔ نعمانی کتب خانہ۔ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ ❹ کتاب سرائے۔ الحمد مارکیٹ اردو بازار لاہور۔ ❺ دار الکتب السلفیہ۔ اقراء سنٹر اردو بازار لاہور۔ ❻ مکتبہ قدوسیہ۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور ❼ اسلامک ریسرچ سنٹر۔ خیابان سرسید سیکٹر 2، راولپنڈی، فون (051-483038، 0301-5615881) ❽ فضلی بک سپر مارکیٹ اردو بازار کراچی ❾ فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

فہرست مضامین

احناف کے باہم مختلف فیہ مسائل

تین طلاقیں اور حنفی مذہب

(از قلم حضرت خطیب الہند مولانا محمد صاحب جوناگڑھی رحمہ اللہ)

ادلہ اہل حدیث از قرآن مجید

ادلہ اہل حدیث از احادیث

حدیث رکانہ پر مقلدین کے اعتراضات

مسئلہ طلاق اور مقلدین

احادیث رسول ﷺ اور مقلدین

لعان سے جدائی اور احناف دیو بند

فتاویٰ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

فتاویٰ صحابہ رضی اللہ عنہم

فتاویٰ تابعین و تبع تابعین اور اہل بیت

ائمہ اربعہ کے فیصلے وفتوے

مصنفین صحاح ستہ کے فتوے اور فیصلے

شیعہ اور حنفی

مرزائیت وحنفیت

جھنگوی کے پیش کردہ مسائل

تقریظ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ اَمَّا بَعْد......!

برادر عزیز مناظر اسلام فاضل نوجوان مولانا محمد یحییٰ عارفی حفظہ اللہ کی کتاب ''تحفہ احناف بجواب تحفہ اہل حدیث'' ،حصہ سوم کا خاکسار نے مطالعہ کیا ہے، راقم نے اسے عوام و خواص کے لیے یکساں مفید پایا ہے۔ مؤلف کی محنت شاقہ جہاں قابل داد ہے وہاں ہی ان کی تبحر علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ کتاب کا انداز مناظرانہ ضرور ہے مگر جھنگوی صاحب کے رسالہ کی طرح جدلیاتی نہیں ہے، جس کی وجہ سے کتاب گرما گرم ہونے کے باوجود خالص دعوتی نقطہ نظر کی ترجمان ہے ، بلکہ دردِ دل سے فریق ثانی کو نصیحت کی گئی ہے جھنگوی صاحب کی تلخ سے تلخ بات کا جواب بھی علمی اصولوں سے دیا ہے، یہ الگ بات ہے کہ بقول دیوبندی شیخ الحدیث والتفسیر سرفراز خاں صاحب صفدر جسمانی بیماریوں کی طرح اکثر روحانی بیماروں کو مفید اور میٹھی دوا بھی کڑوی محسوس ہوتی ہے۔ (تقریظ بر تحفہ اہل حدیث: ۱۱۹/۳)

عارفی صاحب کا یہ پہلا تجربہ ہے مگر موصوف کے بیان میں زور اور طرز استدلال واضح اور ٹھوس ہے اور بلا مبالغہ عالمانہ اور محققانہ تنقید کی حامل ہے۔

مجھے امید ہے کہ عارفی صاحب طائفہ منصورہ میں ایک اچھے مصنف کی حیثیت حاصل کریں گے، اللہ تعالیٰ ان کی عمر صحت اور علم میں برکت دے، مجھے ان کی کتاب دیکھ کر ان سے جو امید وابستہ ہے، وہ اللہ کرے پوری ہو۔ اللہ ہم سب کی خطائیں معاف فرمائے اور اپنی مرضیات بجا لانے کی توفیق دے۔ آمین یا الٰہ العالمین

ابو صہیب محمد داؤد ارشد (عفا اللہ عنہ)

تقریظ

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد!

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد یحییٰ عارفی حفظہ اللہ ایک ابھرتی ہوئی علمی شخصیت ہیں اور رئیس المناظرین حضرت العلام حافظ عبد القادر روپڑی رحمہ اللہ کی تیار کردہ جماعت المناظرین کے پرانے اور اہم رکن ہیں جو کہ فن تدریس و مناظرہ میں مہارت تامہ رکھتے ہیں قرآن و حدیث کے دفاع میں کئی ایک مناظرے بھی کر چکے ہیں وہ قرآن و حدیث کے خلاف کسی قسم کی کوئی تقریر یا تحریر برداشت نہیں کرتے۔ (والحمد للہ علی ذلک)

حال ہی مین ایک کتاب بنام تحفہ اہل حدیث (حصہ سوم) جس کے مصنف محمد اسماعیل محمدی ہیں منظر عام پر آئی جس میں مسئلہ طلاق پر گفتگو تھی اور مسئلہ تین طلاق توڑ مروڑ کر اور حقیقت کے خلاف لکھا گیا بلکہ اہل حدیث کی مخالفت میں کذ بیانیوں اور الزام تراشیوں سے کام لیا گیا جو کہ احناف کی پرانی عادت ہے حضرت عارفی صاحب حفظہ اللہ نے اس کو پڑھ کر اس کی مغالطہ آمیزیوں کو طشت از بام کرنے کا عزم مصمم کر لیا اور تحفہ احناف کے نام سے اس کا مسکت جواب دیا جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

جس میں آپ کو مسئلہ طلاق پر حقائق اور قطعی دلائل نظر آئیں گے اور اہل حدیث پر کیے گئے ناروا حملوں، الزام تراشیوں اور بہتانات کا جواب بھی پڑھیں گے۔

اللہ تعالیٰ حضرت عارفی صاحب حفظہ اللہ کی عمر اور علم میں برکت فرمائے تا کہ وہ کما حقہ دین حنیف کی خدمت کر سکیں۔ آمین یا ارحم الراحمین

دعاگو

قاضی عبد الرشید ارشد

مہتمم مدرسہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جہلن ضلع گوجرانوالہ

تقریظ

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الامین و علی آلہ و صحبہ اجمعین و من سار علی سبیلھم الی یوم الدین، اما بعد

حق و باطل کی کشمکش ہمیشہ سے جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گی۔ جب سے حق کی دعوت اٹھی اہل باطل نے اسے دبانے کی سعی لا حاصل سے گریز نہ کیا، اس کے مختلف طریقے اور ہتھکنڈے استعمال کیے بالخصوص اہل حق کو بدنام کرنا اُن کے خلاف جھوٹا پراپیگنڈہ بزعم خود ان کا مضبوط ہتھیار اور انتہائی پسندیدہ مشغلہ رہا ہے۔

خالص علمی و تحقیق مسائل میں سنجیدگی و متانت کے ساتھ دلائل و حقائق پیش کرتے ہوئے اپنے موقف کو راجح ثابت کرنے کے بجائے اہل حق کو بدنام کر کے علمی میدان مارنا چاہتے ہیں حالانکہ ''ایں خیال است و محال است وجنون!''

یوں تو اس طرح کے لوگوں کی کچھ کمی نہیں رہی لیکن ماضی قریب میں دیوبندی مکتبہ فکر کے ''مناظر، وکیل احناف و ترجمان احناف'' امین اوکاڑوی صاحب نے اس لغو و لایعنی اور بودھے انداز کا خوب سہارا لیا اور اس کا بے دریغ استعمال کیا۔ اور قرآن و سنت پر عمل کی دعوت لے کر ملت اسلامیہ کا شعور بیدار کرنے والی، انھیں قرآن و حدیث کے طرف راغب کرنے والی تحریک اہل حدیث کے راہِ حق میں روڑے اٹکانے کی ناکام ترین کوشش کرتے رہے۔

یہی حال اس کے حلقہ احباب، شاگردوں اور متاثرین کا ہے، جن میں کوئی ابو بلال اسماعیل جھنگوی صاحب بھی ہیں۔ موصوف نے اوکاڑوی ہی کا انداز اپناتے ہوئے بلکہ اسی کی باتوں کو معیار کی مزید تنزلی کے ساتھ پیش کرتے ہوئے ''تحفہ اہل حدیث'' کے نام سے تین کتابچے لکھے ہیں۔ موصوف کے انداز تحریر پر تبصرہ تو کافی وقت کا طلبگار ہے۔ نیز یہ کام بحسن وخوبی انجام بھی پا چکا ہے۔ البتہ اتنا ضرور عرض کردوں گا کہ موصوف کی غیر ذمہ داری و بے باکی کا اندازہ اس بات سے لگا لیجیے کہ جو دل میں آئے، اپنے من گھڑت خیال و خانہ ساز بات کو

رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر بیٹھتے ہیں۔ بلکہ جھوٹا حوالہ دینا بھی غالباً عیب نہیں سمجھتے۔

اس کے جواب کی اولیات کا سہرا تو الشیخ المحترم ابوصہیب داود ارشد صاحب حفظہ اللہ کے سر ہے آپ نے اس کا بھرپور تعاقب فرما کر احقاف حق و ابطالِ باطل کا خوب خوب حق ادا کیا، اللہ تعالیٰ انھیں جزاء خیر عطا فرمائے۔ الحمد للہ تادمِ تحریر جھنگوی صاحب اور جمیع پراپیگنڈائی ٹولہ پر اس کے مقابلے میں مکمل سکوت طاری ہے۔

ویسے تو ان کتابچوں مین ایسی باتیں شاذ و نادر ہی ہوں گی کہ جن کا جواب پہلے ہی نہ دیا گیا ہو بہرحال مخصوص پراپیگنڈہ کا جواب دینا بھی اپنی جگہ ایک اہم ضرورت تھی۔ اسی کے پیش نظر محترم شیخ داوٗد شاکر صاحب کے بعد مناظر اسلام الشیخ المحترم محمد یحییٰ عارفی صاحب حفظہ اللہ نے پیش رفت فرمائی۔

اور اس کتاب کے تیسرے حصہ کی جانب توجہ فرمائی جو کہ طلاق سے متعلق ہے۔

اس کے جواب میں مولانا عارفی صاحب نے مہمیز قلم کو جنبش دی اور دلائل و حقائق اور براہین کے دریا بہاتے ہوئے، جھنگوی استدلات کے خس و خاشاک و تارِ عنکبوت کے پرخچے اڑا کر رکھ دیئے۔ نیز ان کے تمام باطل و بے بنیاد اور انتہائی واہیات الزامات کی خوب خوب خبر لی ہے۔ فجزاہ اللہ عنا و من المسلمین

اللہ جانتا ہے کہ یہ ناکارہ خود کو ہرگز اس لائق نہیں سمجھتا کہ محترم عارفی صاحب کی اس علمی و تحقیقی اور مناظرانہ تالیف سے متعلق کچھ عرض کر سکے۔ لیکن یہ فاضل مولف کی نوازش اور خالص حسن ظن کہ مجھ ناکارہ کو اس لائق سمجھا۔ اس پر تہہ دل سے ان کا مشکور ہوں۔

افسوس کہ کتاب "تحفۃ احناف بجواب تحفہ اہل حدیث" کا بالاستیعاب تو مطالعہ نہیں کر پایا لیکن جہاں جہاں سے دیکھنے کا اتفاق ہوا دل سے دعائیں نکلیں۔ فاضل مولف نے بڑی محنت و عرق ریزی سے کام کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت شاقہ کو قبول و منظور فرمائے۔ ان کے لیے اسے توشہ آخرت بنائے انھیں اس بات کی توفیق مرحمت فرمائے کہ آئندہ بھی احقاقِ حق و ابطالِ باطل کے لیے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے رہیں۔ آمین، آمین یا رب العالمین

ابو الاسجد محمد صدیق رضا عفی اللہ عنہ

تقدیم

نحمده و نصلی و نسلّم علی رسوله الکریم أما بعد!

برصغیر پاک و ہند میں تعصب مذہبی اور تجمد تقلیدی نے فہم و فراست کی راہیں مسدود کر رکھی تھیں اور قرآن و سنت کے راستے میں بڑے کانٹے بچھائے ہوئے تھے۔ بالخصوص حدیث رسول ﷺ کو حنفی بنانے کے لیے مدارس میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا جاتا اور نصوص صحیحہ صریحہ کو آراء الرجال کی بھینٹ چڑھایا جاتا رہا ہے اور قولِ امام کے خلاف احادیث و آثار کو پا کر لوگ دور کی کوڑی لاتے اور اس کا مفہوم بگاڑنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑتے اور تقلیدی حضرات کی یہی روش ان کے اکابر و اصاغر میں آج بھی موجود ہے۔ دیوبندی حضرات میں سے بالخصوص صفدری ذریت کا یہی وطیرہ ہے۔ فقہ حنفی کو حدیثی نصوص پر ترجیح دینا اور انکارِ حدیث کی راہیں ہموار کرنا ان کا اوڑھنا اور بچھونا بن چکا ہے۔

کئی مسئلہ پر بحث وتمحیص کرنے کے لیے تقلیدی جوھڑوں کے تمام ناکارہ پتھروں کو جمع کر لینے میں اپنی مثال آپ ہیں۔ اور اسی جوہڑ کے ایک ناکارہ پتھر نے مسلک اہل حدیث پر زبانِ طعن دراز کرنے کے لیے ''تحفۂ اہل حدیث'' نامی رسالہ لکھا جو تین حصوں پر مشتمل ہے جس کے پہلے حصے کا مفصل جواب فاضل جلیل عالم نبیل استاذ المناظرین حضرت مولانا داؤد ارشد حفظہ اللہ نے دے دیا ہے جو کافی دیر سے طبع ہو کر منصۂ مشہور پر آچکا ہے اور اس کے بعد سے اب تک صفدری ذریت کو چپ لگی ہوئی ہے اور اس کے دوسرے حصے کا جواب بھی کئی ایک رسائل و جرائد و مجلات و کتب میں آچکا ہے اور اس کے تیسرے حصے کا جواب ہمارے فاضل بھائی اور معروف و مشہور مناظر فاتح مقلدیت حضرت مولانا یحییٰ عارفی حفظہ اللہ نے بالتفصیل لکھا ہے اور جھنگوی کے تمام شبہات اور شکوک وتلبیسات کا پرچہ

چاک کر دیا ہے۔ اور اگر کہیں عبارت میں شدت اور سختی ہے تو وہ ردعمل کا نتیجہ ہے جھنگوی مقلد نے اس حصے میں مسئلہ طلاق کو موضوع بحث بنایا ہے لیکن ضمناً طلاق کی بجائے اور کئی مسائل کو ہوا دی اور اپنی ہفوات اور منکرات کو پھیلانے کی سعی لا حاصل کی گئی۔ اختلافی مسائل پر اگر علمی اور تحقیقی بحث کی جائے اور فریقین کے دلائل کو میزان عدل میں تولا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں اور حقیقی اہل علم کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ اختلافی مسائل میں ہوائے نفس اور تعصب و تجمد کو بالائے طاق رکھ کر اپنی معروضات پیش کرتے ہیں اور سنجیدہ فکر اور عمدہ طرز تحریر اور بہترین اُسلوب اختیار کرتے ہیں جب کہ مذکورہ شخص نے شرم و حیاء کو بالائے طاق رکھ کر دشنام طرازی، تہمت بازی اور سب وشتم کی حد کردی جس کا جواب زیر تبصرہ کتاب میں آپ کو مفصل ملے گا اور جیسی کہو ویسی سنو گے کا رنگ بھی بعض مقامات پر نظر آئے گا۔

بہر کیف دیگر اختلافی مسائل کی طرح مسئلہ طلاق ثلاثہ پر بھی اہل حدیث علماء نے کتاب وسنت کے دلائل کا انبار لگا دیا ہے اور اپنے موقف کو کتاب وسنت کی نصوص سے ثابت کیا ہے۔

ہمارے نزدیک کتاب وسنت کی روشنی میں مجلس واحد کی متعدد یکجائی طلاقیں ایک طلاق رجعی شمار ہوتی ہے۔ متعدد یکجائی طلاقیں خواہ زبانی کلامی ہوں یا کتابی وتحریری صورت میں، ایک کاغذ پر مرقوم ہوں یا الگ الگ کاغذوں پر خواہ الفاظ طلاق، طلاق، طلاق کے استعمال ہوں یا اکٹھی تین طلاقوں کے بہر صورت وہ ایک طلاق رجعی شمار کی جاتی ہے جس میں مرد کو دورانِ عدت رجوع کا مکمل حق ہوتا ہے اور عدت گزر جانے پر نیا نکاح کر کے اپنا گھر دوبارہ آباد کر سکتا ہے۔ پھر اگر ایک طلاق کے بعد صلح کر لی اور دوبارہ طلاق دے دی تو دورانِ عدت پھر رجوع ہے اور عدت گزرنے پر نیا نکاح ہے اسی طرح زندگی میں پھر کبھی تیسری طلاق بھی دے ڈالی تو اب رجوع کا حق ختم ہو چکا اور اس مرد پر قطعی طور پر حرام ہو جائے گی لوگوں نے جو اکٹھی تین طلاقیں دینے کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے یہ ان کی جہالت

کا شاخسانہ ہے وہ سمجھتے ہیں کہ طلاق کا وقوع تبھی ہوتا ہے جب اکٹھی تینوں دے دی جائیں حالانکہ اکٹھی تین طلاقیں دنیا شریعت کے مطابق کتاب اللہ سے کھیلنا ہے رسول اللہ ﷺ کے دور میں جب ایک آدمی نے اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالیں تو آپ نے فرمایا: [أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ؟] کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے۔'' (نسائی) لہٰذا کتاب اللہ سے کھیل کھیلنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہوسکتا۔ علماء احناف کو اس کھیل و روش کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے نہ کہ انھیں حلالہ کا دروازہ دکھا کر مزید شرعی احکامات سے کھیل کا موقع دیا جائے۔ طلاق کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ﴾

''طلاق (رجعی) دو دفعہ ہے یا تو اچھے طریقے سے روک لینا ہے یا پھر شائستگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔'' (البقرۃ:۲/۲۲۹)

اس آیت کریمہ میں کلمہ [مرتان] قابل غور ہے جو کہ ''مرۃ'' کا تثنیہ ہے جس کا معنی ایک بار یا ایک دفعہ ہے تو مرتان کا معنی ہوا ''مرۃ بعد مرۃ'' یعنی ایک دفعہ کے بعد دوسری دفعہ نہ کہ محض لفظی تکرار اور اس کی مثالیں قرآن حکیم میں موجود ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لِیَسۡتَاۡذِنۡکُمُ الَّذِیۡنَ مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ وَ الَّذِیۡنَ لَمۡ یَبۡلُغُوا الۡحُلُمَ مِنۡکُمۡ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنۡ قَبۡلِ صَلٰوۃِ الۡفَجۡرِ وَ حِیۡنَ تَضَعُوۡنَ ثِیَابَکُمۡ مِّنَ الظَّہِیۡرَۃِ وَ مِنۡۢ بَعۡدِ صَلٰوۃِ الۡعِشَآءِ ۟ؕ ثَلٰثُ عَوۡرٰتٍ لَّکُمۡ ؕ﴾

''اے ایمان والو! تمہارے غلام لونڈیاں اور تمہارے نابالغ بچے تین اوقات میں اجازت لے کر تمہارے پاس آیا کریں۔ ① نماز فجر سے پہلے ② دوپہر کے وقت جب تم آرام کے لیے اپنے کپڑے اتارتے ہو۔ ③ اور عشاء کی نماز کے بعد یہ تین وقت تمہارے پردے کے اوقات ہیں۔'' (النور:۵۸)

اس آیت میں ''ثلاث مرات'' تین دفعہ کا معنی واضح کیا گیا ہے کہ یہاں تین الگ الگ اوقات ہیں نہ کہ زمانہ واحد میں تین اوقات کا اجتماع۔ اس سے واضح ہوگیا کہ

''مرتان'' کے لفظ میں تفریق کا مفہوم شامل ہے لہٰذا اس قاعدہ کے مطابق ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾ کا معنی بھی لامحالہ طلاق دو دفعہ ہی ہے۔ اکٹھی دو طلاقیں ہرگز بلکہ دو الگ الگ مواقع میں طلاق دینا ہے اور ان ہر دو مواقع میں مرد کو دورانِ عدت رجوع کا حق حاصل ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں: [طَلِّقُوا مرتین یعنی دفعتین] (تفسیر الکبیر: ۱۰۴/۶)

''دو مرتبہ طلاق دو یعنی دو دفعہ طلاق دو۔'' پھر مزید فرماتے ہیں:

[ان الطلاق المشروع متفرق لان المرات لا تکون الا بعد تفرق بالاجماع]

''مشروع طلاق یہ ہے کہ الگ الگ طلاق دی جائے کیونکہ بالاجماع ''مرات'' تفریق کے بعد ہی ممکن ہے۔''

علامہ زمخشری اپنی تفسیر ''الکشاف'' میں لکھتے ہیں:

[الطلاق بمعنی التطلیق کالسلام بمعنی التسلیم ای التطلیق الشرعی تطلیقة بعد تطلیقة علی التفریق دون الجمع والارسال دفعة واحدة]

''طلاق تطلیق (طلاق دینے) کے معنی میں ہے جیسا کہ سلام تسلیم (سلام کرنے) کے معنی میں ہے یعنی شرعی طور پر طلاق دینے کا مطلب یہ ہے کہ طلاق کے بعد طلاق دی جائے الگ الگ نہ کہ ایک ساتھ اور ایک دم اور ایک ہی بار میں۔''

مولانا اشرف علی تھانوی کے استاذ شیخ محمد تھانوی حاشیہ (نسائی ۲۹/۲) بحوالہ مجموعہ مقالات علمیہ، ص: ۲۶ میں لکھتے ہیں:

[الطلاق مرتان معناه مرة بعد مرة فالتطلیق الشرعی علی التفریق دون الجمع والارسال مرة واحدة]

اسی طرح علامہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

[فان معناه التطليق الشرعی تطليقة بعد تطليقة علی التفريق دون الجمع والارسال مرة واحدة و لم يرد بالمرتين الثبية و مثله قوله تعالیٰ: ﴿ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ﴾ای كرة بعد كرة لا كرتين اثنين] (حاشيه سندهی علی النسائی ٤٥٣/٦)

دونوں حنفی اکابر کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ شرعی طلاق متفرق طور پر ایک طلاق کے بعد دوسری طلاق ہونی چاہیے نہ کہ ایک ہی بار اکٹھی طلاقیں۔ مرتین سے مراد تثنیہ نہیں جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ''پھر نگاہ کو تو بار بار پھیر۔'' یعنی ایک بار کے بعد دوسری بار نہ کہ اکٹھی ہی دو دفعہ۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رقمطراز ہیں:

[و كان القياس ان لا تكون الطلقتان المجتمعتان معتبرة شرعا و اذا لم يكن الطلقتان المجتمعتان معتبرة لم يكن الثلاث المجتمعة معتبرة بالطريق الاولی لوجودهما فيها مع زيادة] (تفسير مظهری) .

''اللہ تعالیٰ کے مرتان فرمانے اور ثنتان نہ فرمانے میں ایک امر کی دلیل ہے کہ ایک ہی دفعہ دو طلاقیں دینی مکروہ ہیں کیونکہ مرتان کا لفظ عبارۃ تو تفریق پر دلالت کرتا ہے اور اشارۃً عدد پر اور الطلاق میں لام جنس کے لیے ہے اور جنس کے علاوہ کچھ نہیں پس قیاس تو یہ چاہتا تھا کہ اکٹھی دو طلاقیں معتبر نہ ہوں اور جب دو طلاقیں معتبر نہ ہوئیں تو تین طلاقیں اکٹھی دے دینی تو بدرجہ اولیٰ معتبر نہ ہوں گی کیونکہ تین میں دو کے علاوہ اور زیادتی ہے۔ (تفسیر مظہری اردو: ۴۹۳/۱)

امام رازی لکھتے ہیں:

[ثم القائلون اختلفوا علی قولين الاول هو اختيار كثير من علماء الدين انه لو طلقها اثنين او ثلاثا لا يقع الا واحدة و هذا القول هو الاقيس لان النهی يدل علی اشتمال المنهی عنه علی

مفسدة راجحة والقول بالوقوع سعی فی ادخال تلك المفسدة فی الوجود و انه غیر جائز فوجب ان یحکم بعدم الوقوع]

''کثیر علمائے دین کا کہنا ہے کہ جو شخص بیک وقت دو یا تین طلاقیں دیتا ہے وہ صرف ایک ہی واقع ہوتی ہے اور یہی قول قیاس کے سب سے زیادہ موافق ہے کیونکہ کسی چیز سے منع کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ چیز کسی بڑے مفسدہ اور خرابی پر مبنی ہے اور وقوع طلاق کا قائل ہونا اس مفسدہ اور خرابی کو وجود میں لانے کا باعث اور سبب ہے اور یہ جائز نہیں ہے پس طلاق کے نہ واقع ہونے کا حکم لگانا واجب ٹھہرا۔ (تفسیر الکبیر:۶/۱۰۳)

مذکورہ بالا تصریح سے واضح ہو گیا کہ قرآن کا منشا یہ ہے کہ وقفہ بعد وقفہ طلاق ہونی چاہیے نہ کہ ایک ہی دفعہ کئی طلاقیں۔ لہٰذا اکٹھی طلاقیں ایک رجعی طلاق کے حکم میں ہیں اور دو رجعی طلاقوں کے بعد اگر تیسری طلاق دے ڈالے تو عورت اس شوہر پر قطعی طور پر حرام ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾

جو لوگ اکٹھی تین طلاقیں نافذ کر دیتے ہیں وہ مرد کا حق رجوع ضبط کر دیتے ہیں حالانکہ یہ حق اللہ نے اسے تفویض کیا ہے اور اللہ کا دیا ہوا حق ضبط کرنا سراسر ناانصافی اور ظلم ہے۔ اسی لیے اللہ نے طلاق کو حدود اللہ قرار دیا ہے چنانچہ آیت کے آخر میں فرمایا:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (البقرۃ:۲۲۹)

''یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور جو اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہی ظالم ہیں۔''

معلوم ہوا کہ قانون الٰہی سے ہٹ کر طلاقیں دینا حدود اللہ سے تجاوز، ظلم اور تعدی ہے اور اکٹھی تین طلاقیں دینا بھی ظلم ہے اور کتاب اللہ سے مذاق ہے جیسا کہ محمود بن

لبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کے بارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ اس نے اپنی اہلیہ کو اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں کھڑے ہوگئے اور فرمایا: [أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَ أَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ] کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ میری موجودگی میں کھیلا جارہا ہے۔'' (سنن النسائی: ۳۴۰۱، فتح الباری: ۳۶۲/۹) اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیلنا ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوئے لہٰذا اکٹھی تین طلاقیں نافذ کردینا ظلم و تعدی کا نفاذ ہے اب اس سلسلہ میں احادیث صحیحہ ملاحظہ ہوں۔

رکانہ رضی اللہ عنہ نے جب اپنی اہلیہ کو طلاق دے ڈالی تو بڑے مغموم و رنجور ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا معاملہ ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

[كيف طلقتها قال طلقتها ثلاثًا قال فى مجلس واحد قال نعم قال فانما تلك واحدة فارجعها ان شئت قال فرجعها۔]

''تم نے طلاق کیسے دی ہے؟ اس نے کہا میں اسے تین طلاقیں دی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ایک ہی مجلس میں۔ اس نے کہا: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک ہوئی ہے تم اس سے رجوع کرلو اگر چاہو تو۔ اس نے رجوع کرلیا۔''

(مسند احمد: ۲۶۵/۱، مسند ابی یعلی: ۲۴۹۵، بیہقی: ۳۳۹/۷، فتح الباری: ۳۶۳/۹ ۱۳، اغاثۃ اللہفان: ۳۰۵/۱، یہ روایت داؤد بن حصین از عکرمہ، از ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ اس سند کو بڑے بڑے جلیل القدر ائمہ محدثین نے صحیح قرار دیا ہے جیسے امام احمد بن حنبل (مجموع الفتاویٰ: ۶۷/۳۳، اعلام الموقعین ۲۷۱/۲، امام ابویعلی، (فتح الباری: ۳۶۲/۲)، امام ابن کثیر، (تحفۃ الاحوذی: ۱۹۶/۲) امام یزید بن ہارون، (عون المعبود: ۲۳۹/۲)، امام ابن تیمیہ (مجموعہ الفتاویٰ) محدث العصر علامہ ناصر الدین الالبانی (ارواء الغلیل: ۱۴۵/۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری فرماتے ہیں:

[هذا حديث نص فى المسئلة لا يقبل التاويل] (فتح البارى: ۳۶۲/۹)

"یہ حدیث اس مسئلہ میں نص ہے جو کسی قسم کی تاویل قبول نہیں کرتی۔"
شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [إسناده صحيح] (تخریج مسند احمد:۴/۱۲۳)
قاضی شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[اخرجه احمد و ابو يعلى و صححه و هٰذا الحديث نص في محل النزاع]

"اس حدیث کو امام احمد اور ابو یعلی نے نکالا ہے اور ابو یعلی نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور یہ حدیث محل نزاع میں نص ہے۔(نیل الأوطار)
نیز دیکھیں ترمذی باب ما جاء في الزوجين المشركين يسلم احدهما (تحفة الاحوذی:۲/۱۹۶) المستدرك على الصحيحين:۲/۲۱۷، عمدة القاری للعينی:۱/۲۷۳، نصب الرايه:۳/۲۰۹-۲۱۴)
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

[قال كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم و أبي بكر سنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا في أمر قد كانت لهم فيه أناةٌ فلو امضيناه عليهم فامضاه عليهم] (المصنف لعبد الرزاق :۶/۳۹۱-۳۹۲، رقم الحديث(۱۱۳۳۶)، صحيح مسلم(۱۴۷۲) مسند احمد:۱/۳۱۴، المستدرك على الصحيحين للحاكم: ۲/۲۱۴، سنن الدارقطني(۳۹۸۳) ، بيهقي:۷/۳۳۶)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں اس طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں اکٹھی تین طلاقیں ایک طلاق ہوتی تھی پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا بلاشبہ جس کام میں لوگوں کے لیے سوچ و بچار کی مہلت تھی اس میں انھوں نے جلد بازی سے کام لیا ہے کاش کہ ہم ان پر تینوں

لاگو کر دیں تو انھوں نے یہ طلاق ان پر لاگو کر دی۔''

اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عہد رسالت مآب جس میں دین کی تکمیل ہوئی میں بھی اکٹھی تین طلاقیں ایک طلاق سمجھی جاتی تھی جس میں مرد کو رجوع کا حق حاصل ہوتا ہے اور یہ معاملہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور تک اسی طرح رہا پھر لوگوں کی عجلت اور جلد بازی کے باعث انھوں نے سیاسی اور تہدیدی طور پر تین لاگو کر دیں۔ یہ معاملہ ان کا اجتہادی تھا۔ اصل مسئلہ وہی ہے جو عہد رسالت میں بلکہ خود عہد فاروقی کی ابتداء میں تھا اور یہ بات بڑے بڑے حنفی علماء کو بھی تسلیم ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ سیاسی اور تہدیدی تھا۔ انھوں نے عوام کو ڈرانے اور دھمکانے کے لیے بطور سزا یہ اقدام کیا تھا۔ اس سلسلہ میں حنفی اکابرین کی عبارات ملاحظہ ہوں۔

① علامہ شیخی زادہ المعروف بداماد آفندی حنفی (المتوفی:۱۰۷۸ھ) رقمطراز ہیں:

[واعلم ان فی صدر الاول اذا ارسل الثلاث جملة لم یحکم الا بوقوع واحد الی زمن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثم حکم بوقوع الثلاث لکثرتہ بین الناس تھدیداً] (مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابھر:۶/۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

② علامہ محمد بن علی المعروف بالعلاء الحصکفی الحنفی (المتوفی:۱۰۸۸) صاحب ''درمختار'' راقم ہیں:

[واعلم انہ کان فی الصدر الاول اذا ارسل الثلاث جملة لم یحکم الا بوقوع واحدۃ الی زمن عمر رضی اللہ عنہ ثم حکم بوقوع الثلاث سیاسۃ لکثرتہ من الناس کما فی القھستانی عن التمرشاشی] (الدار المنتقی فی شرح الملتقی:۶/۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت تحت مجمع الانھر)

③ علامہ شمس الدین محمد قہستانی (المتوفی:۹۵۳ھ) نے جامع الرموز شرح نقایہ

(ص:۳۲۱) میں اور

④ علامہ احمد بن محمد طحطاوی (المتوفی ۱۲۳۱ھ) جو کہ مشہور حنفی فقیہ اور علامہ شامی کے استاذ ہیں نے طحطاوی حاشیہ درمختار (۱۰۵/۲) میں تقریباً یہی عبارت درج کی ہے۔

ان چاروں حنفی فقہاء کی عبارات سے واضح ہو گیا کہ صدر اوّل سے لے کر عہد عمر رضی اللہ عنہ تک جب کوئی شخص اپنی اہلیہ کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیتا تو اس پر صرف ایک طلاق کا حکم لگایا جاتا تھا پھر جب لوگوں نے کثرت سے طلاق دینی شروع کر دی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اس فعل حرام سے باز رکھنے کے لیے سیاسی اور تہدیدی طور پر تین کا نفاذ کیا اور یہ معاملہ حاکم وقت کا اجتہادی تھا اور اجتہاد بدلتا رہتا ہے جیسے زمانے کے حالات و واقعات میں تغیر و تبدل ہوتا ہے اسی طرح ائمہ دین کے اجتہادات میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ جس کی بے شمار امثلہ فقہاء کی کتب میں موجود ہیں۔ اس کے برعکس شرعی نصوص میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ لہٰذا صحیح اور ناقابل تاویل مسئلہ یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں مجلس واحد کی متعدد یکجائی طلاقیں ای طلاق رجعی کے حکم میں ہیں اور اس طلاق رجعی میں دوران عدت رجوع ہو سکتا ہے اور اگر عدت گزر جائے تو از سر نو نکاح کر کے خانہ آبادی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ کو ان کے شوہر نے ایک طلاق دے دی۔ پھر عدت گزر جانے کے بعد ان دونوں کے درمیان رضا مندی کا پروگرام ہونے لگا تو معقل بن یسار رضی اللہ عنہ جو کہ اپنی ہمشیرہ کے ولی تھے نے نکاح میں رکاوٹ ڈال دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی ﴿وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ......﴾ (البقرۃ:۲۳۲)

"اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت پوری کر چکیں تو انھیں ان کے شوہروں سے نکاح کرنے سے روکو جب وہ آپس میں اچھے طریقے سے راضی ہو جائیں۔" (البقرۃ:۲۳۲)

ملاحظہ ہو: (جزء من حدیث ابی الطاهر محمد بن احمد الذهلی ،رقم(٦٥) صحیح البخاری (٥١٣١) المعجم الکبیر للطبرانی: ٢٠/

رقم(٤٦٧)، بیهقی: ١٤٨/٧، العجاب فی بیان الأنساب لابن حجر عسقلانی: ١/ ٥٩۔٩٢ الصحیح المسند من اسباب النزول للشیخ مقبل بن هادی الوادعی، ص: ٢٦، تفسیر النسائی: ١/ ٢٥٨، رقم الحدیث (٦١) جو لوگ اکٹھی تین طلاقوں کو نافذ کر کے حلالہ کا دروازہ دکھاتے ہیں انھیں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان عالی شان یاد رکھنا چاہیے: [لعن اللہ المحلل والمحلل له] ''حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔''

یہ حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مسند احمد: ۳۱۴/۷، رقم (۴۲۸۳، ۴۲۸۴) نسائی (۳۴۱۶) ترمذی (۱۱۲۰)، طبرانی کبیر (۹۸۷۸)، بیہقی: ۲۰۸/۷، ابن ابی شیبہ: ۴۸۸/۸، المسند الجامع مع فتح المنان (۲۴۰۴) مسند ابی یعلی: ۴۶۸/۸ (۵۰۵۴) شرح السنۃ (۲۲۹۳) میں اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مسند احمد: ۴۲/۱۴ (۸۲۸۷) مسند بزار کشف الاستار (۱۴۴۲) بیہقی: ۲۰۸/۷...... علی رضی اللہ عنہ سے مسند احمد: ۶۷/۲ (۶۳۵) مسند بزار (۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲) ابن ماجہ (۱۹۳۵) ابو داؤد (۲۰۷۶) ترمذی (۱۱۱۹) نسائی (۵۱۱۹) بیہقی: ۲۰۸/۷، المسند الجامع: ۲۷۲/۱۳، عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ابن ماجہ (۱۹۳۶)، المستدرک: ۱۹۸/۲۔ ۱۹۹، المسند الجامع: ۲۹/۱۳...... عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بن ماجہ (۱۹۳۴) المسند الجامع: ۱۸۹/۹...... جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ترمذی (۱۱۹) میں موجود ہے بلکہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں حلالہ کرنے والے کو ادھار سانڈھ قرار دیا گیا ہے۔

پیر کرم شاہ بھیروی بریلوی نے اپنی تفسیر ''ضیاء القرآن'' (۱۵۹/۱) میں طلاق کا مسئلہ ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اگر تیسری طلاق بھی اس نے دے دی تو اب جب تک وہ کسی دوسرے خاوند سے بالکل اسی طرح بسنے کی نیت سے نکاح نہ کرے جیسے اس نے پہلے خاوند کے ساتھ کیا تھا اور پھر وہ دوسرا خاوند ہم بستری کرنے کے بعد کچھ مدت گزرنے پر اپنی مرضی سے اسے طلاق نہ دے دے اس وقت تک وہ پہلے

خاوند کے نکاح میں نہیں جا سکتی یہ قرآن کریم کا واضح ارشاد ہے جس میں تاویل کی گنجائش نہیں۔''

آج کل اس کا حل حلالہ کی باعث صد نفرین صورت میں تلاش کر لیا گیا ہے اس کے متعلق حضور نبی کریم ﷺ کا یہ حکم پیش نظر رہے: [لعن اللّٰه المحلل والمحلل له] ''حلالہ کرنے والے پر بھی اللہ کی پھٹکار اور جس (بے غیرت) کے لیے حلالہ کیا جا رہا ہے اس پر بھی اللہ کی پھٹکار۔

عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ''اللہ کی قسم! اگر میرے پاس حلالہ کرنے اور کروانے والے لائے گئے تو میں انھیں رجم کردوں گا۔'' (المصنف لعبد الرزاق کتاب النکاح باب التحلیل: ۲۱۱/۶ (۱۰۸۱۹) بیہقی: ۲۰۸/۷، سنن سعید بن منصور: ۴۹/۲۔)

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''ہم حلالہ کو دورِ نبوی میں زنا شمار کرتے تھے۔'' (المستدرك: ۲۱۷/۲، بیہقی: ۲۰۸/۷، التلخیص الحبیر: ۱۷۱/۲، تحفة الاحوذی: ۱۷۵/۲)

بلکہ فرماتے تھے حلالہ کرنے والا مرد اور عورت اگر بیس سال بھی اکٹھے رہیں تو زانی ہوں گے۔ (المغنی لابن قدامہ: ۵۱/۱۰، عبدالرزاق (۱۰۸۲۰) ۲۱۱/۶، طبع جدید) لہٰذا فعل حلالہ سے اجتناب کرتے ہوئے سائل اپنی مطلقہ سے عدت کے دوران رجوع کر سکتا ہے اور اگر عدت گزر جائے تو تجدید نکاح ہو سکتا ہے۔

پیر صاحب نے اپنے رسالہ ''دعوت فکر و نظر'' میں اس مسئلہ پر فریقین کے دلائل اوران کا محاکمہ کیا ہے اور اس میں اپنی رائے علمائے مصر اور علماء جامع ازہر کے ساتھ ظاہر کی ہے۔ مصر میں ۱۹۲۹ء میں آن واحد کی تین طلاقوں کے اصولوں کو ختم کرکے یہ قانون بنایا گیا کہ اکٹھی متعدد طلاقیں صرف ایک طلاق شمار ہو گی اور وہ رجعی ہو گی۔ یہی قانون سوڈان نے ۱۹۳۵ء میں اردن نے ۱۹۵۱ء میں شام نے ۱۹۵۳ء میں...... مراکش نے ۱۹۵۸ء میں ...... عراق نے ۱۹۵۹ء میں پاکستان نے ۱۹۶۱ء میں نافذ کیا ملاحظہ ہو Muslim Law Reform از طاہر محمود۔

طاہر محمود صاحب لکھتے ہیں: ۱۹۲۹ء میں ایک دوسرا قانون نمبر ۲۵ منظور ہوا جس میں طلاق کے احکام میں مناسب تبدیلیاں کی گئیں۔ جسے علماء مصر نے منظور کیا۔ شرعی عدالتوں میں اب اسی قانون کے مطابق عمل ہو رہا ہے اور جامعہ ازہر کے کلیۃ الشریعۃ کے درجہ تخصص القضاء میں داخل نصاب ہے۔ اس قانون کی دفعہ نمبر ۳ ہے:

[الطلاق المقترن بعدد لفظاً و اشارۃً لا یقع الا واحدۃ] (الدلیل المرشد فی القوانین والاوامر للمحاکمہ الشرعیۃ، ص: ۳۸۳) انتھی۔

یعنی ایسی طلاق جو تعداد کے ساتھ لفظاً یا اشارۃً ملائی گئی ہو وہ صرف ایک واقع ہوتی ہے۔"

کرم شاہ صاحب کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں: "اس ناچیز کی ناقص رائے میں تو ان حالات میں علماء مصر اور علماء جامع ازہر کے فتوی کے مطابق عمل کرنا ارجح ہے۔"

کتاب وسنت کے مذکورہ بالا دلائل صحیحہ صریحہ اور حنفی جید علماء کی عبارات سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ مجلس واحد کی متعدد یکجائی طلاقیں ایک طلاق رجعی کے حکم میں ہیں جس میں مرد دورانِ عدت رجوع کر سکتا ہے اور اگر عدت گزر جائے تو از سر نو نکاح کر کے دونوں اپنا گھر آباد کر سکتے ہیں۔ حلالے جیسے لعنتی عمل سے مکمل پرہیز کرنا چاہیے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس بات کی توفیق بخشے کہ وہ اپنے گھروں کو صحیح طور پر کتاب وسنت کے مطابق ڈھال لیں اور ہر طرح کے دنگا و فساد، لڑائی جھگڑوں اور تنازعات و اختلافات سے مکمل اجتناب کریں۔

آخر میں راقم اپنے قارئین سے التماس کرتا ہے کہ ایسے فتنہ پرور اور کتاب وسنت کی نصوص میں تحریف وتلبیس کرنے والے حضرات کی کتب، تقاریر اور لٹریچر کے مطالعہ سے اجتناب کریں اور قرآن و حدیث کی عظیم شاہراہ اور منہاج پر گامزن ہو جائیں اور ایسی کتب، لٹریچر، رسائل مجلات اور جرائد کو اپنے گھروں میں جگہ دیں جو وحی الٰہی کی روشنی میں مرتب کی گئی ہوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دین کی وکالت کرتی ہوں۔

مولانا یحییٰ عارفی صاحب ﷾ ہماری جماعت کے مقتدر اور متدین عالم دین اور مدرس ہیں اور قرآن وسنت کی وکالت کے لیے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہر وقت تیار اور ہمہ تن گوش ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم، عمل، عمر، رزق، مال اولاد اور جمیع امور میں برکت نازل کرے اور حاسدین کے شر اور فتنہ بازوں کی ریشہ دوانیوں سے انھیں مکمل محفوظ کریں۔ آمین

اور ان کی اس پر اخلاص کاوش کو ان کے لیے وسیلہ نجات اور کفیلہ فوز وفلاح بنائے اور قارئین کی رشد وہدایت اور اصلاح کا زرزرینہ بنائے آمین یارب العالمین

خادم العلم واھلہ

ابوالحسن مبشر احمد ربانی عفا اللہ عنہ

۲۴ جمادی الآخری ۱۴۳۱ھ

عرض مؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اِتِّبَاعِهٖ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَ بَعْد......

مسائل وفروعات میں اختلاف کا ہوجانا کوئی بڑی بات نہیں۔ اختلافات و مشاجرات کا یہ سلسلہ سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین سے چلا آرہا ہے۔ لیکن ان سب کا استناد کتاب و سنت تھا جہاں کتاب وسنت سے راہنمائی مل گئی سر تسلیم خم کر لیا۔ مگر افسوس اس تقلیدی جمود پر جس نے یہ تنگ نظری پیدا کردی اس اختلاف کی خلیج کو وسیع کر کے امت مسلمہ میں مزید افتراق و انتشار پیدا کیا جس کے سبب کہیں مذاہب اربعہ سے خارج لوگوں کو کافر قرار دیا گیا تو کہیں باہم مقلدین نے ایک دوسرے کی تکفیر کی اور اسی تقلیدی [illegible] تھا کہ امت مسلمہ کی وحدت کا مرکز بیت اللہ میں چار مصلے بچھا دیے گئے اور باوجود دعویٰ اسلام کے کوئی تقلیدی گروہ دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتا تھا۔

اسی تقلیدی نحوست نے مزید یہ ظلم کیا کہ امت مسلمہ کو ان کی اصل میراث کتاب و سنت سے محروم کرنے کے لیے اس کے خلاف علانیہ بغض وعناد کا اظہار شروع کردیا جس کے لیے سب سے پہلے یہ پروپیگنڈا کیا کہ کتاب وسنت ناقص [illegible] مسائل کے حل سے عاجز ہیں، لہٰذا کتاب وسنت کا نچوڑ اور تمام مسائل [illegible] حنفی ہے پھر اسی دشمنی میں مزید تجاوز کرتے ہوئے کہیں صحیح بخاری شریف کے [illegible] اور پڑھنے والوں کو زندیق کہا گیا۔ (میزان الاعتدال) اور کہیں ترجمہ قرآن پڑھنے کو عوام الناس کے لیے مضر قرار دیا گیا۔ (اشرف الجواب، ص:۱۸۵، فقرہ:۴۶)

ظلم کی انتہاء کہ قرآن مجید کا ترجمہ کرنا ہی جارجیت قرار دے دیا گیا، اسی بدروش کا

نتیجہ تھا کہ جب برصغیر پاک و ہند میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے فارسی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا تو اربابِ تقلید نے شاہ صاحب رحمہ اللہ کو گردن زدنی قرار دے دیا۔(رودکوثر)

آج بھی آپ کوثری المشرب مقلدین اور دشنام طراز اوکاڑوی پارٹی کو دیکھیں جو کتاب و سنت کو ناقص اور اس کے فہم کو گمراہی وضلالت قرار دیتے نظر آئیں گے۔ یہ مقلدین اپنے تقلیدی جمود کے حصار کو بچانے کے لیے اس قدر بے باک ہیں کہ جب انھیں اپنی خود ساختہ حنفی فقہ دلائل کے میدان میں یتیم نظر آتی ہے تو اس کے دفاع کے لیے بدزبانی اور دشنام طرازی پر اتر آتے ہیں اور شرم و حیاء سے عاری ہو کر تمام اخلاقی حدود پھلانگ جاتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے زبان وقلم سے نہ صحابہ کرام و تابعین جیسی مقدس ہستیاں محفوظ رہیں اور نہ ائمہ محدثین و کتاب وسنت کی نصوص و احکام۔

ایسے ہی ایک بے لگام غالی مقلد ابو بلال جھنگوی نے اہل حدیث کے خلاف اخلاق سوز لٹریچر کا سلسلہ شروع کیا جس میں اہل حدیث حضرات پر بے جا الزامات، نقل روایات میں دجل و فریب اور مطلب پرستی کے لیے جھوٹ کا سہارا لیا اس کے کتابچہ ''تحفہ اہل حدیث کے پہلے حصہ کا جواب تو استاد محترم مولانا داود ارشد حفظہ اللہ نے لکھا جس سے پوری دیوبندیت مبہوت ہو کر رہ گئی اور دوسرے حصے کا جواب متعدد کتب میں دیا جا چکا ہے۔ تیسرے حصہ (تحفہ اہل حدیث نمبر۳) کا جواب بندہ ناچیز نے لکھا۔ جس کا اصل موضوع تو مسئلہ طلاق تھا لیکن فرزند دیوبند نے خلط مبحث اور دجل وفریب سے افترا بازیاں کرتے ہوئے متعدد مسائل ذکر کر کے بعد میں مسئلہ طلاق پر مغالطہ آمیزی کی جس کا جواب تحفۂ احناف کے نام سے تحریر کیا گیا ہے۔ اس میں کتاب و سنت کے دلائل، آثار صحابہ اور اکابر دیوبند سے استشہاد کر کے مسائل کو منقح کرنے کی کوشش کی ہے اور ساتھ ساتھ الزامی جوابات بھی ذکر کیے ہیں کیونکہ آل تقلید کے ضدی اور متعصب طبقہ کی تشفی کے لیے یہ جوہر نایاب ہے۔

تلخ نوائی میری اس چمن میں گوارا کر
کبھی زہر بھی کرتا ہے کارِ تریاقی

بندۂ ناچیز نے حتی الوسع کوشش کی ہے کہ الفاظ کی سختی سے اجتناب کیا جائے لیکن پھر بھی اگر کہیں ایسا ہوا ہو تو اس کا ذمہ دار فرزند دیوبند جھنگوی ہے۔ جو اس تحریر کا باعث و سبب بنا۔ ویسے بھی ہماری سختی فیصلہ قرآن ﴿ لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ﴾ کے سبب قابل درگزر ہے۔

آخر میں فرمان رسول ﷺ [مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰهَ] کے تحت اپنے تمام معاونین و محسنین جنھوں نے کتاب کی تیاری میں میری معاونت فرمائی بالخصوص مولانا ابوخزیمہ سلیم اختر حفظہ اللہ اور بھائی محمد زبیر صادق آبادی حفظہ اللہ کا شکرگزار ہوں جنھوں نے میری حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے مفید مشوروں سے نوازا اور اسی طرح اپنے اساتذہ کرام محترم مولانا ابو صہیب محمد داود ارشد اور محترم مولانا ابوالحسنین مفتی مبشر احمد ربانی حفظہما اللہ کا بھی ممنون و مشکور ہوں جنھوں نے کتاب کو پڑھا اور اپنی قیمتی آراء سے مستفید فرمایا۔ جزاهم الله احسن الجزاء

اللہ تعالیٰ اس کاوش کو راہ بھٹکے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے، اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر میری، میرے والدین اور اساتذہ کرام کی اخروی نجات کا باعث بنائے اور دیگر تمام لوگوں کے لیے مفید و نافع بنائے۔ آمین یا رب العالمین

محمد یحییٰ عارفی

خُطْبَةُ الْحَاجَةِ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ ، نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ ، وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ .

﴿ يَاۤ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَ أَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۞﴾ [آل عمران :١٠٢] ﴿يَاۤ أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَاتَّقُوْا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۞﴾ [النساء: ١] ﴿ يَاۤأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۞ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۞﴾ [الأحزاب : ٧٠-٧١]

أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ ، وَ أَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ ، وَ شَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا ، وَ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ، وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ، وَ كُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ

(مأخوذ من صحيح مسلم و سنن النسائي و سنن أبي داوٗد و سنن ابن ماجه و صحيح ابن خزيمة و غيرها.)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقلد جھنگوی نے ابتداء ہی اہل حدیث پر اتہام سے کی چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

اعتراض ①: ''مسجد کو بنا کر جو کچھ تم نے کرنا ہے ہمیں معلوم ہے: بزرگانِ دین ائمہ کرام سے بدظن کرنا ہے۔'' (تحفۂ اہل حدیث: ۷)

جواب: ہم تو مساجد اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے بناتے ہیں جو عین سنت خیر الورٰی ہے، مگر آپ اسے توہین بزرگان سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ تمام اہل حدیث بزرگانِ دین، ائمہ کرام، اولیاء عظام کی غایت درجہ تکریم کرتے ہیں اور ان سے والہانہ محبت و عقیدت رکھتے ہیں۔

جب کہ اس کے برعکس حنفی مقلدین کا بزرگانِ دین، ائمہ کرام سے جو سلوک ہے وہ ملاحظہ کیجیے۔ ان کی حالت یہ ہے کہ اگر کسی امام، محدث، فقیہ کی بات ان کی رائے کے موافق مل جائے تو ان کی تعریف مدح وثنا میں آسمان و زمین کے قلابے ملا دیتے ہیں اور اگر انہی میں سے کسی امام و محدث و فقیہ وغیرہ کا کوئی قول ان کی رائے سے ٹکرا جائے یا ان کے خلاف واقع ہو تو یہ اس کی تنقیص و توہین میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے اس کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

ماسٹر امین اور تنقیص ائمہ دین:

① امام احمد بن سعید الدارمی رحمہ اللہ جو صحیح بخاری وصحیح مسلم کے راوی اور بالاتفاق ثقہ ہیں۔ مجتہد مطلق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان کی تعریف کی: حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: ''ثقہ حافظ۔'' (دیکھیے تہذیب: ۱/ ۳۱، ۳۲، تقریب: ۱/ ۳۹) جب کہ اس کے

برعکس مقلدین کے مناظر ماسٹر امین حیاتی دیوبندی اپنے بغض کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''اس کا راوی احمد بن سعید دارمی مجسمہ فرقہ کا بدعتی ہے۔'' (تجلیات صفدر: ۱/۴۰۲، مکتبہ امدادیہ ملتان) جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ان پر کسی محدث یا امام یا عالم نے مجسمہ فرقہ میں سے ہونے کا الزام نہیں لگایا۔

۲۔ ابو عبد اللہ الحافظ محمد بن عبد اللہ النیسابوری الحاکم (المعروف امام حاکم صاحب المستدرک) ماسٹر امین اوکاڑوی نے رفع الیدین کی ایک حدیث پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے (اس کا) دوسرا راوی ابو عبد اللہ الحافظ رافضی خبیث ہے۔ (تجلیات: ۱/۴۱۷) دوسرا راوی حاکم غالی شیعہ ہے۔ (تجلیات: ۱/۴۱۶) حالانکہ محدثین نے امام حاکم صاحب مستدرک پر اس جرح کی تردید کی خود آل دیوبند کے شیخ تقی عثمانی نے کہا ہے بعض حضرات نے ان پر تشیع کا الزام لگایا ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔ (درس ترمذی: ۱/۶۴) لیکن اس کے برعکس اس غالی مقلد نے ائمہ دین کی تنقیص کرتے ہوئے صرف جرح کے کلمات نقل کر دیے اور محدثین کی تردید نقل نہ کر کے انصاف و دیانت کا خون کر دیا اور بقول خود سبیل یہود پر عمل کیا۔

یہاں ایک بہت بڑی غلط فہمی کا بھی ازالہ کرنا ضروری ہے کہ عموماً دیوبندی حضرات رواۃ حدیث پر جرح کرتے ہوئے کہہ دیتے ہیں فلاں شیعہ ہے جو کہ علم حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے کیونکہ متقدمین ائمہ حدیث کے ہاں ''شیعہ'' کا وہ معنی و مراد نہیں جو متاخرین کے ہاں ہے اس کی وضاحت اصول حدیث و رجال کی کتب میں ملتی ہے سر دست صرف دیوبندیت کے امام سرفراز خان صفدر صاحب کا حوالہ نقل کرنا مناسب رہے گا۔ جناب رقمطراز ہیں:

> متقدمین اور متاخرین کی اصطلاح لفظ شیعہ کے بارے میں جدا جدا ہے اور عوام تو کیا بعض خواص بھی اس فرق سے ناواقف ہیں اور بات کو گڈ مڈ کر دیتے

ہیں اور متاخرین کی اصطلاح کو متقدمین کی اصطلاح پر فٹ کر دیتے ہیں اور اس سے پیچ در پیچ غلطیاں پیدا ہوتی ہیں۔ حافظ الدنیا امام فن رجال ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی (م:۸۵۲) لکھتے ہیں کہ (اختصار کے پیش نظر ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ناقل)

''متقدمین کے عرف و اصطلاح میں تشیع کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت علی کو صرف حضرت عثمان پر فضیلت دی جائے اور یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی جنگوں میں حق بجانب تھے اور ان کے مخالف خطاء پر تھے اور وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تقدیم و تفضیل کے قائل تھے۔''

پھر آگے فرمایا:

''اور بہر حال متاخرین کے عرف و اصطلاح میں تشیع کا مفہوم رفض ہے نہ تو غالی رافضی کی روایت قبول کی جاسکتی ہے اور نہ اس کی عزت کی جاسکتی ہے۔''
(تہذیب التہذیب:۱/۹۶)

اس سے واضح طور پر یہ معلوم ہوا کہ متقدمین کی اصطلاح مطلقاً نہیں بلکہ جن سے روایت لیتے تھے وہ شیعہ تھے جو تمام اصول و فروغ میں اہل سنت والجماعت سے متفق صرف حضرت علی کو حضرت عثمان پر فضیلت دیتے تھے۔''

(ارشاد الشیعہ :۱۹۔۲۱،طبع نہم مئی ۲۰۰۷ مکتبہ صفدریہ۔گوجرانوالہ)

امام ابن جریج اور متعصب مقلد ماسٹر امین اوکاڑوی:

۴ امام ابن جریج رحمہ اللہ صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں چونکہ یہ رفع الیدین کی حدیث کے راوی ہیں تو بس مسلکی تعصب کی بنا پر اوکاڑوی صاحب نے ابن جریج رحمہ اللہ کو رسوا کرنے کے لیے ان پر یہ تہمت لگا دی کہ انھوں نے مکہ میں متعہ کا آغاز کیا اور بطور حوالہ ''تذکرۃ الحفاظ'' لکھ ڈالا۔ (مجموعہ رسائل:۴/۱۶۴) حالانکہ ''تذکرۃ

الحفاظ للذہبی“ (۱۶۹۔۱۷۱) ابن جریج کے حالات مذکورہ ہیں لیکن آغاز متعہ کا کوئی ذکر نہیں۔

جھنگوی صاحب......!! کیا آپ اسے بزرگانِ دین سے محبت قرار دے سکتے ہیں کہ ان کے سر پر ناکردہ گناہ کا الزام تھوپ دیا جائے۔ کتاب کا حوالہ دے کر عام قارئین کو یہ تاثر دیا جائے کہ یہ بھی اس میں موجود ہے؟ ہم تو ایسی عجیب محبت سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ یہ تو ائمہ کرام کو بدنام کرنے کی سازش معلوم ہوتی ہے۔

جب کہ آل دیوبند کے شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے حضرت ابن جریج حدیث اور فقہ کے معروف امام ہیں۔ (تقلید کی شرعی حیثیت:۱۵۲)

امام السِیَر والمغازی محمد بن اسحاق اور مقلد حبیب اللہ ڈیروی:

۴ مقلدین کے شیخ الحدیث بقول مولوی سرفراز صفدر صاحب ”فاضل نوجوان، عالم اجل، نکتہ رس ذہین فطین، وسیع نظر کثیر المطالعہ“ حبیب اللہ ڈیروی صاحب اپنی کتاب ”توضیح الکلام پر ایک نظر“ (ص:۱۱۷) پر اس عظیم محدث محمد بن اسحاق۔ جو کہ قاضی ابو یوسف حنفی اور امام ابو حنیفہ کے استاد گرامی تھے۔ جنھیں کم از کم ۲۰ سے زائد اکابر احناف دیوبند نے ثقہ قرار دیا ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے توضیح الکلام:۱/۲۶۶، طبع جدید) کے بارے میں لکھا ہے اس کی سند میں عن ابی اسحاق دراصل محمد بن اسحاق ہے جو کہ مشہور دلّا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

قارئین کرام! ہم حیران ہیں اختلافی مسائل میں اس قدر غلو کا شکار ہو جانا کہ گالی گلوچ کی سطح پر اتر آنا کسی عامی آدمی سے بھی متوقع نہیں ہے لیکن ہماری حیرانگی اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے جب ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ انداز اختیار کرنے والے مقلدین دیوبند کے ہاں ”مناظر اسلام“، ”شیخ الحدیث“، ”مولانا“ اور استاذ الحدیث کے مقام پر فائز ہیں جب اتنے بڑے بڑے بزرگوں کے ہاں ”ائمہ کرام“ کا حال یہ ہے تو چھوٹوں

سے ہم کیا توقع رکھیں؟ کیا انھیں چیزوں پر فخر کرتے ہوئے جھنگوی صاحب بزرگانِ دین کا حقیقی معنی میں احترام کرنے والے اہل حدیث حضرات پر طعن کرتے ہیں۔

ائمہ دین سے بغض و عداوت کا ایک اور حنفی نمونہ:

⑤ ایک حنفی مقلد یوسف بن موسیٰ الملطی الحنفی کہا کرتے تھے:

[من نظر فی کتاب البخاری تذندق۔]

(شذرات الذہب: ۷/ ۴۰، و ابناء العمر لابن حجر: ۴/ ۳۴۸)

"جو شخص امام بخاری کی کتاب (صحیح بخاری) پڑھتا ہے وہ زندیق (یعنی کافر) ہو جاتا ہے۔"

جب کہ صحیح بخاری تو آل دیوبند کے مدارس میں بھی بڑے ہی اہتمام کے ساتھ پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے۔ کہیں یوسف ابن موسیٰ الملطی کے فتویٰ کے مطابق زندقہ کی طرف تو نہیں چل پڑے؟

⑥ شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کے بارے میں حسین احمد ٹانڈوی مدنی نے لکھا ہے الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا۔ (الشہاب الثاقب، ص: ۴۲) حسین احمد مدنی کے خلیفہ قاضی زاہد الحسینی دیوبندی لکھتے ہیں پاکستان میں بعض لوگوں نے مشہور کر دیا تھا کہ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ نے بعد میں ان عقائد میں ترمیم فرما دی تھی حالانکہ یہ بالکل غلط بات اور اہل بدعت کی طرح افتراء ہے حضرت کے یہی عقائد آخر تک تھے۔ (چراغ محمد، ص: ۹۱۔۹۰)

⑦ مولوی زکریا کاندھلوی تبلیغی محدثین پر الزام لگاتے ہوئے لکھتا ہے "ان محدثین کا ظلم سنو (تقریر بخاری: ۵۱۲) (بتایئے کیا یہ سلف صالحین سے محبت ہے یا دشمنی" جھنگوی صاحب احناف نہ صرف عام ائمہ دین پر طعن کرتے ہیں بلکہ انھوں نے تو ان مقدس ہستیوں کو بھی معاف نہ کیا جنھیں قرآن مجید نے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا اعزاز عطا

کیا ان مقدس ہستیوں سے بھی عوام کو بدظن کرنے کے لیے کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔(انا للّٰہ و انّا الیہ راجعون)

⑧ i۔ مولوی حسین احمد ٹانڈوی مدنی نے فاتحہ خلف الامام کی حدیث کے راوی معروف فقیہ صحابی رسول ﷺ عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرتے ہوئے لکھا ہے اس کو عبادہ بن الصامت معنعن ذکر کرتے ہیں حالانکہ یہ مدلس ہیں اور مدلس کا عنعنہ معتبر نہیں۔ (توضیح الترمذی:۱/۴۳۶، ۴۳۷، مطبوعہ مدنی بک ڈپو، مدنی نگر، کلکتہ:۵۱)

مزید لکھتے ہیں: ''کیونکہ بعض کے راوی عبادہ ہیں جو کہ مدلس ہیں۔'' (ایضاً:۱/۴۳۷)

صحابی رسول کو مدلس قرار دینا کیا جھنگوی صاحب کے نزدیک حسن ظن کا اہم پہلو ہے؟ یہ مسلکی تعصب کی بناء پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لوگوں کو متنفر کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

ii۔ ماسٹر امین اوکاڑوی نے سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں شرم و حیاء سے عاری ہو کر لکھا ہے: ''یہ عبادہ مجہول الحال ہے۔'' (میزان الاعتدال) (جزء القراءۃ بتحریفات اوکاڑوی:۱۳۱)

⑨ ملا جیون حنفی صاحب ''نور الانوار'' نے لکھا ہے:

[و ان کان مجهولا ای فی راوية الحديث والعدالة لا فی النسب بان لمْ يعرف الا بحديث او حديثين كوابصة بن معبد]

(نور الانوار مع شرح الاقمار، ص:۱۴۸، مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور)

''وابصہ بن معبد (صحابی رسول) مجہول العدالۃ ہے یعنی ان کے قابل اعتماد ہو نیکی کوئی دلیل نہیں۔''

جب کہ پوری امت کا اجماعی فیصلہ ہے:

[الصحابة كلهم عدول] (تدريب الراوی)

''صحابہ رضی اللہ عنہم سب کے سب عادل ہیں۔''

ایسا ہی کچھ ابن نجیم حنفی نے کہا جب یہ لکھا کہ انس رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ غیر فقیہ تھے۔

(فتح الغفار بشرح المنار، ص:۲۷۴)

ملا جیون کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

[و ان عرف بالعدالة والضبط دون الفقه كأنس و أبی هريرة رضی اللّٰه عنهم] (نور الانوار ص:۱۸۳، مکتبہ رحمانیہ مبحث بیان احوال الراوی)

مزید لکھتے ہیں بعض صحابہ مجہول العدالۃ تھے۔ (ایضاً:۲۷۷)

⑩ [قال الفقيهه ابو جعفر سمعت شيخى ابا بكر يقول سُئِلَ ابراهيم عن تكبير ايّام التشريق على الاشراق والجهربها قال ذالك تكبير الحوكة] (فتاویٰ عالمگیری:۵/۳۱۹)

"ابراہیم سے ایام تشریق کہنا اور اونچی کہنے کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا یہ جولاہوں کا کام ہے۔"

یہ تکبیرات صحابہ کرام میں سے سیدنا عمر، سیدنا علی، سیدنا ابن مسعود و سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بسند صحیح ثابت ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں:

[فامّا من فعل عمر، و علی و عبد اللّٰه بن عباس، و عبد اللّٰه بن مسعود فصحيح عنهم التكبير (من غداة عرفة الى آخر ايام التشريق)] (تلخیص المستدرک:۱/۲۹۹، ط:اخری:۱/۴۰۸)

پہلی بات امام حاکم نے بھی کہی ہے۔(ایضاً) دو خلیفہ راشد اور مفسر قرآن وفقیہ امت ابن مسعود رضی اللہ عنہم پر "جولاہے" کی پھبتی اڑانا (معاذ اللہ) کونسی محبت وعقیدت کا درس ہے؟ اور یہ فتاویٰ عالمگیری پر بقول اوکاڑوی پارٹی 500 حنفی علماء کا اجماع ہے۔ (قافلہ حق، صفحہ:۲۹، جلد نمبر:۱، شمارہ:۴)

............تلک عشرة كاملة............

حنفیو......!! کیا یہی امت کو صحابہ کرام سے عقیدت کا درس دیا ہے اور یہی بزرگانِ دین سے حسن ظن ہے؟

جھنگوی صاحب کہاں تک سناؤں یہ داستان ظلم آپ کو بطور عبرت یہی چند امثلہ کافی ہیں

جواز الصلوۃ فی الثوب الواحد:۲/۷، مترجم، ط:فرید بک سٹال لاہور)۔

"حضرت جابر سے روایت کہ انھوں نے ایک قمیص میں نماز پڑھائی۔ حالانکہ ان کے پاس زائد کپڑے بھی تھے تاکہ ہم کو سنت رسول ﷺ کی تعلیم دیں۔"

نبی ﷺ کی آخری نماز ننگے سر:

اسی کتاب مسند اامام اعظم کی شرح صفحہ:۷۳ میں لکھا ہے کہ ابن ابی شیبہ نے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے انھوں نے کہا میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہیں میں نے کہا ابا جان آپ ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہیں حالانکہ آپ کے پاس دیگر کپڑے بھی موجود ہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا آخری نماز جو میرے پیچھے نبی ﷺ نے ادا فرمائی وہ ایک کپڑے میں تھی۔ نیز دیکھیں: "شرح مسند ابی حنیفہ از ملا علی قاری ۱۴۷۔۱۴۶، ط دار الکتب العلمیۃ۔"

سنن نسائی میں مروی ہے:

[آخِرُ صَلَاةٍ صَلَّاهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الْقَوْمِ صَلَّى فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُتَوَشِّحًا خَلْفَ اَبِيْ بَكْرٍ]

(سنن نسائي كتاب الامامة باب صلاة الامام خلف رجل من رعيته، رقم: ٧٨٤، ابن حبان :٢١٢٥)

"آخری نماز جو نبی کریم ﷺ نے لوگوں کے ساتھ ادا کی وہ آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک کپڑے میں ادا کی اس اس طرح کہ آپ ﷺ کپڑے کو دو بغلوں سے نکال کر مخالف اطراف میں کندھوں پر ڈال کر سینے پر گرہ باندھنے والے تھے۔"

مسلک پرستی کے لیے جھوٹ:

جھنگوی صاحب نے اہل حدیث کو مطعون کرتے ہوئے لکھا ہے:

ملا جیون کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

[و ان عرف بالعدالة والضبط دون الفقه كأنس و أبي هريرة رضي الله عنهم] (نور الانوار،ص:۱۸۳، مکتبہ رحمانیہ مبحث بیان احوال الراوی)

مزید لکھتے ہیں بعض صحابہ مجہول العدالۃ تھے۔ (ایضاً:۲۷۷)

⑩ [قال الفقيه ابو جعفر سمعت شيخي ابا بكر يقول سُئِلَ ابراهيم عن تكبير ايّام التشريق على الاشراق والجهربها قال ذالك تكبير الحوكة] (فتاویٰ عالمگیری:۳۱۹/۵)

''ابراہیم سے ایام تشریق کہنا اور اونچی کہنے کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا یہ جولاہوں کا کام ہے۔''

یہ تکبیرات صحابہ کرام میں سے سیدنا عمر، سیدنا علی، سیدنا ابن مسعود و سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بسند صحیح ثابت ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں:

[فامّا من فعل عمر، و علي و عبد الله بن عباس، و عبد الله بن مسعود فصحيح عنهم التكبير (من غداة عرفة الى آخر ايام التشريق)] (تلخیص المستدرک:۲۹۹/۱، ط:اخری:۴۰۸/۱)

پہلی بات امام حاکم نے بھی کہی ہے۔ (ایضاً) دو خلیفہ راشد اور مفسر قرآن وفقیہ امت ابن مسعود رضی اللہ عنہم پر ''جولاہے'' کی پھبتی اڑانا (معاذ اللہ) کونسی محبت وعقیدت کا درس ہے؟ اور یہ فتاویٰ عالمگیری پر بقول اوکاڑوی پارٹی 500 حنفی علماء کا اجماع ہے۔ (قافلہ حق، صفحہ:۲۹، جلد نمبر:۱، شمارہ:۴)

..................تلك عشرة كاملة..................

حنفیو......!! کیا یہی امت کو صحابہ کرام سے عقیدت کا درس دیا ہے اور یہی بزرگانِ دین سے حسن ظن ہے؟

جھنگوی صاحب کہاں تک سناؤں یہ داستان ظلم آپ کو بطور عبرت یہی چند امثلہ کافی ہیں

جواز الصلوۃ فی الثوب الواحد:۷۲، مترجم، ط: فرید بک سٹال لاہور)۔

''حضرت جابر سے روایت کہ انھوں نے ایک قمیص میں نماز پڑھائی۔ حالانکہ ان کے پاس زائد کپڑے بھی تھے تاکہ ہم کو سنت رسول ﷺ کی تعلیم دیں۔''

نبی ﷺ کی آخری نماز ننگے سر:

اسی کتاب مسند الامام اعظم کی شرح صفحہ:۷۳ میں لکھا ہے کہ ابن ابی شیبہ نے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے انھوں نے کہا میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہیں میں نے کہا ابا جان آپ ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہیں حالانکہ آپ کے پاس دیگر کپڑے بھی موجود ہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا آخری نماز جو میرے پیچھے نبی ﷺ نے ادا فرمائی وہ ایک کپڑے میں تھی۔ نیز دیکھیں: ''شرح مسند ابی حنیفہ از ملا علی قاری ۱۴۷۔۱۴۶، ط دار الکتب العلمیۃ۔''

سنن نسائی میں مروی ہے:

[آخِرُ صَلَاةٍ صَلَّاهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ مَعَ الْقَوْمِ صَلَّى فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُتَوَشِّحًا خَلْفَ اَبِيْ بَكْرٍ]

(سنن نسائی كتاب الامامة باب صلاة الامام خلف رجل من رعيته، رقم: ٧٨٤، ابن حبان: ٢١٢٥)

''آخری نماز جو نبی کریم ﷺ نے لوگوں کے ساتھ ادا کی وہ آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک کپڑے میں ادا کی اس اس طرح کہ آپ ﷺ کپڑے کو دو بغلوں سے نکال کر مخالف اطراف میں کندھوں پر ڈال کر سینے پر گرہ باندھنے والے تھے۔''

مسلک پرستی کے لیے جھوٹ:

جھنگوی صاحب نے اہل حدیث کو مطعون کرتے ہوئے لکھا ہے:

اعتراض ④: ''ان کے بڑھنے کا راز'' جھوٹ ہی جھوٹ اور پروپیگنڈہ اپنے مسلک کے لیے جتنا بھی جھوٹ بولنا پڑے بول جاتے ہیں۔''

''مسلک پرستی کی خاطر جھوٹ کی مثال بیان کرتے ہوئے جھنگوی راقم ہے۔ حبیب الرحمٰن یزدانی انھوں نے اپنے ایک بیان میں فرمایا اگر سر پر پگڑی یا ٹوپی ہے تو اس پر مسح ہو سکتا ہے موزوں اور جرابوں پر بھی مسح ہوسکتا ہے امام بخاری نے بخاری شریف میں باب باندھا ہے [المسح علی الجوربین] ''جرابوں پر مسح کرنے کا باب'' (خطبات شہید اسلام ص:۲۳۴) یہ واعظ کا امام بخاری پر جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔ (تحفہ اہلحدیث، ص:۸، ۹)

جواب 1= مسلک پرستی کی خاطر جھوٹ بولنا پروپیگنڈا کرنا اور قرآن مجید اور احادیث نبویہ تک میں تحریف کرنا یہ دیوبندیوں کا وراثتی طریقہ رہا ہے۔

جواب 2= ''خطبات شہید اسلام'' یہ کتاب تو ہمیں میسر نہ ہوسکی وگرنہ حوالہ کی تحقیق کر سکتے کیونکہ جھنگوی جیسا کذاب نقل حوالہ میں معتبر نہیں اس نے خود اپنی اسی کتاب میں متعدد مقامات پر صریح جھوٹ بولے ہیں۔

جواب 3= جہاں تک شہید اسلام مولانا حبیب الرحمٰن رحمہ اللہ کے بیان کردہ مسائل کا تعلق ہے تو وہ الحمد للہ شریعت سے ثابت شدہ مسائل ہیں اور باقی حوالہ بیان کرنے میں سبقت لسانی یا سہو تو اگر یہ آل دیوبن کے نزدیک مسلک پرستی کے لیے جھوٹ کی علامت ہے تو ہم نہ ان باطل پرستوں کے لیے ان کے اکابرین کے مکروہ چہرہ کی نقاب کشائی کیے دیتے ہیں۔ شاید اس بناء پر اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرما دے۔

﴿۱﴾ دیوبند کے شیخ الحدیث قاری طیب صاحب لکھتے ہیں اس کے بارے میں وہ روایت ہے جو صحیح بخاری میں ہے کہ آواز بھی غیب سے ظاہر ہوگی کہ [ھذا خلیفة اللہ المھدی فاسْمَعُوا لَهٗ وَاَطِیْعُوا] یہ خلیفۃ اللہ مھدی ہیں ان کی سمع و اطاعت کرو۔'' (خطبات حکیم الاسلام: ج:۷، ص:۲۳۲)

نام سے مطبوع ہے اس میں بھی ص:۱۸ پر درج ہے یہ بات تو تمام علمائے حق کو معلوم ہے کہ دیوبندی اہل سنت والجماعت نہیں بلکہ فقط صوفی وحدۃ الوجودی اور غالی مقلد ہیں۔

ذرا سوچیئے! کیا نبی اکرم ﷺ کے دور میں مبتدعین دیابنہ غالی مقلدین تھے؟ ہرگز نہیں۔

آج کل کئی نو مولود قلمکار غالی مقلدین ڈھٹائی سے کام لیتے ہوئے یہ عذر تراشتے ہیں کہ یہ محض کتابت کی غلطی ہے (ادلہ کاملہ:۱۸) اس پر ہم اپنی طرف سے کوئی تبصرہ کریں تو شاید ہمارے یہ بھائی تلملا اُٹھیں اس لیے ہم انھیں کے ہم مذہب جناب عامر عثمانی دیوبندی کا وہ تبصرہ نقل کرتے ہیں جو انھوں نے مولانا آزاد رحمانی کی کتاب پر رقم فرمایا تھا۔ عثمانی صاحب فرماتے ہیں مولانا رحمانی کو حیرت ہے اور بجا حیرت ہے کہ وہ کونسا قرآن ہے جس سے شیخ الہند نے بڑے جزم و وثوق کے ساتھ الفاظ کے ایک مجموعے کو قرآن کی آیت قرار دیا جو تیس پاروں میں کہیں موجود نہیں۔

ماہنامہ تجلی دیوبند نومبر:۱۹۶۲ء صفحہ:۶۱، ۶۲، پر لکھتے ہیں کہ کتابت کی غلطی اس لیے نہیں کہی جا سکتی کہ حضرت شیخ الہند کا استدلال ہی اس ٹکڑے پر قائم ہے جو اضافہ شدہ ہے اور آیت کا اسی اضافہ شدہ شکل میں قرآن میں موجود ہونا وہ شد و مد سے بیان فرما رہے ہیں اولی الامر کے واجب الاتباع ہونے کا استنباط بھی اسی سے کر رہے ہیں۔ حیرت در حیرت کہ جس مقصد کے لیے یہ اصل آیت نازل ہوئی ان کے اضافہ کردہ فقرے نے اس کے استدلال کو بالکل الٹ کر دیا۔ (بحوالہ توضیح الکلام:۱/۲۵۵)

ماسٹر امین اوکاڑوی اور تحریف قرآن:

﴿۸﴾ مسلک پرستی کی خاطر کذب و تحریف آل دیوبند کا محبوب مشغلہ ہے اسی لیے جھنگوی کے پیرو مرشد ماسٹر امین نے لکھا ہے:

”﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا الصَّلَاةَ﴾“ ”اے ایمان والو! اپنے ہاتھوں کو روک کر رکھو جب نماز پڑھو۔“ اس آیت سے بھی بعض لوگوں

اعتراض ④: ''ان کے بڑھنے کا راز'' جھوٹ ہی جھوٹ اور پروپیگنڈہ اپنے مسلک کے لیے جتنا بھی جھوٹ بولنا پڑے بول جاتے ہیں۔''

''مسلک پرستی کی خاطر جھوٹ کی مثال بیان کرتے ہوئے جھنگوی راقم ہے۔ حبیب الرحمٰن یزدانی انھوں نے اپنے ایک بیان میں فرمایا اگر سر پر پگڑی یا ٹوپی ہے تو اس پر مسح ہو سکتا ہے موزوں اور جرابوں پر بھی مسح ہو سکتا ہے امام بخاری نے بخاری شریف میں باب باندھا ہے [المسح علی الجوربین] ''جرابوں پر مسح کرنے کا باب'' (خطبات شہید اسلام ص:۲۳۴) یہ واعظ کا امام بخاری پر جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔ (تحفہ اہلحدیث، ص:۸، ۹)

جواب 1= مسلک پرستی کی خاطر جھوٹ بولنا پروپیگنڈا کرنا اور قرآن مجید اور احادیث نبویہ تک میں تحریف کرنا یہ دیوبندیوں کا وراثتی طریقہ رہا ہے۔

جواب 2= ''خطبات شہید اسلام'' یہ کتاب تو ہمیں میسر نہ ہو سکی وگرنہ حوالہ کی تحقیق کر سکتے کیونکہ جھنگوی جیسا کذاب نقل حوالہ میں معتبر نہیں اس نے خود اپنی اسی کتاب میں متعدد مقامات پر صریح جھوٹ بولے ہیں۔

جواب 3= جہاں تک شہید اسلام مولانا حبیب الرحمٰن رحمہ اللہ کے بیان کردہ مسائل کا تعلق ہے تو وہ الحمد للہ شریعت سے ثابت شدہ مسائل ہیں اور باقی حوالہ بیان کرنے میں سبقت لسانی یا سہو تو اگر یہ آل دیوبن کے نزدیک مسلک پرستی کے لیے جھوٹ کی علامت ہے تو ہم نہ ان باطل پرستوں کے لیے ان کے اکابرین کے مکروہ چہرہ کی نقاب کشائی کیے دیتے ہیں۔ شاید اس بناء پر اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرما دے۔

① دیوبند کے شیخ الحدیث قاری طیب صاحب لکھتے ہیں اس کے بارے میں وہ روایت ہے جو صحیح بخاری میں ہے کہ آواز بھی غیب سے ظاہر ہو گی کہ [ھذا خلیفة اللّٰه المھدی فاسْمَعُوا لَهٗ وَاَطِیْعُوا] یہ خلیفۃ اللہ مھدی ہیں ان کی سمع و اطاعت کرو۔'' (خطبات حکیم الاسلام: ج:۷، ص:۲۳۲)

نام سے مطبوع ہے اس میں بھی ص:۱۸ پر درج ہے یہ بات تو تمام علمائے حق کو معلوم ہے کہ دیوبندی اہل سنت والجماعت نہیں بلکہ فقط صوفی وحدۃ الوجودی اور غالی مقلد ہیں۔

ذرا سوچیے ! کیا نبی اکرم ﷺ کے دور میں مبتدعین دیابنہ غالی مقلدین تھے؟ ہرگز نہیں۔

آج کل کئی نو مولود قلمکار غالی مقلدین ڈھٹائی سے کام لیتے ہوئے یہ عذر تراشتے ہیں کہ یہ محض کتابت کی غلطی ہے (ادلہ کاملہ:۱۸) اس پر ہم اپنی طرف سے کوئی تبصرہ کریں تو شاید ہمارے یہ بھائی تلملا اُٹھیں اس لیے ہم انھیں کے ہم مذہب جناب عامر عثمانی دیوبندی کا وہ تبصرہ نقل کرتے ہیں جو انھوں نے مولانا آزاد رحمانی کی کتاب پر رقم فرمایا تھا۔ عثمانی صاحب فرماتے ہیں مولانا رحمانی کو حیرت ہے اور بجا حیرت ہے کہ وہ کونسا قرآن ہے جس سے شیخ الہند نے بڑے جزم و وثوق کے ساتھ الفاظ کے ایک مجموعے کو قرآن کی آیت قرار دیا جو تیس پاروں میں کہیں موجود نہیں۔

ماہنامہ تجلی دیوبند نومبر:۱۹۶۲ء صفحہ:۶۱، ۶۲، پر لکھتے ہیں کہ کتابت کی غلطی اس لیے نہیں کہی جا سکتی کہ حضرت شیخ الہند کا استدلال ہی اس ٹکڑے پر قائم ہے جو اضافہ شدہ ہے اور آیت کا اسی اضافہ شدہ شکل میں قرآن میں موجود ہونا وہ شد و مد سے بیان فرما رہے ہیں اولی الامر کے واجب الاتباع ہونے کا استنباط بھی اسی سے کر رہے ہیں۔ حیرت در حیرت کہ جس مقصد کے لیے یہ اصل آیت نازل ہوئی ان کے اضافہ کردہ فقرے نے اس کے استدلال کو بالکل الٹ کر دیا۔ (بحوالہ توضیح الکلام:۱/۲۵۵)

ماسٹر امین اوکاڑوی اور تحریف قرآن:

﴿۸﴾ مسلک پرستی کی خاطر کذب و تحریف آل دیوبند کا محبوب مشغلہ ہے اسی لیے جھنگوی کے پیرو مرشد ماسٹر امین نے لکھا ہے:

"﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا الصَّلَاةَ ﴾ "اے ایمان والو! اپنے ہاتھوں کو روک کر رکھو جب نماز پڑھو۔" اس آیت سے بھی بعض لوگوں

نے نماز کے اندر رفع الیدین کے منع پر دلیل لی ہے۔ (بلفظہ تحقیق مسئلہ رفع الیدین ص:۶، طبع اوّل) اس عبارت کو کاتب کی غلطی کہنا غلط ہے کیونکہ ماسٹر امین اوکاڑوی نے اس کا ترجمہ بھی کیا ہے۔"

اعتراض ④: مقلد جھنگوی راقم ہے! مسائل میں جھوٹ بول کر لوگوں کو آزادی دیتے ہو ﴿سُبۡحَانَکَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ﴾ اس آزادی کو حاصل کرنے کے لیے اور صحیح شرعی پابندی سے جان چھڑانے کے لیے لوگ غیر مقلد ہو رہے ہیں لوگ جو آوارگی چاہتے تھے وہ آپ کے گھر سے مل گئی۔ (بلفظہ تحفہ، ص:۹)

جواب= جھنگوی صاحب میں اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی امانت و دیانت ہوتی تو ایسے بے بنیاد بہتان نہ تراشتے اصل مسئلہ یہ ہے کہ احناف خصوصاً دیوبندیوں نے فقہ کے نام پر شریعت سازی کا جو چور دروازہ کھول رکھا تھا لوگ اس سے واقف ہو رہے ہیں اور ان کے خود ساختہ مسلک کو چھوڑ کر مسلک حق اہل حدیث قبول کر رہے ہیں جس کی تکلیف احناف کو اور بالخصوص دیوبندی مولویوں کو ہے اسی کی بنا پر یہ لوگ مسلک اہل حدیث کو ہدف تنقید بنائے بیٹھے ہیں اور ان لوگوں کو اصل تکلیف ہم سے نہیں بلکہ قرآن وحدیث سے ہے جس کی زندہ اور روشن دلیل یہ تحریر ہے۔ قاضی زاہد الحسینی نے کتاب "دفاع امام ابوحنیفہ" (ص:۲۶) اور عبدالقیوم حقانی نے کتاب کشکول معرفت کے مقدمہ میں لکھا ہے۔

قرآن و حدیث کا اردو زبان میں ترجمہ کرنا مارقیت (خارجیت) کو پھیلانا ہے مارقہ خوارج کو کہتے ہیں جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے کہا:

[يمرقون من الاسلام كما يمرق السهم من الرمية] (بخاری:۳۶۱۱)

"وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔"

جھنگوی صاحب اور ان کا ہم نوا ٹولہ کتاب وسنت کا دشمن ہے اسی لیے یہ لوگ اپنے باطل مسلک کے حیاء سوز مسائل کو فقہ اہل حدیث باور کروا کر اہل حدیث کو بدنام کرنے کی

"ابو یوسف (تلمیذ ابی حنیفہ) سے مروی ہے لونڈی کا دودھ بیچنا جائز ہے یہ بھی مفتی بہ قول ہے۔"

⑥ [اِذَا قراء الامام من المصحف فسدت صلاته عند ابی حنیفة۔]

(الهداية : ١/١٣٧، مطبوع المصباح لاهور)

"اگر امام قرآن مجید سے دیکھ کر پڑھے تو ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہے۔"

[و لو نظر المصلی علی المصحف و قراء منه فسدت صلاته لا الی فرج امرأة بشهوة]

"اگر نمازی قرآن مجید (مصحف) دیکھ کر پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن شہوت کے ساتھ عورت کی شرمگاہ دیکھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔"

(الاشباه والنظائر ،ص:٤٠٨، مطبوعه قديمى كتب خانه كراچى)

انداز ہ لگائیے! کیسی بے ہودہ و حیاء سوز باتیں ہیں لیکن فقہ کے نام سے فقہاء احناف کی کتب میں موجود ہیں۔ جھنگوی صاحب! اسے آپ کیا نام دیں گے؟

ہمیں تو ایسی باتیں نقل کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے لیکن افسوس کہ جھنگوی صاحب اور ان جیسے کئی دیگر لوگ ایسی کتابوں کو فقہ کے خوشنما عنوان سے سینے سے لگائے بیٹھے ہیں سو ان کے بہتانات کا جواب دینے اور انھیں ان کا اصلی چہرہ دکھلانے کے لیے یہ چند باتیں فقہ حنفی کی اصل کتب سے نقل کی ہیں جن کے بارے حنفی فقہاء نے لکھا ہے کہ ان کو دیکھنا ہی قیام اللیل سے افضل ہے۔ (عالمگیری:۵/۳۱۵)

جرابوں پر مسح:

اعتراض ⑤= بجائے پاؤں دھونے کے عام جرابوں پر مسح کا حکم دینا دین سے بیزاری اور دین سے آزادی پیدا ہوتی ہے۔ (تحفہ اہل حدیث:۹)

جواب: اچھا......!! وضوء میں پاؤں دھونے کی بجائے، کسی چیز پر مسح کرنے سے آزادی پیدا ہوتی ہے تو آپ بھی آوارہ ہیں، کیونکہ موزوں پر مسح کے آپ بھی قائل ہیں،

نے نماز کے اندر رفع الیدین کے منع پر دلیل لی ہے۔ (بلفظہ تحقیق مسئلہ رفع الیدین،ص:٦، طبع اوّل) اس عبارت کو کاتب کی غلطی کہنا غلط ہے کیونکہ ماسٹر امین اوکاڑوی نے اس کا ترجمہ بھی کیا ہے۔"

اعتراض ④: مقلد جھنگوی راقم ہے! مسائل میں جھوٹ بول کر لوگوں کو آزادی دیتے ہو ﴿سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾ اس آزادی کو حاصل کرنے کے لیے اور صحیح شرعی پابندی سے جان چھڑانے کے لیے لوگ غیر مقلد ہو رہے ہیں لوگ جو آوارگی چاہتے تھے وہ آپ کے گھر سے مل گئی۔ (بلفظہ تحفہ،ص:۹)

جواب = جھنگوی صاحب میں اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی امانت و دیانت ہوتی تو ایسے بے بنیاد بہتان نہ تراشتے اصل مسئلہ یہ ہے کہ احناف خصوصاً دیوبندیوں نے فقہ کے نام پر شریعت سازی کا جو چور دروازہ کھول رکھا تھا لوگ اس سے واقف ہو رہے ہیں اور ان کے خود ساختہ مسلک کو چھوڑ کر مسلک حق اہل حدیث قبول کر رہے ہیں جس کی تکلیف احناف کو اور بالخصوص دیوبندی مولویوں کو ہے اسی کی بنا پر یہ لوگ مسلک اہل حدیث کو ہدف تنقید بنائے بیٹھے ہیں اور ان لوگوں کو اصل تکلیف ہم سے نہیں بلکہ قرآن وحدیث سے ہے جس کی زندہ اور روشن دلیل یہ تحریر ہے۔ قاضی زاہد الحسینی نے کتاب "دفاع امام ابوحنیفہ" (ص:۲٦) اورعبدالقیوم حقانی نے کتاب کشکول معرفت کے مقدمہ میں لکھا ہے۔

قرآن و حدیث کا اردو زبان میں ترجمہ کرنا مارقیت (خارجیت) کو پھیلانا ہے مارقہ خوارج کو کہتے ہیں جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے کہا:

[يمرقون من الاسلام كما يمرق السهم من الرمية] (بخاری:۳٦۱۱)

"وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔"

جھنگوی صاحب اور ان کا ہم نوا ٹولہ کتاب وسنت کا دشمن ہے اسی لیے یہ لوگ اپنے باطل مسلک کے حیاء سوز مسائل کو فقہ اہل حدیث باور کروا کر اہل حدیث کو بدنام کرنے کی

"ابو یوسف (تلمیذ ابی حنیفہ) سے مروی ہے لونڈی کا دودھ بیچنا جائز ہے یہ بھی مفتی بہ قول ہے۔"

٦ [اِذَا قراء الامام من المصحف فسدت صلاته عند ابی حنیفة۔]

(الهداية : ۱/۱۳۷، مطبوع المصباح لاهور)

"اگر امام قرآن مجید سے دیکھ کر پڑھے تو ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہے۔"

[و لو نظر المصلی علی المصحف و قراء منه فسدت صلاته لا الی فرج امرأة بشهوة]

" اگر نمازی قرآن مجید (مصحف) دیکھ کر پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن شہوت کے ساتھ عورت کی شرمگاہ دیکھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔"

(الاشباه والنظائر ،ص:۴۰۸، مطبوعه قدیمی کتب خانه کراچی)

اندازہ لگائیے! کیسی بے ہودہ و حیاء سوز باتیں ہیں لیکن فقہ کے نام سے فقہاء احناف کی کتب میں موجود ہیں۔ جھنگوی صاحب! اسے آپ کیا نام دیں گے؟

ہمیں تو ایسی باتیں نقل کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے لیکن افسوس کہ جھنگوی صاحب اور ان جیسے کئی دیگر لوگ ایسی کتابوں کو فقہ کے خوشنما عنوان سے سینے سے لگائے بیٹھے ہیں سو ان کے بہتانات کا جواب دینے اور انھیں ان کا اصلی چہرہ دکھلانے کے لیے یہ چند باتیں فقہ حنفی کی اصل کتب سے نقل کی ہیں جن کے بارے حنفی فقہاء نے لکھا ہے کہ ان کو دیکھنا ہی قیام اللیل سے افضل ہے۔ (عالمگیری:۵/۳۱۵)

جرابوں پر مسح:

اعتراض ⑤ = بجائے پاؤں دھونے کے عام جرابوں پر مسح کا حکم دینا دین سے بیزاری اور دین سے آزادی پیدا ہوتی ہے۔ (تحفہ اہل حدیث:۹)

جواب: اچھا......!! وضوء میں پاؤں دھونے کی بجائے، کسی چیز پر مسح کرنے سے آزادی پیدا ہوتی ہے تو آپ بھی آوارہ ہیں، کیونکہ موزوں پر مسح کے آپ بھی قائل ہیں،

آپ کہہ دیں کہ موزوں پر مسح احادیث سے ثابت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ جرابوں پر مسح بھی حدیث سے ثابت ہے۔ یہ کتنا ظلم ہے کہ آپ حدیث پر عمل کریں تو اہل سنت، کوئی اور کرے تو آزادی پیدا ہوتی ہے۔ حالانکہ جرابوں پر مسح متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے خفین پر مسح متواتر احادیث سے ثابت ہے جرابیں بھی اسی کی ایک قسم ہیں جیسا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ ابراہیم نخعی اور نافع رحمہ اللہ سے مروی ہے جو لوگ جرابوں پر مسح کے منکر ہیں ان کے پاس قرآن و حدیث اور اجماع میں سے ایک بھی صریح دلیل نہیں فقط تاویلات ہیں۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں:

[و مسح علی الجوربین علی بن ابی طالب و ابو مسعود والبراء بن عازب و انس بن مالك و ابو امامة و سهل بن سعد و عمر بن حريث و روی ذالك عن عمر بن الخطاب و ابن عباس رضی الله عنهم۔] (سنن ابی داؤد، رقم:۱۵۹، ۱/۲٤، طبع دار السلام)

"① علی بن ابی طالب، ② ابو مسعود، ③ براء بن عازب، ④ انس بن مالک، ⑤ ابو امامہ، ⑥ سہل بن سعد، ⑦ عمرو بن حریث (رضی اللہ عنہم) نے جرابوں پر مسح کیا اور ⑧ عمر بن خطاب اور ⑨ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی جرابوں پر مسح کرنا مروی ہے۔"

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[و لان الصحابة رضی اللہ عنہم مسحوا علی الجورب و لم يظهر لهم مخالف فی عصرهم فكان اجماعاً]

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جرابوں پر مسح کیا ہے اور ان کے زمانے میں ان کا کوئی مخالف ظاہر نہ ہوا لہٰذا اس پر اجماع ہے کہ جرابوں پر مسح کرنا صحیح ہے۔"

(المغنی: ۱/۱۸۱، مسئلہ:٤٢٦)

صحابہ کرام کے اس اجماع کی تائید میں مرفوع روایات بھی موجود ہیں مثلاً دیکھئے

جواب: جھنگوی صاحب یہاں بھی اپنی خود ساختہ فقہ کے دفاع میں اپنی روایتی بددیانتی سے باز نہیں آئے حق تو یہ تھا پورا فتویٰ بمع دلیل نقل کرتے پھر اعتراض کرتے اس طرح کرنے سے چونکہ ہر قاری پر ان کی حدیث دشمنی واضح ہو جاتی تھی کہ ان مقلدین کو اصل اعتراض فتاویٰ ثنائیہ یا ستاریہ پر نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ پر ہے جن کا یہ عمل مبارک ہے یا پھر محدثین عظام پر جنھوں نے اس حدیث کو بیان کیا۔

فتاویٰ ثنائیہ کی عبارت ملاحظہ ہو، مسافر اس کو کہتے ہیں جو اپنے وطن سے نکل کر کسی دوسری بستی کو جائے اس کی کم سے کم حد بحکم حدیث شریف تین میل ہے جو شخص گناہ کا سفر کرے وہ سفری رعائت کا حقدار نہیں مگر علماء حنفیہ اس کو بھی رعایت دیتے ہیں مثلاً کوئی شخص چوری کرنے جائے تو اس کو مسافر قرار دیتے ہیں لیکن محدثین اس کو شرعی مسافر نہیں کہتے۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ۱/ ۶۳۱، از قلم ابوسعید شرف الدین دھلوی)

فتویٰ میں صراحتاً لکھا ہے: بحکم حدیث تین میل ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

[كان رسول الله اذا خرج مسيرة ثلاثة اميال او ثلاثة فراسخ صلى ركعتين] (مسند احمد، صحيح مسلم: ۱/ ۴۳۷، باب في كم يقصر الصلاة، رقم الحديث: ۱۵۸۳، ابوداؤد: ۱۲۰۱)

"نبی ﷺ جب تین میل یا تین فرسخ کی مسافت پر جاتے تو دو رکعت نماز ادا کرتے تین میل کی مسافت پر قصر اور صرف بعض اہل حدیث کا موقف نہیں بلکہ متقدمین میں بھی اہل علم کی ایک جماعت اس کی قائل رہی ہے۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

[قد اخذ بظاهر حديث انس المذكور فى الباب الظاهرية كما قال النووى۔]

"اس مسئلہ میں اہل ظاہر (ابن حزم داؤد ظاہری وغیرھم رحمہم اللہ) نے اس حدیث

آپ کہہ دیں کہ موزوں پر مسح احادیث سے ثابت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ جرابوں پر مسح بھی حدیث سے ثابت ہے۔ یہ کتنا ظلم ہے کہ آپ حدیث پر عمل کریں تو اہل سنت، کوئی اور کرے تو آزادی پیدا ہوتی ہے۔حالانکہ جرابوں پر مسح متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے خفین پر مسح متواتر احادیث سے ثابت ہے جرابیں بھی اسی کی ایک قسم ہیں جیسا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ ابراہیم نخعی اور نافع رحمہ اللہ سے مروی ہے جو لوگ جرابوں پر مسح کے منکر ہیں ان کے پاس قرآن و حدیث اور اجماع میں سے ایک بھی صریح دلیل نہیں فقط تاویلات ہیں۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں:

[و مسح على الجوربين علي بن ابي طالب و ابو مسعود والبراء بن عازب و انس بن مالك و ابو امامة و سهل بن سعد و عمر بن حريث و روى ذالك عن عمر بن الخطاب و ابن عباس رضي الله عنهم۔] (سنن ابی داؤد، رقم: ۱۵۹، ۱/۲٤، طبع دارالسلام)

"① علی بن ابی طالب، ② ابومسعود، ③ براء بن عازب، ④ انس بن مالک، ⑤ ابوامامہ، ⑥ سہل بن سعد، ⑦ عمرو بن حریث (رضی اللہ عنہم) نے جرابوں پر مسح کیا اور ⑧ عمر بن خطاب اور ⑨ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی جرابوں پر مسح کرنا مروی ہے۔"

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[و لان الصحابة رضي الله عنهم مسحوا على الجورب و لم يظهر لهم مخالف في عصرهم فكان اجماعاً]

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جرابوں پر مسح کیا ہے اور ان کے زمانے میں ان کا کوئی مخالف ظاہر نہ ہوا لہٰذا اس پر اجماع ہے کہ جرابوں پر مسح کرنا صحیح ہے۔

(المغنی: ۱/۱۸۱، مسئلہ: ٤۲٦)

صحابہ کرام کے اس اجماع کی تائید میں مرفوع روایات بھی موجود ہیں مثلاً دیکھئے

جواب: جھنگوی صاحب یہاں بھی اپنی خود ساختہ فقہ کے دفاع میں اپنی روایتی بددیانتی سے باز نہیں آئے حق تو یہ تھا پورا فتویٰ بمع دلیل نقل کرتے پھر اعتراض کرتے اس طرح کرنے سے چونکہ ہر قاری پر ان کی حدیث دشمنی واضح ہو جاتی تھی کہ ان مقلدین کو اصل اعتراض فتاویٰ ثنائیہ یا ستاریہ پر نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ پر ہے جن کا یہ عمل مبارک ہے یا پھر محدثین عظام پر جنھوں نے اس حدیث کو بیان کیا۔

فتاویٰ ثنائیہ کی عبارت ملاحظہ ہو، مسافر اس کو کہتے ہیں جو اپنے وطن سے نکل کر کسی دوسری بستی کو جائے اس کی کم سے کم حد بحکم حدیث شریف تین میل ہے جو شخص گناہ کا سفر کرے وہ سفری رعائت کا حقدار نہیں مگر علماء حنفیہ اس کو بھی رعایت دیتے ہیں مثلاً کوئی شخص چوری کرنے جائے تو اس کو مسافر قرار دیتے ہیں لیکن محدثین اس کو شرعی مسافر نہیں کہتے۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ۱/ ۶۳۱، از قلم ابوسعید شرف الدین دھلوی)

فتویٰ میں صراحتاً لکھا ہے: بحکم حدیث تین میل ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

[كان رسول الله اذا خرج مسيرة ثلاثة اميال او ثلاثة فراسخ صلى ركعتين] (مسند احمد، صحيح مسلم: ۱/ ۴۳۷، باب فى كم يقصر الصلاة، رقم الحديث: ۱۵۸۳، ابوداؤد: ۱۲۰۱)

"نبی ﷺ جب تین میل یا تین فرسخ کی مسافت پر جاتے تو دو رکعت نماز ادا کرتے تین میل کی مسافت پر قصر اور صرف بعض اہل حدیث کا موقف نہیں بلکہ متقدمین میں بھی اہل علم کی ایک جماعت اس کی قائل رہی ہے۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

[قد اخذ بظاهر حديث انس المذكور فى الباب الظاهرية كما قال النووى۔]

"اس مسئلہ میں اہل ظاہر (ابن حزم داؤد ظاہری وغیرھم رحمہم اللہ) نے اس حدیث

کے عموم سے دلیل پکڑی ہے جس طرح کہ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا۔"

وہ اسی طرف گئے ہیں کہ قصر کی کم از کم مسافت تین میل ہیں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "فتح الباری" میں لکھا ہے کہ یہ حدیث اس مسئلہ میں سب سے زیادہ صحیح اور سب سے زیادہ واضح ہے۔ (نیل الاوطار: ۳/۲۱۹) بلکہ سنن سعید بن منصور میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

[كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرَ فَرْسَخًا يَقْصُرُ الصَّلَاةَ] (بحواله نيل الاوطار: ۳/۲۲۰)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ایک (فرسخ) تین میل سفر کرتے تو قصر نماز ادا کرتے۔"

ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو "التلخیص الحبیر" میں نقل کر کے اس پر سکوت فرمایا ہے جو عند الاحناف حدیث کے کم از کم حسن ہونے کی دلیل ہے (دیکھیے: قواعد فی علوم الحدیث، ظفر احمد تھانوی، ص: ۹۰، مطبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی) اہل علم کی ایک جماعت جو تین فرسخ (نو میل حجازی) پر قصر کے قائل ہیں وہ احتیاط کے پہلو کو اختیار کیے ہوئے ہیں جو کہ انسب (زیادہ مناسب) ہے۔

قارئین کرام! اندازہ لگائیے جھنگوی صاحب کی جرأت و جسارت کہ ایک ایسی بات جو صحیح اور صریح حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، کو آوارگی اور دین سے بیزاری کہتے ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہ حدیث ان کی خود ساختہ فقہ کے خلاف ہے تو فرزند دیوبند نے تعصب اور تقلید کے ساتھ حق وفا کرتے ہوئے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آوارگی اور شریعت سے آزادی قرار دیا ہے۔ "دعویٰ وزعم ہے بزرگوں کے ادب کا" اور بہتان لگائیں گے تو اہل حدیث پر...... سبحان اللہ......

جھنگوی صاحب! اس قسم کے لغو رسائل لکھنے کی بجائے بہتر تو یہ ہے کہ غور سے قرآن مجید کا مطالعہ فرمالیں تاکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی مقام و منصب سے کما حقہ آگاہ

ہو جائیں۔...... معاف کیجیے گا آپ کا یہ انداز بتلا رہا ہے اور اس کی چغلی کھا رہا ہے کہ آپ ابھی تک رسول اللہ ﷺ کے عالی مقام و منصب اور دین اسلام میں آپ ﷺ کے قول و فعل کی اہمیت سے بھی صحیح طور پر آگاہ نہیں'' تو بزرگوں کا ادب آپ کو کیا آتا ہوگا اور کیا ادب آپ کرتے ہوں گے؟

جماعت ثانیہ کی شرعی حیثیت:

اعتراض ⑦: ''جب مسجد میں ایک جماعت ہو جائے اس کے بعد کئی جماعتوں کی اجازت دینا آزادی ہے۔'' (بلفظہ تحفۂ اہل حدیث:۱۰)

جواب = جماعت ہو جانے کے بعد اگر کچھ افراد مسجد میں آئیں تو ان کو جماعت ثانیہ کی اجازت دینا دین میں آزادی نہیں بلکہ شریعت سے ثابت شدہ مسئلہ ہے یہ بات ملحوظ رہے کہ جماعت ثانیہ کا مقصد مسجد میں انتشار وغیرہ نہ ہو کیونکہ یہ چیز مقصد جماعت کے خلاف ہیں۔

دلیل ①: ''باجماعت نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجے افضل ہے۔''

(صحیح البخاری:٦٤٥ ، مسلم:٢٤٩۔٢٥٠ ، مشكوة:٩٥)

اس حدیث کا عموم بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ جماعت ثانیہ شرعاً جائز ہے۔

دلیل ②: سنن ابی داؤد میں سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

[اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَبْصَرَ رَجُلًا يُصَلِّي وَحْدَه فَقَالَ اَلا رَجُلٌ يَتَصَدَّقُ عَلٰى هٰذَا فَيُصَلِّيَ مَعَهٗ]

(سنن ابی داؤد:١/١٥٧، درسی:١/٤٦٠، رقم:٥٧٤، طبع دار السلام)

''نبی ﷺ نے ایک آدمی کو اکیلے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا کوئی آدمی اس پر صدقہ نہیں کرسکتا کہ اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھے۔''

ترمذی کے الفاظ یہ ہیں:

[اَيُّكُمْ يَتَّجِرُ عَلٰى هٰذَا فَقَامَ رَجُلٌ فَصَلّٰى مَعَهٗ]
(ترمذی: ۲۲۰، مسند احمد: ۳/ ۵، ۱۵، ۴۵، ۸۵، دارمی: ۱/ ۳۱۸، محلی ابن حزم: ۶/ ۲۳۸، مستدرك حاكم)

"تم میں سے کون شخص ہے جو اس کے ساتھ اجرت میں شریک ہو؟ ایک آدمی کھڑا ہوا اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھی۔"

"نصب الرایہ" (۲/ ۵۷)، اور "قوت المغتذی" للسیوطی میں لکھا ہے کہ:

"وہ ساتھ مل کر نماز پڑھنے والے آدمی ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔"

دلیل ③: [عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ وَ قَدْ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فَقَامَ يُصَلِّيْ وَحْدَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ يَّتَّجِرُ عَلٰى هٰذَا فَيُصَلِّيْ مَعَهٗ؟ انتهى و سنده جَيِّدٌ۔] (نصب الرایہ: ۲/ ۵۸، طبع دار نشر الكتب الاسلامية لاهور)

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک آدمی مسجد میں آیا دراں حالیکہ نبی ﷺ نماز پڑھ چکے تھے اُس نے اکیلے ہی نماز پڑھنا شروع کردی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون اس کے ساتھ اجرت میں شریک ہوگا؟ اور اس کے ساتھ نماز پڑھے گا۔ (اس کی سند جید ہے)

خادم رسول انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی حدیث کا یہی مفہوم سمجھا اسی لیے وہ دوسری جماعت کے قائل و فاعل تھے۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں تعلیقاً لکھا ہے انس رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے جماعت فوت ہو چکی تھی تو انھوں نے اذان و اقامت کہی اور جماعت سے نماز پڑھی ان کا یہ اثر ابن ابی شیبہ (۱/ ۱۴۸) ابویعلی اور بیہقی میں بسند صحیح موجود ہے۔

یہ دلائل اس بات پر شاہد ہیں مسجد میں جماعت ثانیہ شرعاً جائز ہے۔

قارئین کرام......!! دیکھتے جائیں فرزند دیوبند کے کمالِ جسارت کو کہ کس بے دردی سے اپنی آزادی اور ذہنی آوارگی کا ثبوت فراہم کر رہے ہیں کہ ایک دو نہیں متعدد احادیث

سے ثابت ہونے والے کئی ایک مسائل کو آوارگی اور آزادی کی مثال بنا کر پیش کرتے چلے جا رہے ہیں۔ تف ہے ایسی ذہنیت پر جو برسوں مدرسوں میں وقت لگانے کے باوجود حقیقی منبع علم سے ایسے ہی نابلد و ناآشنا ہوتے ہیں جیسے پیدائشی اندھا سبز رنگ سے۔

دراصل جو مسئلہ ان کے تقلیدی مذہب کے مطابق ہے تو اس میں ہر طرح کی خوبی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جو مسئلہ ان کے موافق نہیں۔ خواہ وہ قرآن سے ثابت ہے یا حدیث سے، اس میں سے یہ لوگ ہزار ہا خرابیاں نکالنے اور اپنے مذہب کے دفاع کی سعی لا حاصل کریں گے یہ الزام نہیں بلکہ حقیقت ہے، اسی جماعت ثانیہ ہی کے مسئلے کو لے لیں۔ دیوبندی شیخ الہند محمود حسن صاحب جماعت ثانیہ کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ”بعض اس زمانہ کے مولوی جماعت ثانیہ پر بے طرح زور لگا رہے ہیں خدا جانے ان کی عقل کہاں گئی نہ زمانہ کے حال سے واقف ہیں نہ جماعت ثانیہ کے مآل اور برے اثر پر نظر کرتے ہیں فقہ کی کسی ایک روایت کو ذرا موافق پا کر اسے گھڑ مڑھ کر سامنے کر دیتے ہیں حنفی حنفی کہلاتے ہیں اور امام کی بات جو بدیہی ہے اس کو نہیں مانتے۔ حنفی کی خلاصی کے لیے تو یہی کافی ہے کہ ہمارے امام کا یہ مذہب نہیں لیکن باوجود مرجحات مذہب امام اور مؤیدات کراہت کے استحباب اور اولویت جماعت ثانیہ پر اڑ رہے ہیں۔ رفع یدین میں تو باوجود احادیث صریحہ کے امام کی آڑ پکڑیں اور کہیں کہ امام کا مذہب نہیں اور خوب جمیں اور حنفیت کا دعویٰ کریں اگر کوئی غیر مقلد رفع یدین کرے تو اخراج من المسجد کا حکم دیں تاکہ پاس والوں کی نماز خراب نہ ہو اور یہاں امام کی بات نہ مانیں بلکہ اِدھر اُدھر کی باتیں بنائیں اور حدیث کا بہانہ بنالیں۔“

(الورد الشذی ،ص:۵۲، مرتب سید اصغر حسین)

دیوبندی شیخ الہند صاحب نے بات بالکل واضح کردی کہ اصل مذہب قول امام ہے

اگر جماعت ثانیہ یا دوسرا کوئی مسئلہ قول امام سے ثابت ہے تو قابل قبول وگرنہ اس کی حاجت نہیں۔غور کیجیے......!! یہاں پر حنفیت و مرزائیت کا چولی دامن کا ساتھ ہے مرزائیوں کے ہاں بھی وہی بات قابل قبول ہوگی جس کی تائید و تصدیق مرزا غلام احمد کرے یہی حال حنفیوں کا ہے۔

نیز دیوبندی شیخ الہند صاحب نے یہ بھی واضح کر دیا کہ رفع الیدین نہ کرنے کی وجہ یہ نہیں کہ یہ بقول جھنگوی منسوخ یا متروک ہے بلکہ نہ کرنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ امام کا مذہب رفع یدین نہ کرنا ہے۔ جیسا کہ محمود الحسن صاحب ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ''مقلد کے لیے تو اتنا بھی کافی ہے کہ امام کا یہ مذہب ہے۔'' (الورد الشذی، ص:۵۱)

دو نمازوں کو جمع کرنا:

اعتراض ⑧: ''معمولی ہوا چلے تو مغرب اور عشاء کی نماز اکٹھا پڑھنا آزادی ہے۔'' (تحفہ:۱۰)

جواب: جھنگوی پر مسلک اہل حدیث کی تردید کا ایسا خبط سوار کہ اپنی طرف سے من گھڑت باتیں بنا کر اہل حدیث کی طرف منسوب کر دیتے ہیں حالانکہ کسی اہل حدیث مسجد میں ایسا نہیں ہوتا یہ خالصتاً جھنگوی کا بہتان ہے۔اگر بارش کی وجہ سے مغرب و عشاء کو جمع کرنا قابل اعتراض ہے تو ہم پر تنقید کرنے سے پہلے یہ بات ملحوظ رکھنا کہ صحابی رسول سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ عمل منقول ہے سیدنا نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

[ان عبد اللّٰه بن عمر رضی اللہ عنہما كان اذا جمع الامراء بين المغرب والعشاء فى المطر جمع معهم]

''جب اصحاب اقتدار (خلفاء وغیرہ) بارش میں مغرب اور عشاء کی نماز جمع کرتے تو وہ ان کے ساتھ جمع کر لیتے تھے۔ (مؤطا امام مالك: ۱/ ۱۴۵، كتاب اقصر الصلاة فى السفر، باب الجمع بين الصلاتين فى الحضر والسفر)

اب جو فتویٰ ابن عمر رضی اللہ عنہما پر لگاؤ گے ہم پر بھی لگا لینا۔

اعتراض ⑨: فٹ بال کھیلنے کے لیے عصر کی نماز کا وقت سے پہلے پڑھ لینا۔"

(فتاویٰ ثنائیہ: ۱/ ۶۳۱۔۶۳۲، تحفۂ اہل حدیث، ص: ۱۰)

جواب: توضیح مسئلہ کے لیے ہم فاتح قادیان کا اصل فتویٰ نقل کر رہے ہیں۔

سوال: فی زمانہ کثرت سے رواج ہے کہ مسلم حصولِ انعام کے لیے مثلاً آپ شیلڈ فٹ بال کھیلا کرتے ہیں اور کھیلنے کے باعث عصر، مغرب کی نماز ترک کر دیتے ہیں پھر قضاء نماز پڑھ لیتے ہیں کیا یہ جائز ہے۔ (محمد مصطفیٰ)

جواب: نماز قضا کر کے پڑھنا بلا وجہ اچھا نہیں کھیلنے والوں کو چاہیے کہ افسروں سے تصفیہ کر لیں کہ نماز کے وقت کھیل کو چھوڑ دیں وہ اگر نہ مانیں تو ظہر کے ساتھ عصر ملا لیں یا عصر کے ساتھ ظہر ملا کر جمع کر لیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ۱/ ۶۳۱۔۶۳۲)

نمازوں کو جمع کرنے کے بارے میں اہل علم کی مختلف آرا ہیں بعض اہل علم مثلاً امام ابن سیرین، ربیعہ، ابن منذر وغیرہ اور محدثین رحمہم اللہ کی جماعت کا کہنا ہے کہ آدمی سفر و حضر میں بلا عذر نمازوں کو جمع کر سکتا ہے لیکن اس کو وہ اپنی مستقل عادت نہ بنائے ان کی دلیل صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

[صَلَّی النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم سَبْعًا جَمِیْعًا و ثَمَانِیًا جَمِیْعًا]

(صحیح بخاری مع فتح الباری، باب وقت المغرب، رقم الحدیث: ۵۶۲، دار السلام ریاض)

"نبی ﷺ نے مغرب اور عشاء کی (سات رکعتیں) اور ظہر اور عصر کی) آٹھ رکعتیں ملا کر پڑھیں۔"

چونکہ شیخ ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ بھی اسی موقف کے قائل تھے جیسا کہ انھوں نے اپنے اس فتویٰ کے تعاقب پر اسی حدیث کو دلیل بنایا ہے۔

اور قاضی شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

[قد استدلّ بحديث الباب القائلون بجواز الجمع مطلقاً۔]

"مطلقاً دو نمازوں کو جمع کرنے کے قائلین نے اس سے استدلال کیا ہے۔"

لہٰذا ان اہل علم کے نزدیک یہ شرعاً جائز ہے۔

سفر میں نمازوں کو جمع کرنا:

اعتراض ⑩ : جھنگوی دین میں آزادی کی امثلہ ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے: "سفر میں ظہر عصر مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنے کی اجازت دینا۔"

(ثنائیہ، ص:۶۳۱، ۶۳۲، تحفہ، ص:۱۰)

جواب: امام ابوجعفر الطحاوی رحمہ اللہ نے سچ کہا ہے: "تقلید یا تو غبی (جاہل) آدمی کرتا ہے یا پھر متعصب آدمی۔" (لسان المیزان: ۱/ ۲۸۰)

خودساختہ فقہ کے دلدادہ کو کیا علم کہ سیرت رسول کیا ہے؟ چونکہ انھیں اپنی نام نہاد حنفی فقہ ہی سے دلچسپی ہے۔اس لیے یہ لوگ حدیث رسول ﷺ کا بغور مطالعہ نہیں کرتے بلکہ اپنے باطل مسلک کی خاطر نبی ﷺ پر تنقید کر جاتے ہیں جس کی ایک مثال سفر میں نمازوں کو جمع کرنے کا مسئلہ ہے اگر ان لوگوں نے تعصب سے بالا ہو کر نبی ﷺ کی احادیث کو پڑھا ہوتا تو یہ سفر میں جمع بین الصلوٰتین کو دین سے آزادی قرار نہ دیتے۔

① کیونکہ نبی ﷺ نے سفر میں ظہر و عصر دونوں نمازیں اکٹھی کر کے پڑھیں اسی طرح مغرب وعشاء کی بھی اکٹھی پڑھیں۔ (صحیح مسلم: ۱/ ۲۴۵، رقم: ۴٦/ ۷۰۴)

② متعدد صحابہ [جمع بین الصلوٰتین فی السفر] کے قائل و فاعل تھے مثلاً ابن عباس، انس بن مالک، سعد، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم (دیکھیے ابن ابی شیبہ: ۲/ ۴۵۲، ۴۵۷)

③ جمع تقدیم و تاخیر مثلاً ظہر کے وقت میں عصر کی نماز پڑھ لینا پھر عصر کے وقت میں ظہر کی نماز پڑھنا دونوں طرح جائز ہے۔ (ابوداود: ۱/ ۱۴۹، رقم: ۱۲۲۰، ترمذی: ۱/ ۱۲۴، رقم: ۵۵۳)

④ سفر میں [جمع بین الصلوٰتین] کی احادیث صحیح بخاری (۱/ ۱۴۹، رقم: ۱۱۰۸، تا

۱۱۱۲) میں بھی موجود ہیں۔

اب بتلایئے کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا شریعت محمدی پر عمل کرنا ہے یا آوارگی کو اپنانا ہے؟۔ نیز یہ بھی کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت شدہ عمل کو شریعت سے ''آزادی'' قرار دینے سے بڑھ کر بھی کوئی گستاخی و آوارگی و آزادی ہے؟

مولوی عبدالشکور فاروقی لکھنوی صاحب دیوبندی حلقے میں محتاج تعارف نہیں ہیں۔ جناب لکھنوی صاحب اپنی کتاب ''علم الفقہ'' میں رقم طراز ہیں:

''دو وقت کی نمازوں کا ایک ہی وقت میں پڑھنا جائز نہیں۔''

اس پر حاشیہ رقم فرماتے ہیں:

''یہ مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے امام شافعی کے نزدیک سفر میں اور بارش میں بھی دو نمازوں کا ایک وقت میں پڑھ لینا جائز ہے اور ظاہر احادیث سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے لہٰذا اگر کسی ضرورت سے کوئی حنفی بھی ایسا کرے تو جائز ہے مگر اس کے ساتھ وہ امور بھی اس کو کرنا ہوں گے جو امام شافعی کے نزدیک جمع کے وقت ضروری ہیں۔'' (علم الفقہ ،ص:۱۵۲، دارالاشاعت، کراچی، اپریل:۲۰۰۳ء)

اگر اہل حدیث حدیث رسول علیہ السلام کو پیش نظر رکھتے ہوئے دو نمازیں اکٹھی کر لیں تو ناجائز اور مذہبی آزادی قرار پائے اور اگر کوئی حنفی ایسا کرے تو جائز ہے اور مزے کی بات یہ کہ اس مسئلہ میں وہ حنفی مذہب چھوڑ کر مکمل شافعی مذہب کے احکامات بجا لائے گا کیا یہ مذہبی بے راہ روی نہیں کہ اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے حنفی مذہب چھوڑ کر شافعی مسلک پر عمل کیا جا رہا ہے۔ ما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

مذہبی آسانی کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو: مولوی عبدالشکور لکھنوی صاحب ''وہ صورتیں جن میں روزہ فاسد نہیں ہوتا'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''گرمی وغیرہ کے سبب سے کلی کرنا ناک میں پانی لینا یا منہ بھر پانی ڈالنا نہانا

کپڑا پانی سے تر کر کے بدن پر ڈالنا۔ (درمختار وغیرہ)

اب حاشیہ نمبر ۲ پر لکھنوی پر رقمطراز ہیں:

''امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ افعال مکروہ ہیں مگر فتویٰ ان کے قول پر نہیں۔''

("رد المختار" علم الفقه، ص: ٤٣٦، ٢٧)

حالت روزہ میں گرمی کی شدت کم کرنے کی غرض سے مذکورہ طریقے استعمال کرنا امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہیں لیکن اپنی سہولت کی خاطر اپنے مذعوم امام صاحب کے فتویٰ کو ردّ کر دیا اور واشگاف لفظوں میں کہہ دیا ''مگر فتویٰ ان کے قول پر نہیں۔'' جب کہ دُرمختار میں لکھا ہے:

" فَلَعْنَةُ رَبِّنَا اعداد رمل علی من ردّ قول ابی حنیفة "

(درمختار: ۱/ ۱۳/ مطبوعه ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی)

قابل غور بات یہ ہے کہ یہاں اپنی آسانی وسہولت کی خاطر اپنے امام اعظم کی بات کو بھی ردّ کر دیا اگر یہ مذہبی آزادی و بے راہ روی نہیں تو پھر یہ کس بلا کا نام ہے؟ ما ھو جوابکم فہو جوابنا۔

حائضہ عورت اور تلاوت کلام پاک:

اعتراض ⑪: ''حائضہ عورت کو تلاوت کلام پاک کی اجازت دینا۔'' (تحفہ: ۱۰)

(یہ بھی معاذ اللہ آوارگی ہے)

جواب: اس مسئلہ میں اہل علم کی آرا مختلف ہیں۔ امام بخاری، ابن جریر طبری، ابن المنذر، امام مالک، امام شافعی، ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے نزدیک حائضہ عورت کا تلاوت قرآن میں کوئی مضائقہ نہیں راجح بھی یہی ہے کیونکہ قرآن وسنت میں کوئی صحیح اور صریح دلیل موجود نہیں جس میں حیض والی عورتوں کو قرآن مجید کی تلاوت سے روکا گیا ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی عورتیں حائضہ ہوتی تھیں اگر قرآن مجید کی تلاوت ان کے لیے حرام ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قرآن مجید کی تلاوت سے روک دیتے جس

طرح کہ ان کو نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے سے روک دیا تھا اور جب علت کی موجودگی کے باوجود کسی صحابی نے، امہات المومنین میں سے، کسی ایک نے بھی امام الانبیاء سے اس کی ممانعت نقل نہیں کی تو معلوم ہوا کہ جائز ہے اب اس چیز کا علم ہونے کے باوجود کہ رسول اللہ ﷺ سے اس کی ممانعت منقول نہیں اس کو دین سے بیزاری یا آوارگی قرار دینا یہ انصاف کا خون کرنا ہے۔

اس کے باوجود اگر آپ اسی مسئلہ کو شریعت سے آزادی و آوارگی قرار دیتے ہیں تو یہ آپ کا اپنا شوق ہے لیکن یہ بھی واضح فرما دیں کہ فرزندانِ دیوبند لوگوں کو بزرگانِ دین سے بدظن و متنفر کرنے میں پیش پیش کیوں ہیں، سوائے اس کے کہ ان بزرگوں میں سے کسی کی بات ان کے خود ساختہ فقہ کے مطابق ہو وگرنہ آپ اُن کی باتوں کو ان سے ثابت شدہ مسئلوں کو بڑے ہی شوق سے آوارگی و شریعت سے آزادی کی مثال بنا ڈالتے ہیں۔

یہ بھی یاد رہے اس مسئلہ میں منع قراءت کی جو روایات پیش کی جاتی ہیں وہ ضعیف ہیں رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے آپ کے مسائل اور ان کا حل۔ للشیخ مفتی مبشر احمد ربانی: ۱/۸۲ تا ۹۰)

حائضہ عورت قرآن مجید کو چھو بھی سکتی ہے:

بعض لوگ ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ سے یہ بات کشید کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حائضہ و جنبی وغیرہ قرآن مجید کو نہیں چھو سکتے جو کہ درست نہیں کیونکہ ﴿لا یمسه﴾ میں ہٗ ضمیر کا مرجع کتاب مکنون ہے اور ﴿مطهرون﴾ سے مراد فرشتے ہیں اسی پر قرآن مجید کا سیاق و سباق دلالت کرتا ہے مزید تشفی کے لیے احناف کی تفسیر روح المعانی ملاحظہ کیجیے۔

آل دیوبند کے شیخ الاسلام تقی عثمانی نے کہا: ”واضح رہے کہ جمہور کے مسلک پر آیت قرآنی ﴿لا یمسه الا المطهرون﴾ سے استدلال ضعیف ہے کیونکہ وہاں ﴿مطهرون﴾

سے مراد فرشتے ہیں۔" (درس ترمذی:۱/۳۹۰)

قرآن مجید کو چھونے کے متعلق جو صحیح حدیث کے الفاظ ہیں: [لَا یَمَسُّهٗ اِلَّا طَاهِرٌ] طاہر کے سوا قرآن مجید کو کوئی نہ چھوئے صحیح بخاری کی حدیث میں طاہر کی تفسیر موجود ہے جس کے راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں یہ جنبی تھے۔ نبی ﷺ کو دیکھ کر دور سے گزر گئے غسل کے بعد واپس آ کر رسول اللہ ﷺ کو ملے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو کہا تھا:

[اَلْمُؤْمِنُ لَا یَنْجُسُ] کہ مومن نجس نہیں ہوتا ہے۔"

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ [اِلَّا طَاهِرٌ] سے مراد مومن ہے یعنی قرآن مجید کو مومن کے علاوہ کوئی دوسرا نہ چھوئے اور یہ بات مسلم ہے کہ حیض کی حالت میں عورت مومنہ ہی رہتی ہے پھر نبی کریم ﷺ نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا تھا مجھے مسجد سے مصلّی پکڑاؤ تو انھوں نے کہا میں (مخصوص ایام کی وجہ سے معذور ہوں) تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

[اِنَّ حَیْضَتَكِ لَیْسَتْ فِیْ یَدِكِ] (مسلم، رقم: ۲۹۸)

"بے شک تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں۔"

نبی ﷺ کے یہ الفاظ اس مسئلہ میں نص ہیں کہ حیض کی نجاست ہاتھ میں نہیں ہوتی بلکہ میں ہاتھ پاک ہی رہتا ہے۔

اس وضاحت کے باوجود اگر مسلمان عورت زیادہ تعظیم اور احترام کے پیش نظر قرآن مجید کو بغیر چھونے کے اگر پڑھ سکتی ہے یا کوئی صاف ستھرا کپڑا قرآن مجید کو پکڑنے اور اوراق الٹانے کے لیے استعمال کرے تو بہتر ہے اس سے اختلاف بھی ختم ہو جائے گا۔ امام نووی فرماتے ہیں: [جَائِزٌ بِلَا خِلَافٍ] (شرح المهذب:۲/۳۷۲) کہ اس کے جواز میں کسی کو اختلاف نہیں۔"

اعتراض ⑫: عورت کو براستہ دبر (پچھلی طرف) سے استعمال کی اجازت دینا۔"

(تفسير ابن جرير، و هدية المهدى)

جواب=اہل حدیث کے نزدیک عورت براستہ دبر قبل میں وطی کرنا جائز ہے، جس پر صحیح احادیث ہے، اگر براستہ سے آپ کی مراد دبر میں وطی ہے تو سب کے نزدیک حرام ہے اور ایسا کرنے والے سرکش ہیں۔ جب کہ فقہ حنفی میں یہ عمل زنا ہے اور نہ ہی اس پر حد قائم ہوتی ہے۔ مقلد اسماعیل دیوبندی اپنے مسلک سے بھی جاہل معلوم ہوتا ہے اگر اس کو اپنی فقہ کا علم ہوتا تو یہ اہل حدیث پر یہ افترا نہ کرتا کیونکہ یہ دونوں کتابیں وحید الزمان مقلد کی ہیں جن کا اہل حدیث کے ساتھ کوئی تعلق نہیں جس کی وضاحت ماسٹر امین اوکاڑوی نے بھی (مجموعہ رسائل ۱/۲۲، ناشر نعمانی اکیڈمی گوجرانوالہ، ط: اخری: ۱/۲۲، تجلیات: ۱/۷/۶۴) میں کی ہے۔

لواطت زن اور فقہ حنفی:

① [وَ مَنْ اَتَی امْرَأَةً فِی الْمَوْضِعِ الْمَکْرُوْہِ اَو عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَلَا حَدَّ عَلَیْہِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ۔]

"جس نے عورت کے مکروہ محل (دبر) میں دخول کیا یا قوم لوط کا عمل کیا امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں۔

② [و له اَنَّهُ لَیْسَ بِزِنَاءٍ (و قال صاحب الهدایة ایضاً) وَ لَا هُوَ فِیْ مَعنی الزنا](الهدایه (درسی)۲/۵۱۶، باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبه کتاب الحدود۔)

"کیونکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ زنا ہے اور نہ ہی زنا کے مفہوم میں شامل ہے۔"

③ عالمگیری میں لکھا ہے:

[وَ لَو وَطِیَٔ اِمْرَاَةً فِیْ دُبُرِهَا اَو لَاطَ بِغُلَامٍ لَمْ یُحَدُّ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةِ وَ یُعَزِّرُ]

"اگر عورت کی دبر میں جماع کیا یا اغلام بازی کی تو ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں بلکہ اس کو تعزیر کیا جائے گا۔" (عالمگیری: ۲/۱۵۱، الباب الرابع فی الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ)

④ [وَ لَوْ نَظَرَ اِلٰی دُبُرِ الْمَرأۃِ لَا تثبت بِہٖ حرمۃ المصاھرۃ] عورت کی دبر دیکھنے سے سسرالی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔" (عالمگیری:۱/۲۷۵،عربی)

⑤ فقہ حنفی کا مفتیٰ بہ قول ملاحظہ ہو: [وَ لَوْ وَطِیٔ فِی دُبُرِھَا لَا تثبت بہ الحرمۃ] عورت کی دبر میں جماع سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔" (فتاویٰ عالمگیری :۱/۲۷۵، القسم الثانی المحرمات بالصھریۃ)

⑥ حنفی تقویٰ یا شہوت پرستی:

[وَ مَن مسَّتُه امرأۃٌ بِشَھْوَۃٍ حرمت علیه امھا و بنتھا و قال الشافعی لا تحُرَّمُ و عَلی ھذا الخلاف مَسَّہُ امُرأۃً بِشَھُوَۃٍ وَنظرھا الی ذکرہ عن شھُوَۃ۔

له ان المس والنظر لیس فی معنی الدخول ولھذا لا یتعلق بھما فساد الصوم والاحرام ووجوب الامثال فلا یلحقانِ به و لنا اذا المسّ والنظر سبب داعٍ الی الوطءِ فیقام مقامه فی مواضع الاحتیاط، الخ...... (و قال) و لو مسَّ فانزل فقد قیل انه یوجب الحرمة ۔والصحیح انه یوجبھا و علی ھذا اتیان المرأۃ فی الدبر]

" اگر کسی مرد کو کسی عورت نے شہوت سے چھو لیا جب کہ اس کی نظر مرد کے آلہ تناسل پر ہو تو وہ عورت اور اس کی ماں اس (مرد) پر حرام اسی طرح اگر کسی مرد نے شہوت کے ساتھ کسی عورت کو چھولیا جب کہ اس کی نظر اسکی شرمگاہ پر ہو تو یہ عورت اوراس کی ماں اس پر حرام لیکن اگر انزال ہو گیا تو پھر حرام نہیں اسی طرح اگر کسی عورت کی دبر میں دخول کیا اگر انزال ہو گیا تو یہ عورت اور اس کی ماں حرام نہیں لیکن اگر انزال نہ ہو تو یہ عورت بھی حرام اوراس کی ماں بھی حرام۔" (الھدایة کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات:۱/۳۱۶، المصباح درسی، و صفحه:۳/۱۴، ۱۵، مکتبة البشریٰ)

⑦ [الوطءُ فی الدبر لا یفسد الحج]

''دبر زنی کرنے سے حج خراب نہیں ہوتا۔''

(فتاویٰ قاضی خان:۱/ ۱۳۷،طبع حافظ کتب خانہ کوئٹہ، قاضی خان برھش عالمگیری،ص:۲۸۸، مکتب رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

⑧ [وعن اَبی حنیفة انه لا یجب الکفارة بالجماع فی الموضع المکروہ]

''امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر روزہ کی حالت میں (مرد یا عورت) کی دبر میں دخول کیا تو صائم پر کفارہ واجب نہیں۔'' (الھدایۃ (عربی)۱/ ۲۱۹سطر نمبر:۵)

⑨ لواطت امام ابوحنیفہ کے نزدیک زنا ہی نہیں۔

[وَ لَهُ اَنَّهٗ لیس بزناءٍ]

(الهداية ۲/ ۵۱٦،کتاب الحدود باب الوطی الذی یوجب الحد الذی لا یوجب) المصباح تقسیم کننده بك لینڈ ١٦ اردو بازار لاهور۔)

ننگے بدن نماز:

اعتراض ⑭: ننگے بدن نماز پڑھنے کی اجازت دینا۔(بحوالہ عرف الجادی،ص:۲۱) تحفہ:۱۰)

جواب: یہ بھی اہل حدیث پر بہتان ہے کیونکہ ہمارے نزدیک نمازی کے لیے اپنا ستر ڈھانپنا اور کندھوں پر کپڑے کا ہونا، اور عورت کے لیے مکمل جسم کو ڈھانپنا فرض ہے جب کہ احناف کے نزدیک ننگے نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔

فقہ حنفی کی معتبر کتاب ''الھدایہ'' میں لکھا ہے:

[وَ مَنْ لَمْ یَجِدْ ثَوْبًا صَلّٰی عُرْیَانًا قَاعِدًا یؤمی بالرکوع والسجود ھٰکذا فعله اصحاب رسولِ ﷺ فان صلّٰی قائماً اجزاہ]

''جس کے پاس کپڑا نہ ہو وہ ننگا نماز پڑھے رکوع اور سجود اشارہ کے ساتھ کرے۔ نبی ﷺ کے صحابہ کرام نے اسی طرح کیا تھا۔ (یہ صحابہ کرام پر

صاحب ہدایہ کا بہتان ہے صحابہ کرام سے ننگے نماز پڑھنا ثابت نہیں) اگر کھڑا ہو کر نماز پڑھ لے تو جائز ہے۔(الهداية ، باب الشروط الصلوٰة التى تتقدمها :۱/۹۵،سطر نمبر:۷)

ہاں اگر کسی شخص کو کپڑے میسر نہ ہوں مثلاً وہ کفار کی قید میں ہیں جیسا کہ گوانتا ناموبے اور ابوغریب جیل میں مسلمان مجاہدین کو ننگا رکھا جاتا ہے وہ اسی حالت میں نماز پڑھنے پر مجبور ہیں تو اب جھنگوی صاحب بتائیں کہ وہ کیا کریں......؟ اگر ایسی حالت میں ننگے بدن نماز ادا کرنے کو مطعون ٹھہراتا ہے تو پھر پہلے اپنے اکابرین پر طعن کیجیے۔

نجس کپڑوں میں نماز:

اعتراض ⑭: نجاست آلودہ کپڑوں میں نماز کی اجازت دینا۔'' (تحفہ:۱۰)

جواب یہ خالصتاً اہل حدیث پر افتراء ہے اور فقہ حنفی سے جہالت کا نتیجہ ہے کیونکہ اہل حدیث کے نزدیک کپڑوں کی طہات و صفائی شرط ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ (اپنے کپڑوں کو پاک کرو) جب کہ اس برعکس فقہ حنفی کی معتبر کتاب ''الهدايه'' (کتاب الطہارات،ص:۶۷طبع المصباح) میں لکھا ہے:

[و قدر الدرهم و ما دونه من النجس المغلظ كالدم والبول والخمر و خزء الدجاج و بول الحمار جازت الصلوٰة معه و ان زاد لم تجز۔]

''خون، پیشاب، شراب، مرغی کی بیٹ اور گدھے کا پیشاب ایسی نجات غلیظہ اگر درہم برابر یا اس سے کم مقدار میں بدن یا کپڑوں سے لگ جائے تو نماز جائز ہوگی۔''

آگے لکھتے ہیں:[وَ قَدَّرْنَاهُ بِقَدَرِ الدِّرْهَمِ اخْذًا عَنْ مَوْضِعِ الْاِسْتِنْجَاءِ]

''ہم نے اس (نجاست) کی مقدار کا اندازہ ایک درہم استنجاء کی جگہ پر قیاس

کرتے ہوئے مقرر کیا ہے۔"

اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں: "نجاست غلیظہ میں سے اگر پتلی بہنے والی چیز کپڑے یا بدن پر لگ جاوے اگر پھیلاؤ میں روپے کے برابر یا اس سے کم تو معاف بے اس کے دھوئے اگر نماز پڑھ لیوے تو نماز ہو جاوے گی لیکن نہ دھونا اور اسی طرح نماز پڑھتے رہنا مکروہ و برا ہے اگر روپے سے زیادہ تو وہ معاف نہیں تو بے اس کے دھوئے نماز نہ ہوگی اگر نجاست غلیظہ میں سے گاڑھی چیز لگ جاوے جیسے پاخانہ اور مرغی وغیرہ کی بیٹ تو اگر وزن میں ساڑھے چار ماشہ یا اس سے کم ہو تو بے دھوئے نماز درست ہے۔ (بہشتی زیور حصہ دوم: باب نجاست کے پاک کرنے کا بیان مسئلہ نمبر ۶ طبع تاج کمپنی)

مصحف سے قراءت:

اعتراض ⑮: قرآن مجید کا نسخہ ہاتھ میں اٹھا کر نماز پڑھنے کی اجازت دینا۔" (تحفہ ص:۱۰)

جواب: رافضی نما مقلد جھنگوی کو دراصل امی عائشہ رضی اللہ عنہا سے دشمنی ہے اسی لیے اس کام کو وہ آزادی باور کروا رہا ہے۔

نفل نماز میں قرآن مجید کو اٹھا کر قراءت کرنا جائز اور درست ہے اس کی دلیل یہ ہے۔

① بخاری شریف میں ہے کہ :[فَكَانَتْ عَائِشَةُ يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ] سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی امامت ان کا غلام ذکوان قرآن دیکھ کر کرتا تھا۔"

(بخاری: ۱/ ۱۷۷)

② سیدنا انس رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تو ان کا غلام قرآن پکڑے ہوئے لقمہ دیتا تھا۔ (ابن ابی شیبۃ :۲/ ۳۳۸_رقم: ۷۲۲۲)

امام ابوحنیفہ کے استاد امام ابن شہاب الزہری کا فتویٰ:

امام مروزی نے "قیام اللیل" (ص:۱۶۸) پر لکھا ہے کہ:

[وَسئل ابْنُ شِهَابٍ عَنِ الرَّجُلِ يَؤُمُّ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ فِي

الْمُصْحَفِ قَالَ مَا زَالُوا يَفْعَلُونَ ذَالِكَ مُنْذُ كَانَ الْإِسْلَامُ كَانَ خِيَارُنَا يَقْرَؤُنَ فِي الْمَصَاحِفِ]

"امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے ایسے آدمی کے بارے سوال کیا گیا جو رمضان میں لوگوں کی امامت قرآن سے دیکھ کر کرتا تھا تو امام زہری رحمہ اللہ نے فرمایا جب سے اسلام آیا ہے اس وقت سے وہ لوگ جو ہم سے بہتر تھے قراءت قرآن مجید سے کرتے رہے ہیں۔"

اس کے علاوہ امام مروزی نے امام ابراہیم بن سعد، قتادہ، سعید بن المسیب، ایوب، عطاء بن ابی رباح، یحییٰ بن سعید، عبد اللہ بن وھب اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم سے اس کا جواز نقل کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ اور صاحبین:

[وَ اِذَا قَرَءَ الْاِمَامُ مِنَ الْمُصْحَفِ فَسَدَتْ صَلَاتُهٗ عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَ قَالَا هِيَ تَامَّةٌ] (الھدایۃ (درسی، ص: ۱/۱۳۷، کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ و ما یکرہ فیھا)

"امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر امام مصحف (قرآن مجید) سے دیکھ کر قراءت کرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے جب کہ ان کے شاگردوں (قاضی ابو یوسف اور محمد الشیبانی) کے نزدیک نماز مکمل ہوتی ہے۔ (فاسد نہیں ہوتی)

فقاہت یا قرآن دشمنی:

احناف کی ایسی فقاہت پر تعجب ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اگر نمازی قرآن دیکھ کر قراءت کرے تو نماز فاسد لیکن اگر نماز میں کسی عورت کی شرم گاہ طرف بنظر شھوت دیکھے تو نماز فاسد نہیں۔ امام ابن نجیم حنفی (ابوحنیفہ ثانی) راقم ہیں:

[وَ لَوْ نَظَرَ الْمُصَلِّيْ اِلَى الْمُصْحَفِ وَ قَرَأَ مِنْهُ فَسَدَتْ صَلٰوتُهٗ لَا اِلٰى

فَرجِ امْرَأَةٍ بِشَهْوَةٍ] (الاشباہ والنظائر، ص:۴۰۸مطبع قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

سرفراز صفدر صاحب کی رائے:

سماع موتیٰ کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں بے شک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سماع موتیٰ کی قائل نہ تھیں مگر ہم نے کلمہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانیں یا حضرت عائشہ کی مزید سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل بسلسلہ مصحف سے تلاوت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''امام صاحب کے نزدیک یہ کارروائی عمل کثیر ہونے کی وجہ سے مفسد صلات ہے۔'' (ھامش بخاری:۱/۹۶)

کیا اپنے آپ کو حنفی کہلانے والے ان امور میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسلک کے قائل ہیں؟ (خزائن السنن، ص:۵۲۰) معلوم ہوا حنفیوں کے نزدیک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے غلام کی نمازیں فاسد ہیں۔ (نعوذ باللہ)

مسئلہ تراویح:

اعتراض ⑰: بجائے بیس مسنون تراویح کے غیر مسنون آٹھ کی تبلیغ کرنا۔''
(تحفہ اہل حدیث:۱۰)

جواب: احناف درحقیقت سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں ان کے نزدیک سنت وہ نہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت شدہ عمل ہو بلکہ سنت وہ ہے جو نام نہاد حنفی فقہاء سے منظور شدہ ہو۔ مولانا ظفر احمد تھانوی حنفی فرماتے ہیں:

''ہمیشگی کسی بھی فعل کے سنت ہونے کی دلیل نہیں جب تک اس فعل کو بطور عبادت نہ کیا گیا ہو اگر کوئی فعل بطور عادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو تو وہ مستحب و مندوب تو ہے لیکن سنت نہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ لباس پہننا، ہمیشہ دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا، اور وضو کو ہمیشہ دائیں طرف سے شروع

کرنا تو یہ تمام کام مستحب تو ہیں لیکن سنت نہیں۔

(اعلاء السنن: ۱/۱۰۷، باب استحباب التیامن فی الوضوء)

اسی طرح شرح وقایہ میں مرقوم ہے:

[قلتُ السُّنَّةَ مَا وَاظب النَّبِیَّ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلَیْهِ مَعَ التَرْكِ اَحیَانًا فَاِنْ کَانَتِ الْمُوَاظَبَةُ الْمَذْکُورَةِ عَلٰی سَبِیْلِ العَادَةِ فَسُنَنُ الْهُدٰی وَ اِنْ کَانَتْ عَلٰی سَبِیْلِ الْعَادَةُ فَسُنَنُ الزَوَائِدِ کَلُبْسِ الثِّیَابِ وَالْاَکْلِ بِالْیُمِیْنِ وَ تَقْدِیْمِ الرَّجُلِ الْیُمْنٰی فِی الدُّخُوْلِ وَ نَحْوِ ذَالِكَ وَ کَلامنا فی الاوّل وَ مَوَاظَبَةُ النَّبِیّ عَلَیْهِ السَّلام عَلَی التّیَامن کانت من قبیل الثانی]

''سنت وہ عمل ہے جس پر نبی علیہ السلام نے ہمیشگی کی ہو اور کبھی کبھار چھوڑا بھی ہو۔ اگر وہ عمل بطور عبادت ہو تو سنن ھدی اور بطور عادت ہو تو سنن زوائد جیسے کپڑے پہننا، دائیں ہاتھ سے کھانا اور مسجد وغیرہ میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں داخل کرنا یہ مذکورہ عمل بطور عادت ہیں۔''

(شرح وقایہ مع حاشیہ مع عمدۃ الرعایۃ: ۱/۶۹، طبع مکتبہ امدادیہ ملتان)

اگر حنفیوں کے نزدیک سنت وہی ہے جس پر آپ ﷺ نے ہمیشگی کی ہے (جس طرح کہ ان کا دعویٰ ہے) ہم پوچھتے ہیں کہ آپ کے پاس کوئی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کا ہمیشہ دائیں ہاتھ سے کھانا اور دائیں طرف سے وضو کی ابتداء کرنا، بطور عبادت نہیں بلکہ بطور عادت تھا؟

مقلد جھنگوی اگر سنت کی مزعومہ تعریف سے آگاہ ہوتا تو کبھی یہ بڑ نہ ھانکتا کہ بیس مسنون ہیں، کیونکہ تراویح بیس رکعات تو نبی ﷺ سے ثابت ہی نہیں بلکہ اس کے برعکس گیارہ کا اعتراف اکابر احناف کو بھی ہے۔

تراویح پر دوام بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں لہٰذا عندالاحناف تراویح پڑھنا بھی سنت نہ ہوا۔

کیا آٹھ رکعات تراویح غیر مسنون ہے؟

لفظ تراویح علماء کے ہاں ایک اصطلاحی نام ہے ورنہ احادیث رسول ﷺ میں کہیں بھی یہ لفظ استعمال نہیں ہوا اسے حدیث کی رو سے قیام رمضان، صلوٰۃ رمضان، قیام اللیل وغیرہ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

نبی مکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جو تین دن قیام کیا تھا اس کو تراویح کا نام دیا گیا یہ بات احناف کو بھی مسلم ہے اور رسول اللہ ﷺ نے جب صحابہ کرام کا ذوق دیکھا کہ وہ کثرت کے ساتھ اس نماز میں شریک ہو رہے ہیں تو آپ ﷺ نے جماعت کو ترک کر دیا اور فرمایا:

[خَشِيتُ اَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ صَلَاةَ اللَّيْلِ] (صحیح بخاری: ۱/۱۰۱)

ایک روایت میں ہے:

[خَشِيتُ اَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمْ قِيَامُ اللَّيْلِ] (طحاوی: ۱/۲۴۲)

"مجھے تم پر قیام اللیل کے فرض ہونے کا خدشہ ہے اور امام احمد نے اپنی مسند میں یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں:

[مَخَافَةَ اَنْ يُفْتَرَضَ عَلَيْكُمْ قِيَامَ هَذَا الشَّهْرِ] (مسند احمد: ۶/۱۸۳)

"تم پر اس ماہ (یعنی رمضان) کے قیام کی فرضیت کے خوف سے چھوڑ رہا ہوں۔"

مذکورہ بالا احادیث صحیحہ سے ثابت ہوں آپ ﷺ نے تراویح کو قیام اللیل قرار دیا لہٰذا قیام رمضان قیام اللیل صلوٰۃ فی رمضان، صلوٰۃ اللیل وغیرہ رات کی اس نماز کو کہا جاتا ہے جو عشاء کی نماز کے بعد اور فجر کی نماز سے پہلے ادا کی جاتی ہے اسی کو رمضان المبارک میں تراویح کے نام کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

جیسا کہ فقہ حنفیہ کی معروف کتاب (جس کے نفاذ کے نعرے لگائے جاتے ہیں) فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

[والصحيح أن وقتها ما بعد العشاء الى طلوع الفجر قبل الوتر وبعده۔] (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الصلوٰۃ، الباب التاسع فی النوافل۔ فصل فی التراویح: ۱/۱۲۷۔۱۲۸)

''اور صحیح قول یہ ہے کہ تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے لے کر طلوع فجر تک، قبل از وتر یا بعد ہے۔''

دلیل ﴿۱﴾: ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور ان سے سوال کیا کہ [كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ رَمَضَانَ] ''رسول اللہ ﷺ کی رمضان میں نماز (تراویح) کیسی تھی؟''

تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا رمضان کا مہینہ ہو یا غیر رمضان کا آپ ﷺ گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ (صحیح بخاری، کتاب صلوٰۃ التراویح: ۱/۲۶۹، عمدۃ القاری، مع فتح الباری: ۴/۲۵۰)

غور کیجیے! ابوسلمہ کا سوال کس نماز کے بارے میں تھا [عن صلاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِيْ رَمَضَانَ۔] مولوی سرفراز مقلد لکھتا ہے: [فِي رمضان] کے لفظ بھی صلاۃ التراویح کو متعین کرتے ہیں۔ (خزائن السنن: ۳۰/۲۹، (۴۸۵)

معلوم ہوا ابوسلمہ کا سوال نماز تراویح کے بارے میں تھا۔

دلیل ﴿۲﴾: کیا امی عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب ابوسلمہ کے سوال کے مطابق تھا یا نہیں؟

یقیناً تھا کیونکہ امی جی رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

[مَا كَانَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهَا]

''رمضان ہو یا غیر رمضان آپ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہ پڑھتے۔''

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی نماز تراویح کل (بمع وتر) ۱۱ رکعات تھیں۔

۱ اس حدیث کو امام بخاری نے صلاۃ التراویح میں پیش کیا جیسا کہ گزر چکا ہے۔

۲ امام بیہقی نے باب ''ما روی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان'' میں دیکھئے: السنن الکبریٰ: ۲/ ۴۹۵، ۴۹۶۔

۳ علامہ زیلعی حنفی نے ''نصب الرایہ'' [فصل فی قیام شهر رمضان] میں۔
(نصب الرایه: ۲/ ۱۵۳)

۴ ابن الھمام حنفی نے ''فتح القدیر شرح ھدایہ'' [فصل فی قیام شهر رمضان] (۱/ ۴۰۷)

۵ حسن بن عمار الشرنبلالی الحنفی نے ''مراقی الفلاح شرح نور الایضاح'' میں [فصل فی صلاۃ التراویح] ص: ۲۲۴۔

۶ ابن نجیم حنفی نے ''کنز الدقائق'' کی ''شرح البحرائق'' (۲/ ۶۶، ۶۷) میں۔

۷ علامہ نیموی حنفی نے ''آثار السنن'' باب التراویح بثمان رکعات ۳۸۹، پر درج کرکے تسلیم کیا کہ اس حدیث کا تعلق تراویح کے ساتھ بدرجہ اتم ہے۔

آٹھ رکعات تراویح اور علماء احناف:

① دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث انور شاہ کاشمیری لکھتے ہیں:

[ولا مناص من تسلیم أنّ تراویحه ثمان رکعات۔]
(العرف الشذی علی جامع الترمذی، ص: ۲۸۷۔ ۳۸۶، مکتبہ رحمانیه لاهور)

''یہ بات تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں کہ نبی ﷺ کی تراویح آٹھ رکعات تھیں۔

شاہ صاحب مزید لکھتے ہیں:

[و اما النبی ﷺ فصحّ عَنهُ ثمان رکعات و اما عشرون رکعة فهو عنه علیه السلام بسندٍ ضعیف و علی ضعفه اتفاق۔]

''آپ ﷺ سے آٹھ (۸) رکعات تراویح (ہی) صحیح ثابت ہے اور بیس (۲۰) رکعات تراویح جو آپ ﷺ کی طرف منسوب ہے اس کی سند ضعیف ہے اور

اس کے ضعیف (عدم ثبوت پر (تمام اہل علم) کا اتفاق ہے۔“

(العرف الشذی: ۱/ ۲۸۷، مطبع مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

اسی بات کو مفصل طور پر علامہ انور شاہ کاشمیری کی تقریر (بخاری فیض الباری: ۲/ ۴۲۰) میں بیان کیا گیا ہے اسی طرح علامہ عبد الحیؒ لکھنوی حنفی نے اپنے (مجموعہ الفتاویٰ، اردو :۲/ ۴۲۹) پر اور مولوی یوسف بنوری مقلد نے (معارف السنن :۵/ ۵۵۳) پر تسلیم کیا ہے۔

ابن ہمام حنفی کا فیصلہ:

۲ [فتحصل من هذا كُلِّهِ أَنَّ قِيَامَ رَمَضَانَ سُنَّةٌ احدى عشرة ركعة] (فتح القدير شرح هداية :۱/ ۴۰۷)

”اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ تراویح گیارہ رکعات مع وتر ہی سنت رسول ﷺ ہے۔“ (کہاں گیا مقلد اعمیٰ کا ۲۰ مسنون کا دعویٰ؟)

۳ فقہ حنفی کی معتبر کتاب ”البحر الرائق (۲/ ۶۶-۶۷)

۴ علامہ شرنبلالی حنفی کی ”مراقی الفلاح“، ص: ۲۲۴

۵ علامہ سید احمد طحطاوی حنفی کا معتبر (حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۲۲۴)

۶ طحطاوی حاشیہ درمختار: ۱/ ۲۹۵۔

۷ علامہ زیلعی حنفی کی کتاب (نصب الرایہ: ۲/ ۱۵۳)

۸ ملا علی قاری حنفی کی (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ۳/ ۳۷۹)

۹ فقہ حنفی کی معتبر کتاب ”احسن المسائل“ اردو ترجمہ کنز الدقائق، ص: ۶

۱۰ مولوی یوسف بنوری کی (معارف السنن شرح ترمذی، ص: ۵/ ۵۴۴)

۱۱ عبد الحق دھلوی حنفی کی کتاب (ما ثبت بالسنۃ، ص: ۳۶۴)

۱۲ خلیل احمد سہارنپوری حنفی (حاشیہ صحیح بخاری: ۱/ ۵۴)

۱۳ حاشیہ مشکوٰۃ، ص: ۱۱۵

۱۴ مولوی احمد حموی حنفی نے ”الاشباہ والنظائر“ کے حاشیہ ص: ۹، پر لکھا ہے۔

﴿۱۵﴾ مولوی احسن نانوتوی حنفی حاشیہ، کنز الدقائق ،ص:۳۶۔

﴿۱۶﴾ مولوی عبد الشکور فاروقی لکھنوی حنفی ''علم الفقہ :۲/ ۱۹۵، مختصراً دار الاشاعت کراچی پر لکھتے ہیں :(ترجمہ) نبی سے آٹھ رکعت تراویح مسنون ہے اور ایک ضعیف روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیس رکعت بھی۔

علماء احناف کی ۱۶ (سولہ) معتبر کتب میں یہ بات موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت گیارہ رکعات ہے۔

اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا تو نہیں

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور گیارہ رکعات تراویح:

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان : پس تم میں سے جو شخص یہ (اختلاف) پائے تو اس پر لازم ہے کہ میری سنت اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑ لے، اسے اپنے دانتوں کے ساتھ (مضبوط) پکڑ لو۔(جامع ترمذی:۲/ ۹۶، رقم:۲۶۷۶)

① امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابی بن کعب اور سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائیں۔ (موطا امام مالک:۱/ ۱۱۶، رقم:۲۴۹، البیہقی:۲/ ۴۹۶، السنن الکبریٰ للنسائی:۳/ ۱۱۳، رقم: ۴۶۸۷)

② امام ابن ابی شیبہ اپنی ''مصنف'' میں صحیح سند سے یہ اثر لائے ہیں:

[إِنَّ عُمَرَ جَمَعَ النَّاسَ علی أُبیّ و تمیم فکانَا یُصَلِّیَانِ اِحدٰی عَشَرَةَ رَکْعَةً......الخ]

''بے شک عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما پر جمع کیا پس وہ دونوں گیارہ رکعات پڑھاتے تھے۔'' (مصنف ابن ابی شیبۃ :۲/ ۳۹۲، رقم:۷۶۷۰)

③ سیدنا السائب بن یزید (صحابی رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے۔

[كنّا نقوم في زمان عمر بن الخطاب رضي الله عنه باحدیٰ عشرة ركعةً......] الخ

''ہم (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔'' (سنن سعید بن منصور بحوالہ الحاوی للفتاویٰ: ۱/۳۴۹، حاشیہ اثار السنن: ۲۵۰)

جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) اس روایت کے بارے لکھتے ہیں:

[وفي مصنف سعيد بن منصور بسند في غاية الصحة]

''اور یہ گیارہ رکعات والی روایت) مصنف سعید بن منصور میں بہت صحیح سند کے ساتھ ہے۔'' (المصابیح فی صلوٰۃ التراویح للسیوطی: ۱۵، الحاوی للفتاوی: ۱/۳۵۰)

مذکورہ بالا تینوں آثار سے واضح ہو گیا:

1. خلیفہ راشد امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تراویح گیارہ پڑھانے کا حکم دیا۔
2. امیر المومنین کے مقرر کردہ ائمہ صحابہ گیارہ رکعات تراویح پڑھاتے تھے۔
3. صحابہ کرام عہد عمر میں گیارہ رکعات تراویح پڑھتے تھے۔

مقلد جھنگوی اور اس کے ہمنوا بدعتی ٹولہ کو اگر احادیث صحیحہ فیصلہ فاروقی ماننے سے انکار ہے تو کم از کم اپنے علماء کے حوالے ہی تسلیم کر کے سنت کی مخالفت چھوڑ دیں۔

ایک رکعت وتر سنت یا آوارگی:

اعتراض ⑰: بجائے تین مجمع علیہ وتر واجب کو چھوڑ کر ایک وتر کی اجازت دینا۔'' (تحفہ اہل حدیث: ۱۰)

تین وتر نماز مغرب کی طرح پڑھنا جیسا کہ احناف کا طریقہ ہے، نبی ﷺ سے ثابت نہیں۔ انھوں نے اپنے بطلان کو چھپانے کے لیے اس پر مجمع علیہ کا لیبل لگا کر ایک وتر جو نبی اکرم ﷺ سے قولاً وفعلاً دونوں طرح ثابت ہے اس کو آوارگی باور کروانا شروع کر دیا یہی وجہ ہے ایک رکعت وتر کے مسئلہ میں وکیل احناف مولوی انور شاہ کشمیری بھی نبی ﷺ کی حدیث تسلیم کرنے کے بجائے ۱۴ سال تک اس کا جواب سوچتا رہا۔ (معارف السنن:

۴/۲۶۴، العرف الشذی ۴۴۲، طبع بیروت، فیض الباری:۴/۳۷۵، درس ترمذی:۲/۱۴۴)

ایک رکعت وتر اور فرمان رسول ﷺ:

① آپ ﷺ نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہے جب تم میں سے کسی کو طلوع فجر کا اندیشہ ہو۔[صلی رکعة واحدة] وہ ایک رکعت وتر پڑھ لے۔"

(بخاری:۱/۱۳۵، مسلم:۱/۲۵۷)

② [الوتر رکعة من اخر اللیل] ''وتر ایک رکعت ہے رات کے آخری حصہ میں۔"

(مسلم:۱/۲۵۷)

③ آپ ﷺ نے فرمایا: [الوتر حق علی کل مسلم فمن احب ان یوتر بخمس فلیفعل و من احب ان یوتر بثلاث فلیفعل و من احب ان یوتر بواحدة فلیفعل] (سنن ابی داود،۱/۲۰۸، رقم:۱٤۲۲، سنن النسائی مع تعلیقات:۱/۲۰۲، رقم:۱۷۱۳)

''وتر نماز ہر مسلمان پر حق ہے۔ چنانچہ جو پانچ (رکعات) پڑھنا چاہے پڑھ لے اور جو تین پڑھنا چاہے، پڑھ لے اور جو ایک (رکعت) پڑھنا چاہے وہ ایک پڑھ لے۔"

ایک رکعت وتر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

تقریباً چھبیس (۲۶) صحابہ کرام سے ایک رکعت وتر ثابت ہے۔

(۱،۲،۳،۴) سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی رضی اللہ عنہم (۵) حضرت عبداللہ بن عمر (۶) ابی بن کعب (۷) زید بن ثابت۔ (۸) معاذ بن جبل (۹) معاویہ (۱۰) سعد بن ابی وقاص (۱۱) ابن عباس (۱۲) فضل بن عباس (۱۳) ابودرداء (۱۴) معاذ القاری (۱۵) فضالہ بن عبید (۱۶) حذیفہ (۱۷) عبداللہ بن مسعود (۱۸) عقبہ بن ولید (۱۹) عبداللہ بن زبیر (۲۰) ابو موسیٰ اشعری (۲۱) ابو اسامہ (۲۲) ابوہریرة (۲۳) تمیم الداری (۲۴) ابو ایوب

انصاری (۲۵) ابو امامہ (۲۶) سائب بن یزید رضی اللہ عنہم۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: طرح التثریب للعراقی: ۲/ ۲۸، الدلیل الواضح للمولانا عبد العزیز نورستانی۔ حفظہ اللہ

اگر اس میں تابعین اور تبع تابعین اور محدثین کے آثار جمع کیے جائیں تو اسی پر ایک کتابچہ تیار ہو سکتا ہے۔

ایک رکعت وتر اور سہارنپوری کا فیصلہ:

انوار ساطعہ کے بریلوی مؤلف نے ایک رکعت وتر پر بھی اعتراض کیا اس پر نقد کرتے ہوئے مولوی خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی رقمطراز ہیں:

"وتر کی ایک رکعت احادیث صحاح میں موجود ہے اور عبد اللہ بن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہما صحابہ اس کے مقر اور مالک، شافعی، احمد کا مذہب پھر اس پر طعن کرنا (جس طرح مقلد جھنگوی نے کیا) مؤلف کا ان سب پر طعن ہے کہو اب ایمان کا کیا ٹھکانہ جب آنکھ بند کر کے ائمہ مجتہدین پر اور صحابہ اور احادیث پر تشنیع کی پس یہ تحریر بجز جہل کے اور کیا درجہ رکھتی ہے۔ معاذ اللہ منہا۔ (براہین قاطعہ، ص: ۷، طبع دار الاشاعت کراچی)

مولوی سہارنپوری دیوبندی کی توضیح کی روشنی میں مقلد جھنگوی اینڈ کمپنی بتائیں کہ ان کے ایمان کا ٹھکانہ کہاں اور کیا ہے کہیں ان کے ایمان کا بیڑا غرق تو نہیں ہو گیا؟

(فافهم و تدبر و لا تكن من الجاهلين)

اعتراض ⑱: نابالغ کی اقتداء میں فرضی نمازوں کا ادا کر لینا۔ (تحفہ اہل حدیث: ۱۰)

جواب = نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تمہاری امامت وہ کروائے [اقرؤکم بکتاب اللہ] جس کو قرآن مجید زیادہ یاد ہو۔ اگر کوئی نابالغ ممیز بھی [اقرؤکم بکتاب اللہ] کا مصداق ہو تو وہ بھی فرضی جماعت کروا سکتا ہے جس طرح صحیح بخاری میں عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کا قصہ مروی ہے ان کا قبیلہ بھی مسلمان ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز کے اوقات بتلائے۔ اور فرمایا [و لیؤمکم اکثرکم قرآنا] تمہاری امامت وہ کروائے جس کو قرآن

مجید زیادہ یاد ہو۔ عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اقرء نہ تھا تو انھوں نے عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ صحابی کو امام بنا لیا۔ وہ فرماتے ہیں اس وقت میری عمر چھ یا سات سال تھی۔ الخ (صحیح بخاری ، کتاب المغازی، باب من شھد الفتح: ۲۱، ۴۳۰۲) ظاہر ہے چھ یا سات سال کا بچہ بالغ نہیں ہوتا اور یہ امامت کا واقعہ بھی عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اس پر احناف معترض ہیں حالانکہ ان کے ہاں شرائط امامت پر کوئی حنفی پورا نہیں اترتا اگر اترتا ہے تو بتائیں کہ کون اور کس طرح؟

مسلک احناف اور امامت کی شرائط از فتاویٰ شامی:

- "ثم الاحسن وجھًا" پھر امام کا چہرہ سب سے خوبصورت ہو۔
- "ثم الاکثر مالاً" پھر وہ جو سب سے زیادہ مالدار ہو۔
- "ثم الاحسن زوجۃ" پھر وہ جس کی بیوی سب سے زیادہ خوبصورت ہو (یہ نماز کے لیے امام کا چناؤ یا عورتوں کے لیے مقابلہ حسن کی تقریب)
- "ثم الاشرف نسباً" پھر وہ جس کا نسب سب سے زیادہ معزز ہو۔
- "ثم الاکبر رأسًا" پھر وہ جس کا سر سب سے بڑا ہو۔
- "ثم الاصغر عضواً" عضو (ذکر) سب سے چھوٹا ہو۔ (فتاویٰ شامی: ۱/ ۵۵۸، در مختار: ۱/ ۴۱۲، وغایۃ الاوطار: ۱/ ۲۸۹، ۲۹۰)

مراقی الفلاح میں عضو کی توضیح ذکر کے ساتھ کی گئی ہے: ["وَاَصغَرُھُم عُضوًا" فَسَّرہُ بعض المشایخ بالأصغر ذَکرًا] (حاشیۃ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص: ۳۰۱، ط۔ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

عموماً احناف اس کا انکار کرتے ہوئے یہ معنی کرتے ہیں یعنی اس کے اعضاء بہت چھوٹے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو تصور کا ملکہ عطا فرمایا ہے تصور تو کیجیے۔ سر تو بہت بڑا ہے اور اعضاء چھوٹے کیسا کارٹون لگے گا۔ ایسے ہی جیسے کسی نے سوکھی ٹہنی پر بڑا سا لوٹا رکھ دیا ہو۔

عورتوں کا مسجد میں اعتکاف کرنا:

اعتراض ⑲: مقلد اعمیٰ جھنگوی آزادی اور آوارگی کی امثلہ بیان کرتے ہوئے راقم ہے۔ عورتوں کو مسجد میں اعتکاف کی اجازت دینا۔" (تحفہ: ص:۱۱)

جواب= جھنگوی نے یہ بات لکھ کر نبی اکرم ﷺ اور ائمہ دین کی توہین کی ہے کیونکہ عورتوں کا مسجد میں اعتکاف کرنا کتاب وسنت اور خیر القرون سے ثابت ہے بلکہ امام شافعی، امام مالک، امام احمد اور امام ابوداود رحمہم اللہ اور جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے۔

دلیل ①: اعتکاف کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ اَنۡتُمۡ عَاكِفُوۡنَ فِي الۡمَسَاجِدِ﴾ کہ مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں تم اپنی عورتوں سے مباشرت نہ کرو۔ یہ حکم عام ہے جو مرد وعورت دونوں کو شامل ہے کہ اعتکاف کا تعلق مسجد سے ہے خارج مسجد سے نہیں۔

دلیل ②: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے اعتکاف کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے انھیں اجازت دے دی پھر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا وہ اس کے لیے اجازت طلب کرے۔ انھیں بھی اجازت مل گئی، جب ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا نے دیکھا انھوں نے بھی ایک خیمہ لگانے کا حکم دے دیا وہ بھی لگا دیا گیا اور آنحضرت ﷺ کا قاعدہ تھا صبح کی نماز پڑھ کر خیمہ میں چلے جاتے جب آپ نے اتنے خیمے دیکھے تو پوچھا یہ خیمے کن کے ہیں عرض کیا سیدہ عائشہ، حفصہ اور زینب رضی اللہ عنہن نے لگائے ہیں۔ آپ نے فرمایا: بھلا کیا ان کی ثواب کی نیت ہے؟ تو اب میں اعتکاف نہیں کرتا آپ لوٹ گئے اور عید الفطر کے بعد شوال میں دس دن کا اعتکاف کیا۔ (صحیح بخاری مع فتح الباری کتاب الاعتکاف باب من اراد ان یعتکف ثم بدا له أن يخرج، رقم الحديث: ۲۰۴۵، مطبوعه دار السلام رياض)

اگر مسجد عورت کے لیے محل اعتکاف نہ ہوتی تو آپ ﷺ قطعاً اجازت نہ دیتے۔

اے فرزند دیوبند جھنگوی ! پیغمبر ﷺ کی توہین آپ کا وراثتی شیوہ ہے۔ دیکھئے آپ کے فتویٰ ''آزادی و آوارگی'' کی زد کہاں پڑ رہی ہے۔

ہوسکتا ہے کوئی یہ تاویل کرے کہ یہ صرف عہد نبوی میں تھا بعد میں صحابیات نے ترک کر دیا تھا لیکن اس کی تردید صحیح بخاری و مسلم سے ہوتی ہے۔

دلیل ۴: [ثم اعتکف ازواجه من بعده] کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ازواج مطہرات نے اعتکاف کیا۔(صحیح بخاری مع فتح الباری کتاب الاعتکاف باب الاعتکاف فی العشر الاواخر و الاعتکاف فی المساجد کلها ،رقم الحدیث:۲۰۲۶)

ظاہر کہ جہاں وہ آپ کی زندگی میں اعتکاف کرتی تھیں آپ کے بعد بھی ان کا اعتکاف اسی جگہ ہوتا تھا۔ گھروں میں ان سے اعتکاف قطعاً ثابت نہیں۔

عورتوں کا مسجد میں اعتکاف اور فقہ حنفی:

فقہ حنفی میں بھی عورت کے لیے مسجد میں اعتکاف حرام نہیں، جائز ہے۔

1. علاء الدین کاسانی حنفی لکھتے ہیں:

''حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ عورت کو چاہیے کہ وہ جامع مسجد میں اعتکاف کرے اگر چاہے اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرے۔ گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا اس کے لیے افضل ہے محلّہ کی مسجد سے اور محلّہ کی مسجد میں اعتکاف کرنا بڑی مسجد میں اعتکاف کرنے سے افضل ہے۔ امام صاحب سے مروی دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہمارے اصحاب کے مابین بلا اختلاف دونوں روایتوں سے محلّہ کی مسجد میں اعتکاف جائز ہے اور امام محمد کی کتاب ''الاصل'' میں جو کچھ ہے وہ فضیلت کی نفی پر محمول ہے جواز کی نفی پر نہیں۔ دونوں روایتوں میں تطبیق کی یہی صورت ہے۔''

(بدائع الصنائع :۳/۱۰۶۶)

۲ عالمگیری میں محیط السرخی کے حوالے سے منقول ہے:

[و لو اعتکفتُ فی مسجد الجماعة جاز و یکره]

''اور اگر عورت جامع مسجد میں اعتکاف کرے تو جائز ہے اور مکروہ۔''

(عالمگیری:۱/۲۱۱)

۳ مولانا عبدالحیٔ لکھنوی کا فیصلہ:

''عورت کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرے کیونکہ یہ فتنہ سے محفوظ رہنے اور اس کی حالت ستر کے لیے یہی مناسب ہے لیکن اگر وہ جامع مسجد میں اپنے خیمہ کے اندر اعتکاف کرے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ ازواج مطہرات سے آنحضرت ﷺ کے دور میں یہ ثابت ہے جیسا کہ بخاری میں ہے۔''(صحیح بخاری مع الفتح، باب من اراد أن یعتکف ثم بدا له أن یخرج، رقم:۲۰۴۵، کتاب الاعتکاف:۴/۳۶۲) (عمدة الرعاية:۱/۳۲۲)

۴ مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''عورتوں کے لیے اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا بہتر ہے اور کسی دوسری مسجد میں مکروہ تنزیہی ہے'' اس پر حاشیہ نمبر،ا۔ فرماتے ہیں:

''گو حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بعض ازواج طاہرات نے اعتکاف کیا جس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا اعتکاف فی نفسہ امر جائز ہے۔''

(علم الفقه، ص:۴۴۸-۴۴۹)

خیر القرون اور عورت کا مسجد میں اعتکاف:

خیر القرون میں بھی عورتیں (مسجدوں میں) اعتکاف کرتی تھیں کیونکہ یہ صرف امہات المومنین کا ہی خاصہ نہیں جیسا کہ مذکورہ بحث میں گزر چکا ہے۔

طاؤس تابعی کا فتویٰ:

طاؤس رحمہ اللہ سے پوچھا گیا ایک عورت فوت ہوگئی جب کہ اس نے نذر مانی تھی کہ

مسجد حرام میں سال بھر اعتکاف کرے گی تو انھوں نے اس کے بیٹوں کو اس کی طرف سے اعتکاف کرنے کا فتویٰ دیا۔ (ابن ابی شیبہ:۱/۹۳)

عطاء بن ابی رباح اور امام زہری کا فتویٰ:

عطاء بن ابی رباح (جن کے بارے میں امام ابوحنیفہ نے فرمایا: [ما رأيت أفضل من عطاء بن ابی رباح] (جامع الترمذی مع تحفۃ الاحوذی، کتاب العلل:۱۰/۴۴۳، ط قدیمی کتب خانہ کراچی) اور امام زہری سے پوچھا گیا کہ اعتکاف میں بیٹھی عورت کو حیض آ جائے تو وہ کیا کرے انھوں نے فرمایا: [رجعت الی بیتها] اپنے گھر چلی جائے حیض سے فارغ ہو جائے تو اپنے اعتکاف میں لوٹ آئے۔ (مصنف عبدالرزاق:۴/۳۶۸، ۳۶۹)

ابو قلابہ تابعی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

جب کہ ابو قلابہ فرماتے ہیں کہ وہ عورت مسجد کے دروازے پر خیمہ سا بنا لے اور ان کے الفاظ ہیں: [المعتكفه تضرب ثيابها على باب المسجد اذا حاضت]
(ابن ابی شیبہ:۳/۹٤)

"اگر گھر ہی میں اعتکاف ہوتا تو یہ فتویٰ بے محل و بے معنی رہ جاتا ہے۔"

ان آثار اور فتاویٰ تابعین سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں مسجد میں اعتکاف کرتی تھیں تبھی تو حیض کی صورت میں چلے جانے یا مسجد کے باہر دروازے پر خیمہ بنا لینے کا فتویٰ دیا گیا۔

امام نووی کا فیصلہ:

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اعتکاف صرف مسجد ہی میں صحیح ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ اور ازواج مطہرات اور آپ کے صحابہ کرام باوجود مشقت کے مسجد ہی میں اعتکاف کرتے تھے اگر گھر میں اعتکاف جائز ہوتا تو وہ گھر میں بھی اعتکاف کرتے اگرچہ ایک بار ہی سہی بالخصوص عورتیں کیونکہ ان کی ضروریات گھر سے زیادہ وابستہ ہیں اور یہ جو ہم نے اعتکاف کے لیے مسجد کو مختص کیا ہے اور کہا ہے کہ مسجد کے علاوہ اعتکاف جائز نہیں یہ

مذہب امام مالک، شافعی، احمد، داؤد اور جمہور کا ہے اور اس میں مرد اور عورتیں سب برابر ہیں۔ (شرح مسلم نووی: ۱/۱۷۳)

تقریباً یہی بات علامہ الزبیدی حنفی نے کہی ہے دیکھئے: (فتح الملهم: ۳/۱۹۷) مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ''مقالات ارشاد الحق اثری ﷾'' (۱/۲۷۱ تا ۲۸۱)

جھنگوی اور ان کے ہمنوا غور کریں کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ان کے فتویٰ آوارگی کی زد میں کون کون سی کبار ہستیاں آتی ہیں۔

جہاں تک (باطل کے ذریعہ) عوام کو خوش کر کے نفری بڑھانے کا معاملہ ہے اس میں بھی فقہ حنفی اپنا ثانی نہیں رکھتی اس کی توضیح کے لیے ملاحظہ کیجیے: فقہ حنفی یا آوارگی، صفحہ: ۵۸۔

اعتراض ⑳: منی کو پاک کہنا۔ (تحفہ اہل حدیث: ۱۱)

جواب: منی کی طہارت یا نجاست پر ہم اپنی طرف سے کوئی تبصرہ کریں تو ممکن ہے یہ ٹولہ اسے برداشت نہ کر پائے اس لیے ہم اس گستاخ پارٹی سے پوچھتے ہیں اگر منی کو پاک قرار دینا آزادی ہے تو مفسر قرآن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں کیا کہیں گے جو فرماتے ہیں:

[اِنَّمَا هُوَ بِمَنْزِلَةِ الْبُصَاقِ اَوِ الْمَخَاطِ ......الخ]

''بے شک وہ (منی) تھوک یا رینٹ کی طرح ہے۔'' (جامع الترمذی مع التحفۃ: ۱/۳۹۶، سنن الکبریٰ بیہقی: ۲/۴۱۸)

ابن ابی العزِ حنفی کا فیصلہ:

علامہ علی بن علی بن ابی العز حنفی رقمطراز ہیں:

[لم يثبت عن رسول الله ﷺ شئٌ يَدُلُّ عَلٰى نَجَاسَتِهٖ فَهُوَ مما سكت عنه فكان عفواً فانه يَعُمُّ به البلوىٰ فلو كان نجساً لكان يجب على النَّبِيِّ ﷺ الامر بازالته كما اَمَرَ بالاستنجاء و كما امر الحائض بغسل دَمِ الحيض من ثوبها بَل إصَابَة الْمَنِّي

للناس اعظم من اصابة دَمِ الحیض لِثَوبِ الحَائِضِ فَعُلِمَ اَنَّ اِزالته غیر واجِبَة وَ کَونُ عائشة رضی اللّٰه عنها کانَت تَغسِلُهٗ تَارَةً مِن ثوب رسولِ الله ﷺ و تَفرکه تارة لا تقضی تنجِیسَهٗ فان الثوبَ یغسل من المخاطِ والبصاق والوسخ و قد ورد فهم هذا المعنی عن ابن عباس و سعد بن ابی وقاص رضی اللّٰه عنهما و غیرهما حیث قالوا انما هو بمنزلة المخاط والبصاق أمطه عنك و لو بِاذخرة] (التنبیه علی مشکلات الهدایة: ۱/ ۴۳۵-۴۳۴)

''رسول اللہ ﷺ سے کوئی ایسی چیز ثابت نہیں ہے جو منی کے ناپاک ہونے پر دلالت کرے لہٰذا یہ ان امور میں سے ہے جن کے بارے میں آپ ﷺ نے خاموشی اختیار کی ہے چنانچہ (نجاست کے حکم سے) خالی ہے اور عموم بلوی (جن کی آدمی کو عام ضرورت پیش آتی ہے) امور میں سے ہے اگر یہ ناپاک ہوتی تو نبی ﷺ پر لازم تھا کہ آپ اس کے ازالہ کا حکم دیتے جیسا کہ آپ نے استنجا کے بارے میں حکم دیا ہے اور حائضہ کو اپنے کپڑے سے خون دھونے کا حکم دیا بلکہ منی کا لگ جانا حائضہ عورت کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جانے سے زیادہ ہے۔ چنانچہ اس سے معلوم ہوا کہ اس کا ازالہ واجب نہیں رہا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منی کو دھونا اور کبھی کھرچنا تو یہ اس کے ناپاک ہونے کا متقاضی نہیں کیونکہ کپڑے کو رینٹ، تھوک اور میل کچیل سے بھی دھویا جاتا ہے۔''

اور یہی مطلب ومفہوم ابن عباس سعد بن ابی وقاص وغیرہ سے بھی آیا ہے کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ یہ رینٹ اور تھوک کی مانند ہے۔ لہٰذا اس کو اپنے سے دور کر لو اگرچہ اس کے ساتھ کھرچ کر (امام شافعی اور احمد کے نزدیک بھی طاہر ہے۔'' (خزائن السنن: ۱/ ۲۱۷)

مشت زنی اور فقہ حنفی:

اعتراض ⓐ : مشت زنی کو جائز کہنا۔ (تحفہ اہل حدیث:۱۱)

جواب = اہل حدیث کے نزدیک مشت زنی حرام ہے اور اس سے اجتناب ہر مسلمان پر فرض ہے اس عمل کا مرتکب حدود اللہ سے تجاوز کرنے والا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ مومنون کی آیت (۵ تا ۷) میں بیان کیا ہے۔

جب کہ دیوبندیوں کے نزدیک مشت زنی باعث ثواب عمل ہے۔ الهدایہ میں مرقوم ہے:

[كذا اذا نظر الى امرأة فامنى لما بيّنا و صار كالمتفكر اذا اَمنٰى و كالمستمنى بالكف على ما قالوا]

"اسی طرح عورت کو دیکھنے سے انزال ہو جائے تو روزہ دار پر قضاء و کفارہ واجب نہیں گویا کہ یہ ایسے آدمی کی مانند ہے جس کو سوچ و بچار کی صورت میں انزال ہو جائے یا مشت زنی کرنے والی کی مانند ہے۔"

(الهدایۃ: باب ما یوجب القضاء والکفارۃ:۱/ ۲۱۷، طبع المصباح)

معلوم ہوا حنفیوں کے نزدیک مشت زنی سے قضاء و کفارہ نہیں، اسی عبارت "كالمستمنى بالكف" پر مولوی عبدالحئی لکھنوی حنفی محشی ہدایہ لکھتے ہیں:

[قوله " كالمستمنى بالكف " هل يحل اَن يفعل للاستمناء اِنْ اَرَادَ تَسْكِيْنَ الشَّهْوَةِ اَرْجُوْا اَنْ لَا يَكُوْنَ عَلَيْهِ وَ بَالٌ]

"اگر مشت زنی کرنے والے کا مقصد تسکین شہوت ہو تو مجھے امید ہے کہ اس پر کوئی وبال نہیں ہوگا۔" (الهدایۃ:۱/ ۲۱۷، حاشیہ: ۸)

اعتراض ⓑ : تحفہ اہل حدیث میں مرقوم نہیں معلوم ہوتا ہے جھنگوی نے اعتراضات کی تعداد بڑھانے کے لیے پہلے لکھا تھا پھر اسے بے وزن جان کر قصداً حذف کر دیا ہے۔ (واللہ اعلم)

خون نکلنے سے وضو:

اعتراض ⓾: خون نکل جانے سے اپنے وضو کو برقرار رکھنا۔ (تحفہ اہل حدیث:۱۱)

جواب: دیوبندی شیخ الحدیث راقم ہے، حضرت محمد بن نصر مشہور محدث اس انہماک سے نماز پڑھتے تھے جس کی نظیر مشکل ہے ایک مرتبہ پیشانی پر ایک بھڑ نے نماز میں کاٹا جس کی وجہ سے خون بھی نکل آیا مگر نہ حرکت ہوئی نہ خشوع وخضوع میں کوئی فرق آیا کہتے ہیں کہ نماز میں لکڑی کی طرح بے حرکت کھڑے رہتے تھے۔ (فضائل اعمال:۳۶۲، باب سوم، ط۔ کتب خانہ فیضی لاہور)

جسم سے خون کے نکلنے سے وضوء نہیں ٹوٹتا:

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الوضوء میں باب [من لم یر الوضوء الا من المخرجین] کے تحت غزوہ ذات الرقاع کے ایک واقعہ کا مختصر طور پر تذکرہ کیا ہے جو کہ دیگر کتب حدیث میں مفصل موجود ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں نکلے۔ ایک آدمی نے مشرکین کی ایک عورت کو پا لیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس پلٹے اس کا خاوند جو اس وقت موجود نہ تھا واپس آیا۔ تو اسے اس واقعہ کی خبر دی گئی تو اس نے حلف اٹھایا کہ وہ اس وقت تک نہیں رکے گا جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کا خون نہ بہا دے۔ تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر اُترے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات چوکیداری کون کرے گا؟ تو آپ کی اس بات پر ایک مہاجر اور ایک انصاری صحابی نے لبیک کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس گھاٹی کے دہانے پر تم دونوں پہرے کے لیے چلے جاؤ کیونکہ وہاں سے دشمن کے آنے کا راستہ ہو سکتا تھا۔ تو وہ دونوں صحابی گھاٹی کے دہانے کی طرف گئے تو انصاری ساتھی نے مہاجر سے کہا کہ آپ رات کے اوّل حصے میں پہرہ دینا پسند کریں گے یا رات کے آخری حصے میں؟ انصاری کے لیے رات کا پہلا حصہ قرار پایا اور مہاجر ساتھی لیٹ

کر سو گیا اور انصاری نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں وہ آدمی آیا جب اس نے گھاٹی کے دہانے پر ایک شخص دیکھا تو اس نے سمجھا کہ یہ قوم کا پہرے دار ہے تو اس نے ایک تیر مارا تو اس انصاری نے وہ تیر نکال کر پھینک دیا اور سیدھا کھڑا ہو کر نماز پڑھتا رہا، پھر اس نے دوسرا، اسی طرح تیسرا تیر مارا۔ انھوں نے یکے بعد دیگر وہ تیر اپنے جسم سے نکال کر پھینک دیے اور برابر نماز پڑھتے رہے۔ پھر رکوع و سجود کیے پھر بعد میں اپنے ساتھی کو بیدار کیا جب اس آدمی نے ایک کی بجائے دو آدمی دیکھے تو وہ بھاگ گیا جب مہاجر نے اپنے انصاری ساتھی کو دیکھا کہ اس کے جسم سے خون ہی خون بہہ رہا ہے تو فرمایا: سبحان اللہ تم نے مجھے بیدار کیوں نہیں کیا؟ تو انصاری صحابی نے کہا: میں ایک ایسی سورت پڑھ رہا تھا میرا دل نہ چاہا میں اسے ختم کرنے سے پہلے رکوع کروں ۔ جب مجھ پر یکے بعد دیگرے تیر برسائے گئے تو مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں مجھے موت آنے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے میرے ذمہ جو خدمت لگائی تھی وہ فوت نہ ہو جائے اگر یہ ڈر نہ ہوتا تو میں مرجاتا مگر سورت ختم ہونے سے پہلے رکوع نہ کرتا۔

یہ واقعہ سنن دارقطنی (۱/۲۳۱(۸۵۸) ، کتاب الحیض، باب جواز الصلوٰۃ مع خروج الدم السائل من البدن ، ابوداؤد، کتاب الطھارۃ، باب الوضوء، من الدم (۱۹۸)، مستدرک حاکم:۱/۱۵۶، موارد الظمآن: (۲۵۰)، سیرۃ ابن ھشام:۲/۲۰۸، ۲۰۹، التلخیص الحبیر:۱/۱۱۵،۱۱۴، اس روایت کو امام حاکم، امام ذہبی امام ابن حبان اور امام ابن خزیمہ رحمہم اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

اس صحیح الاسناد واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جسم سے خون کے بہہ پڑنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اگر خون کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا تو یہ صحابی اپنی نماز کو توڑ دیتے لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔

- امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے اپنی صحیح میں ترجمۃ الباب میں تعلیقاً بھی لا کر یہی مسئلہ سمجھایا ہے۔

اس حدیث کے ساتھ امام بخاری رحمہ اللہ نے احناف کا رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ خون کا

بہنا ناقض وضو ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[وَاَرَادَ الْمُصَنِّفُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ الرَّدَّ عَلَى الْحَنَفِيَّةِ فِي أَنَّ الدَّمَ السَّائِلَ يَنقُضُ الْوُضُوْءَ] (فتح الباری: ۱/ ۲۸۱)

''امام بخاری نے یہ حدیث لا کر احناف کا ردّ کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ بہنے والا خون ناقض وضو ہے۔''

فائدہ = اس انصاری صحابی کا نام عباد رضی اللہ عنہ اور مہاجر کا نام عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ تھا اور سورۂ کہف کی تلاوت کر رہے تھے۔ یہ بات امام بیہقی رحمہ اللہ نے دوسری سند سے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں ذکر کی ہے۔ (ملاحظہ ہو، فتح الباری: ۱/ ۲۸۱)

آثار صحابہ اور خون سے عدم وضو:

1. مسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں:

[إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلّٰى وَجُرْحُهُ يَثْعَبُ دَمًا]

''خلیفہ راشد امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس حالت میں بھی نماز پڑھتے رہے کہ ان کے زخم سے خون بہہ رہا تھا۔'' (دارقطنی: ۱/ ۲۳۱، (۸۵۹) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اسے صحیح قرار دیتے ہیں۔ (فتح الباری: ۱/ ۲۸۱)

2. عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ:

[عَصَرَ ابْنُ عُمَرَ بَثْرَةً فَخَرَجَ مِنْهَا الدَّمُ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ]

''ابن عمر رضی اللہ عنہما نے پھنسی کو نچوڑا، اس میں خون نکلا اور انھوں نے وضوء نہیں کیا۔'' (صحیح البخاری، مع فتح الباری: ۱/ ۲۸۰، بیہقی اور ابن ابی شیبہ میں صحیح سند کے ساتھ موصولاً مروی ہے۔ (التلخیص الحبیر: ۱/ ۱۱٤، المحلی: ۱/ ۲٦۰)

ابن ابی شیبہ کے لفظ ہیں کہ: [ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ] پھر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ (۱/ ۱۲۸ (۱۴۶۹)

آثار تابعین اور خون سے عدم وضوء:

① امام طاؤس رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

[إِنَّهُ كَانَ لَا يَرَى فِي الدَّمِ السَّائِلِ وُضُوءً يَغْسِلُ عَنْهُ الدَّمَ ثُمَّ حَسْبُهُ] (بخاری، مع فتح الباری تعلیقاً:۱/۲۸۰، ابن شیبة: ۱/۱۲۸(۱۴۷۳)

"وہ خون نکلنے سے وضو کرنا ضروری نہیں سمجھتے تھے خون خود سے دھو دیتے اور بس۔"

② امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[مَا زَالَ الْمُسْلِمُوْنَ يُصَلُّوْنَ فِيْ جِرَاحَاتِهِمْ] (بخاری مع فتح الباری:۱/۲۸۰)

"مسلمان ہمیشہ اپنے زخموں میں نماز پڑھتے ہیں۔"

③ ابو جعفر الباقر رحمہ اللہ نے امام اعمش سے پوچھا کہ نکسیر بہنے والے خون کا کیا حکم ہے؟ تو انھوں نے کہا:

[لَوْ سَالَ نَهْرٌ مِنْ دَمٍ مَا اَعَدْتُّ مِنْهُ الْوُضُوءَ] (فوائد الحافظ ابو بشر المعروف بسمویه ملاحظه هو، فتح الباری:۱/۲۸۲)

"اگر خون کی نہر بھی جاری ہو جائے تو میں اس سے وضو کا اعادہ نہیں کروں گا۔"

اور خون کے ناقض وضو نہ ہونے کا موقف مدینے کے فقہاء سبعہ، امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کا بھی ہے۔ (فتح الباری:۱/۲۸۲)

مذکورہ بالا احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، خون سبیلین کے علاوہ خواہ جسم کے کسی بھی حصہ سے خارج ہو، حلق سے خارج ہو یا مسوڑھوں سے سینگی اور پچھنے لگوانے سے ہو یا چوٹ لگنے سے، زخم کے آنے یا کسی پھنسی پھوڑے کے پھٹ جانے سے ہو۔ انجکشن لگا کر نکالا جائے یا کسی فائر کے لگنے سے نکلے، تھوڑا ہو یا زیادہ، کسی بھی صورت ناقض وضو نہیں ہے اور وضو کے ٹوٹنے کے متعلق جو روایتیں پیش کی جاتی ہیں،

وہ قابل حجت نہیں۔ تفصیل کے لیے نصب الرایہ: ۱/۴۲؛ ملاحظہ ہو۔

اعتراض ۴۳: باوجود ہزار طلاق دینے کے بعد اپنی بیوی سے رجوع کروا دینا اور ساری زندگی زنا کی اجازت تحریراً دے دینا۔ (تحفۃ الحدیث: ۱۱)

جواب = مقلدین ضالین کو اصل دشمنی وعداوت امام الانبیاء اور آپ ﷺ کی سیرت وکردار سے ہے اس لیے یہ بے لگام مقلد احادیث رسول ﷺ پر تنقید کرتے رہتے ہیں جہاں تک ہزار طلاقوں کا معاملہ ہے اس میں سے حنفیوں کے نزدیک صرف تین نافذ جب کہ ۹۹۷ باطل ہیں جس پر ایک بھی آیت قرآن یا حدیث صحیح مرفوع ان کے پاس نہیں جب کہ الحمد للہ اہل حدیث کے نزدیک یکبارگی دی گئیں تین (یا اس سے زائد) طلاقیں وہ فیصلہ رسول ﷺ کے مطابق ایک ہی شمار ہوتی ہیں جس کی تفصیل اہل حدیث کے دلائل کے تحت آرہی ہیں۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ کی احادیث سے ثابت شدہ مسئلہ کے مطابق عمل کرنے یا کروانے والوں کو ''زنا کی اجازت'' کا طعنہ دینا انتہاء درجہ کی کمینگی ہے جب کہ احناف حلالہ کے ملعون عمل کی صورت میں زنا کا لائسنس جاری کر دیتے ہیں۔

جھنگوی کی دورخی:

جھنگوی نے اپنے باطل زعم کے مطابق تقریباً بیس (۲۰) مسائل کو آوارگی و آزادی کے نام سے تعبیر کیا ہے، حالانکہ وہ قرآن وسنت سے ثابت اور آثار صحابہ کرام سے مؤید ہیں۔ جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے، احکام دین کو آوارگی کہہ کر بھی جھنگوی خود کو اہل سنت والجماعت کہتا ہے۔ بعد میں الزام بھی اہل حدیث کو دے رہا ہے کہ یہ آوارگی ہمارے نزدیک نہیں بلکہ آپ (اہل حدیث) کے نزدیک ہے اگر حدیث رسول ﷺ پر عمل بھی آوارگی ہے تو اس پر ہمیں فخر ہے۔

جھنگوی کا تقلید سے اعلان بیزاری:

وہ لکھتا ہے میرا خیال ہے کوئی ایک مسئلہ لے لیتے ہیں جس پر پیار ومحبت سے ضد اور

عناد کو چھوڑ کر محض اور محض اللہ کی رضا کے لیے ہم کسی ایک مسئلہ کی تحقیق کر کے اس کی تہہ تک پہنچ جائیں اور امانت و دیانت سے اپنی ہٹ دھرمی کو اور مسلکی رعایت کو پس پشت ڈال کر صرف اور صرف دین کی بات کرتے ہیں کہ دین اس مسئلہ میں کیا کہتا ہے۔ (تحفہ، ص:۱۲)

جواب = کاش جھنگوی صاحب اپنی معروضات پر قائم رہتے لیکن افسوس انھوں نے پیار و محبت کی بجائے بغض و عناد کو اور رضائے الٰہی کی بجائے اپنی رائے کو ترجیح دی اللہ ستیاناس کرے تقلید کا جو انسان کو راہ حق اپنانے سے روکتی ہے اور امانت و دیانت کا جو خون مقلد جھنگوی نے کیا اس کی واضح مثالیں خود اس کے رسالہ میں موجود ہیں عبارات اکابر میں قطع و برید آئمہ کے اقوال کو صحابہ کرام کے اقوال باور کروانا ہے یہ ہے ان کی امانت و دیانت۔

تمھیں ان سے ہے وفا کی امید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

مقلد کو تحقیق کا حق نہیں:

مؤلف نے لکھا ہے کہ ہم کسی ایک مسئلہ کی تحقیق کر کے۔ الخ (تحفہ اہل حدیث، ص:۱۲)

جواب = معلوم ہوتا ہے کہ جھنگوی صاحب تقلید کی تعریف سے ہی واقف نہیں وگرنہ تحقیق کی بات نہ کرتے کیونکہ تحقیق تقلید کی ضد ہے اور مقلد کے لیے دلیل صرف اپنے امام کا قول ہوتا ہے مقلد کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کتاب و سنت اور اجماع وغیرہ کی طرف رجوع کرے۔ تذکرۃ الرشید کی عبارت ملاحظہ کیجیے۔

① ’’اکثر مقلدین عوام بلکہ خواص اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد کی خلاف کوئی آیت یا حدیث کان میں پڑتی ہے ان کے قلب میں انشراح و انبساط نہیں رہتا بلکہ اوّل استنکار قلب میں پیدا ہوتا ہے پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے خواہ کتنی ہی بعید ہو اور خواہ دوسری دلیل قوی ہو اس کے معارض ہو بلکہ مجتہد کی دلیل اس مسئلہ میں بجز قیاس کے کچھ بھی نہ ہو بلکہ خود اپنے دل میں اس تاویل کی وقعت نہ ہو مگر نصرت مذہب

کے لیے تاویل ضروری سمجھتے ہیں دل یہ نہیں مانتا قول مجتہد چھوڑ کر حدیث صحیح صریح پر عمل کرلیں۔"

(تذکرۃ الرشید، ص: ۱۳۱، مطبوعہ ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور کراچی)

دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی سے کافی عرصہ قبل قاضی ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ نے مقلدین کی اس روش کو کچھ اس انداز سے بیان فرمایا ہے:

۲ مقلدین کی ایک جماعت نے امام ابوحنیفہ کی تقلید میں غلو سے کام لیا ہے انھوں نے امام صاحب کے کسی قول کو ترک نہیں کیا اور انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومنصب پر فائز کیا ہوا ہے اگر ان پر کوئی ایسی نص پیش کی جائے جو قول امام کے مخالف ہو تو اسے رد کرنے کے لیے بے جا تاویلیں کرتے ہیں۔"

(الاتباع، ص: ۳۰، المکتبہ السلفیہ، لاہور)

قارئین کرام! ان حوالہ جات سے اظہر من الشمس ہوگیا کہ قرآن وحدیث کی نصوص میں تاویلیں کرکے ان کی تردید مقلدین کا شیوہ ہے نہ کہ اہل الحدیث کا ہم نے صرف دو حوالے نقل کئے ہیں ورنہ اس موضوع پر دلائل تحریر کریں تو ایک مستقل کتاب کا متقاضی ہے ہم تو صرف جھنگوی صاحب کو آئینہ دکھارہے ہیں تاکہ وہ اپنی اصلاح کرلیں۔

مانو نہ مانو جانِ جہاں تمھیں اختیار ہے
ہم نیک و بد جناب کو سمجھائے دیتے ہیں

۳ دیوبندیوں کی مستند کتاب "القاموس الوحید" میں لکھا ہے:

"قلّد فلاناً" تقلید کرنا، بلادلیل پیروی کرنا، آنکھ بند کرکے کسی کے پیچھے چلنا۔ (ص: ۱۳۴۶، مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور، کراچی)

۴ ابن الہمام حنفی لکھتے ہیں:

[العمل بقول من ليس قوله إحدى الحجج بلا حجة منها فليس الرجوع الى النبى صلى الله عليه وسلم والإجماع منه۔] (التحرير فى علم

الاصول لابن الھمام: ۳/۴۵۳)

''کسی آدمی کی بات جو دلیل شرعی بھی نہیں اور بے دلیل ہو اس پر عمل کرنا تقلید ہے نبی کریم ﷺ یا اجماع کی طرف رجوع تقلید نہیں۔''

۵ حنفیوں کی معتبر کتاب ''مسلم الثبوت'' میں لکھا ہے:

[التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجۃ...... فالرجوع الی النبی علیه الصلاة والسلام او الی الاجماع لیس منه۔]

''تقلید (نبی ﷺ کے علاوہ) غیر (یعنی امتی) کے قول پر بغیر حجت (دلیل) کے عمل (کا نام) ہے جیسے عامی (جاہل) اپنے جیسے عامی اور مجتہد کا قول لے لے، پس نبی اکرم ﷺ اور اجماع کی طرف رجوع کرنا اس (تقلید) میں سے نہیں ہے۔(مسلم الثبوت، ص: ۲۸۹، طبع ۱۳۱۶ھ فواتح الرحموت: ۲/ ۴۰۰، ط: اخریٰ، ص: ۷، درسی))

۶ دیوبندی امام سرفراز صفدر صاحب لکھتے ہیں:

''اس عبارت سے واضح ہوا اصطلاحی طور پر تقلید کا مطلب یہ ہے جس کا قول حجت نہیں اس پر عمل کرنا مثلاً عامی کا عامی کے قول اور مجتہد کا مجتہد کے قول کو لینا جو حجت نہیں ہے بخلاف اس کے کہ آنحضرت ﷺ کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں کیونکہ آپ کا فرمان تو حجت ہے اور اسی طرح اجماع بھی حجت ہے اور اسی طرح عامی آدمی کا مفتی کی طرف رجوع کرنا ﴿ فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ ﴾ آیت کے تحت واجب ہے۔ الخ (الکلام المفید، ص: ۳۵)

تقلید اور جہالت لازم وملزوم:

۷ مولوی حسین احمد ٹانڈوی لکھتے ہیں:

''ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک مرتبہ تین عالم (حنفی، شافعی اور حنبلی) مل کر ایک

مالکی کے پاس گئے اور پوچھا کہ تم ارسال کیوں کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں امام مالک کا مقلد ہوں دلیل ان سے جا کر پوچھو، اگر مجھے دلائل معلوم ہوتے تو تقلید کیوں کرتا؟ تو وہ لوگ ساکت (خاموش) ہو گئے۔"

(تقریر ترمذی اردو، ص: ۳۹۹، مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

دلائل کی چھان بین، تحقیق تو مقلدین کے لیے شجر ممنوعہ ہے کیونکہ ان کا دامن دلائل سے خالی ہے جیسا کہ حسین احمد مدنی صاحب لکھتے ہیں:

"امام صاحب سے متون تو منقول ہیں دلائل نہیں لہٰذا دلائل کا تسلیم کرنا ہم پر ضروری نہیں اس سے مذہب حنفی پر کوئی زد نہیں آ سکتی اور جو دلائل مذہب حنفیہ کے مطابق ہوں گے ہم ان کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔" (تقریر ترمذی، ص: ۷۲، طبع کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

لیجیے جناب......!! دیوبندی شیخ صاحب نے واضح کر دیا کہ دلائل ہمارے لیے ضروری نہیں۔ بلکہ اصل شئے قول امام ہے اگر امام صاحب سے دلائل منقول ہوں تو پھر تو دلائل سر آنکھوں پر وگرنہ دلائل تسلیم کرنا ضروری نہیں اسی بات کو مفتی اعظم دیوبند رشید احمد صاحب کچھ اس انداز سے بیان کرتے ہیں:

⑧ "توسیع مجال کی خاطر اہل بدعت فقہ حنفی کو چھوڑ کر قرآن و حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور ارخاء عنان کے لیے ہم بھی یہ طرز قبول کر لیتے ہیں ورنہ مقلد کے لیے صرف قول امام ہی حجت ہوتا ہے عبارات فقہیہ چونکہ نا قابل تاویل ہیں اس لیے اہل بدعت اس طرف آتے ہوئے گھبراتے ہیں پس ان پہ لازم ہے کہ یا تو فقہ حنفی کو فیصل تسلیم کریں ورنہ ابو حنیفہ کی تقلید کا دعویٰ چھوڑ دیں اور غیر مقلد ہونے کا عام اعلان کر دیں۔"

(ارشاد القاری الی صحیح البخاری، ص: ۲۸۸، احسن الفتاوی: ۱/ ۲۱۰)

"اور مقلد کا کام قرآن و حدیث سے نہیں بلکہ قول امام سے ہے دوسری

جسارت مفتی اعظم دیوبند نے یہ کی کہ قرآن و حدیث کے بجائے فقہ حنفی کو فیصل، جج قرار دیا، اور بالفاظ دیگر یہ تسلیم کیا کہ قرآن و حدیث مقلدین کے لیے فیصل (قاضی) جج کی حیثیت نہیں رکھتے، بلکہ یہ تو اہل الحدیث کے فیصل ہیں۔"

قارئین کرام پر واضح ہو گیا کہ قرآن و حدیث اہل حدیث کے پاس ہیں۔

کس انداز سے اقرار کیا گناہگاروں نے

جب کہ قرآن مقدس میں رب العالمین کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ.......... ﴾(النساء: ٦٥)

"سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلافات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دلوں میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ اسے قبول کر لیں۔"

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ...... ﴾ (النساء: ٥٩)

"پس اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ، اللہ کی طرف اور رسول اللہ ﷺ کی طرف اگر تمھیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔"

یہاں پر ارباب عقل و خرد کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ فرامین الٰہی تو اتباع رسول کا کہتے ہیں اور دیوبندی مفتی صاحب تقلید کا درس دے رہے ہیں لا محالہ اللہ رب العزت کا قول برحق ہے اور مفتی صاحب کا قول غلط ہے اور قرآن و حدیث سے دور پھر بھی یہ حضرات اہل حق ہونے کے مدعی۔

بتا اے عقل انسانی کوئی حل اس معمے کا
نظر کچھ اور کہتی ہے خبر کچھ اور کہتی ہے

مفتی رشید احمد لدھیانوی ایک اور مقام پر راقم ہیں: ''یہ بحث تبرعاً لکھ دی ہے ورنہ رجوع الی الحدیث وظیفہ، مقلد نہیں۔'' (احسن الفتاویٰ: ۵۰،۳/۷)

۹ قاضی زاہد الحسینی دیوبندی لکھتے ہیں:

''حالانکہ ہر مقلد کے لیے آخری دلیل مجتہد کا قول ہے جیسا کہ ''مسلم الثبوت'' میں ہے:[اما المقلد فمستنده قول مجتهده] اب اگر ایک شخص امام ابو حنیفہ کا مقلد ہونے کا مدعی ہو اور ساتھ ہی وہ امام ابوحنیفہ کے قول کے ساتھ یا علیحدہ قرآن وسنت کا بطور دلیل مطالبہ کرتا ہے تو وہ بالفاظ دیگر اپنے امام اور راہ نما کے استدلال پر یقین نہیں رکھتا۔''

(مقدمہ کتاب دفاع امام ابوحنیفہ از عبد القیوم حقانی، ص:۲۶)

جھنگوی صاحب، اپنی تقلید کی خیر منائیں۔

تقلید قرآن وحدیث کے انکار کو کہتے ہیں:

۱۰ عامر عثمانی صاحب کو کسی نے خط لکھا کر حدیث رسول اللہ ﷺ سے جواب دیں مولانا عامر عثمانی دیوبندی صاحب نے اس کا جواب یہ دیا کہ:

اب چند الفاظ اس فقرے کے بارے میں بھی کہہ دیں جو آپ نے سوال کے اختتام پر سپرد قلم کیا ہے یعنی، حدیث رسول اللہ ﷺ سے جواب دیں۔

اس نوع کا مطالبہ اکثر سائلین کرتے رہتے ہیں یہ دراصل اس قاعدہ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے کہ مقلدین کے لیے قرآن و حدیث کے حوالوں کی ضرورت نہیں بلکہ ائمہ وفقہاء کے فیصلوں اور فتوؤں کی ضرورت ہے۔ (ماہنامہ تجلی دیوبند، ج:۱۹، شمارہ:۱۱،۱۲، جنوری فروری ۱۹۶۸ء، ص:۴۷)

.... تلک عشرة كاملة ....

بتلائیے کیا مقلدین محض اور محض رضائے الٰہی کے لیے تحقیق کر سکتے ہیں؟

اعتراض ۲۵: اہل حدیث کا دعویٰ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے ہم اہل حدیثوں کا مسئلہ اور عقیدہ تو واضح ہے کہ قرآن وحدیث کے علاوہ ہم کسی کی بات کو بطور شرعی دلیل نہیں مانتے۔

جواب الحمدللہ علی ذالک یقیناً قرآن وحدیث ہی ہمارا مسلک ہے۔ (تحفہ اہل حدیث:۱۲)

اعتراض ۲۶: یہی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ (تحفہ اہل حدیث، ص:۱۳)

جواب = حالانکہ جھنگوی کی یہ بات بذات خود بہت بڑا جھوٹ ہے۔

اعتراض ۲۷: آخر آپ کے نزدیک تین کس طرح واقع ہوتی ہیں۔

جواب = ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے اور اوقات (ومجالسہ) متفرقہ میں دی گئی تین تین شمار ہوتی ہیں۔

سوال = یہ مذہب کس امام کا ہے۔

جواب = محمد رسول اللہ ﷺ کا جس کے دلائل ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب بیان ہوں گے۔

سوال = جتنے ائمہ گزرے کیا وہ سب کے سب نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے خلاف فتوے دیتے رہے (اور حدیث صرف آپ کو سمجھ آئی ہے؟) (تحفہ اہلحدیث:۱۳)

جواب 1= ہم ائمہ دین کا دل و جان سے احترام کرتے ہیں لیکن قرآن مجید نے امت مسلمہ کو ایک اصول بتلایا۔ ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ جس کا فتویٰ کتاب وسنت کے موافق سر آنکھوں پر وگرنہ ناقابل قبول۔

جواب 2= حنفی، دیوبندی، بریلوی حضرات نے کئی ایک مقامات پر اپنے امام ابوحنیفہ کے فتاویٰ کو ترک کیا ہے کیا یہ ان مسائل میں امام صاحب سے زیادہ سمجھدار ہیں، یا انھیں اس مسئلہ کی سمجھ نہیں آئی اور آپ کو آ گئی اگر آپ کہہ دیں کہ یہ تو چند مقامات ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ چلو ان چند مقامات پر تو تقلید ابوحنیفہ کی چھٹی ہوگئی اگر دلائل کی بنا پر چھوڑا

ہے تو مقلد کو قول امام سے نکل کر دلائل کی طرف نظر کرنے کی اجازت کس نے دی ہے؟

اگر اہل حدیث ائمہ کرام رحمہم اللہ کے اقوال کو قرآن و حدیث کی بنا پر ترک کر دیں تو گستاخ ائمہ و مخالف ائمہ قرار پائیں اور حنفی دیوبندی بریلوی یہی طرز عمل اختیار کریں۔ تو ان کے محب کہلائیں کیا یہی انصاف ہے؟ ﴿تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى﴾

اعتراض: (غ) فقہ حنفی کی کتب میں بھی درج ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاق درست نہیں بلکہ بدعی ہیں۔

جواب= برادر جن ائمہ کرام نے یہ بدعی کی اصطلاح لکھی ہے اس اصطلاح کا مفہوم نہ نکالیں بلکہ جنھوں نے بدعی کی اصطلاح لکھی ہے انھوں نے ہی یہ بات بھی لکھی ہے کہ ایک مجلس میں تین دی ہوئی طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ (تحفہ، ص:۱۶)

جواب الجواب: جھنگوی چونکہ سوال کا جواب دینے سے عاجز تھا اس لیے اپنی خفت مٹانے کے لیے یہ گل کھلا دیا کہ جو بدعی کہتے ہیں وہ اس کو نافذ بھی مانتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حالانکہ اصل اعتراض یہ ہے جو کام بدعت ہے کیا وہ نافذ ہو جائے گا؟

مثلاً گیارہویں کا ختم وغیرہ بدعت ہے قل، ساتواں، چالیسواں وغیرہ بدعت ہیں تو کیا یہ امور شرعاً نافذ تصور ہوں گے، جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

[مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ]

"جس نے ہمارے دین میں کوئی نیا کام ایجاد کیا جو اس میں سے نہیں وہ مردود ہے۔" (صحیح بخاری، رقم:۲۶۹۷)

کیونکہ جو چیز بدعت ہو اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے نہیں ہوتا بلکہ وہ تو اپنی طرف سے دین میں اضافہ ہوتا ہے اس لیے ان بدعی امور کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کی سعی قرآن و حدیث میں تحریف ہے پھر آپ وضاحت کریں کہ بریلوی بدعات اور طلاق بدعی میں کیا فرق ہے پھر اس فرق پر دلیل دیں۔

جھنگوی کی جہالت ظہار سے نکاح ختم:

میرے بھائی نکاح کا بھی یہی مسئلہ ہے صحیح طریقے سے ختم ہو جاتا ہے اگر غلط طریقے سے ختم کرے تب بھی ختم ہو جائے گا پھر نکاح کو غلط طریقے سے ختم کرنے کی مثال شریعت سے مسئلہ ظہار پیش کیا۔'' (تحفہ:۱۶)

جواب = حالانکہ ظہار سے میاں بیوی کا نکاح ختم نہیں ہوتا بلکہ بیوی صرف اتنی دیر تک اپنے خاوند پر حرام ہو جاتی ہے جب تک وہ کفارہ ادا نہیں کر دیتا۔

وقوع طلاق پر ایک مغالطہ:

طلاق بھی اگر غلط طریقے سے دے تو ہو جاتی ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے جھنگوی لکھتا ہے میرے بھائی عورت ایام ماہواری میں ہو تو طلاق دینا منع ہے لیکن اگر کوئی دے دے تو واقع ہو جاتی ہے اس طرح ایک مجلس میں تین طلاق دینا بھی صحیح نہیں ہے پھر بھی واقع ہو جاتی ہے۔ (تحفہ،ص:۱۷،۲۴)

جواب = یہ مقلد کا دھوکہ ہے کیونکہ اختلاف وقوع، عدم وقوع کا نہیں بلکہ تعداد وقوع کا ہے کہ کتنی واقع ہوں گی؟ ایک یا تین؟ یہ شرعی مسئلہ ہے جسے عقلی گھوڑے دوڑا کر یا قیاس آرائیاں کر کے حل نہیں کیا جا سکتا، بلکہ دلیل کی ضرورت ہے، اور وہ آپ کے پاس نہیں، کیونکہ اسے آپ بدعت تسلیم کر چکے ہیں۔ جو دلیل کی نفی کو مستلزم ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک وقت میں اکٹھی تین طلاقیں ایک شمار ہوں گی۔

انکارِ حق اور احناف:

اعتراض ㉘: جھنگوی اہل حدیثوں پر الزام تراشی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ حق کے سامنے بھڑ کر بات کرنا غیر مقلدین کا شیوہ ہے خواہ بعد میں منہ کی کھانی پڑے۔ (تحفہ،ص:۱۷)

جواب = مشہور محاورہ ہے ''اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' اسی طرح جھنگوی نے اپنی بدروش کو اہل حدیث کے سر تھوپنے کی ناکام سعی کی ہے کیونکہ اس نے خود دو احادیث وضع

کی ہیں اور حق واضح ہونے کے باوجود اس نے اس سے توبہ نہیں کی۔ مزید یہ کہ حق کے سامنے اکڑنا و بھڑنا تقلید کے بنیادی اسباق میں سے ہے مثلاً:

۱ [عن ابی مسعود الانصاری ان رسول اللّٰه ﷺ نهى عن ثمن الكلب و مهر البغى و حلوان الكاهن]

"نبی اکرم ﷺ نے کتے کی قیمت سے اور زانیہ کی اجرتِ زنا سے اور کاہن کے حلوے مانڈے سے منع کیا ہے۔"

بلکہ مسلم کی حدیث ہے:[ثمن الكلب خبيث](کتے کی قیمت خبیث ہے۔)

جب کہ جھنگوی کا مذہب:

[اذا ذَبَحَ كلبه رَبَاعَ لحمه جاز و كذا اذا ذبح حماره رَباع لحمه]

"کتے اور گدھے کے گوشت کا کاروبار جائز ہے۔"

(عالمگیری: ۱۱۵/۳، طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۲ اسلام میں بول و براز وغیرہ نجاستوں کو کپڑوں سے زائل کرنے کا حکم ہے۔

﴿ وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴾ (المدثر……)

"اپنے کپڑوں کو پاک کیجیے۔"

جب کہ جھنگوی کا مسلک [و قد الدرهم و ما دونه من النجس المغلظ كالدم والبول] یعنی اگر درہم کے برابر نجاست مغلظہ "جیسے خون، پیشاب، شراب، بیٹ، گدھے کا پیشاب" لگی ہو تو اس کے ہوتے ہوئے نماز پڑھنا جائز ہے۔

پھر حق کے سامنے بھرتے ہوئے قرآن کے مقابلہ میں دلیل بھی کیسی دیتے ہیں؟

[اخذ عَنْ مَوْضِعِ الاَسْتِنْجَاء] یہ ہتھیلی کے برابر نجاست اس لیے معاف ہے کہ استنجا کی جگہ کا سائز اتنا ہوتا ہے۔" (الهدايه، كتاب الطهارات، باب الانجاس و تطهيرها ۷۴/۱، طبع المصباح لاهور)

۴ نبی اکرم ﷺ نے پگڑی پر مسح کیا۔(صحیح مسلم شریف شرح نووی درسی نسخہ:۱۳۴)
لیکن مقلدین کہتے ہیں :" لا یجوز المسح علی العمامة" پگڑی پر مسح جائز نہیں۔(الهدایه،ص:٦١، سطر نمبر:٩،١٠، كتاب الطهارات طبع المصباح لاهور)

۴ دیوبندی شیخ الہند کا اعتراف:

[و رجح مولانا شاه ولی الله محدث دهلوی قدس سره فی رسائل مذهب الشافعی من جهة الاحادیث والنصوص و کذالك قال شیخاً مدظله یترجح مذهبه و قال الحق والانصاف ان الترجیح للشافعی فی هذه المسئلة و نحن مقلدون یجب علینا تقلید امامنا ابی حنیفة]

"شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ محدث دہلوی نے اپنے رسائل میں احادیث اور نصوص کے لحاظ سے مذہب شافعی کو ترجیح دی اور اسی طرح احادیث ونصوص کے لحاظ سے ہمارے شیخ (محمود الحسن دیوبندی) نے کہا ہے شافعی کا مذہب راجح ہے اور فرمایا حق اور انصاف کی بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں راجح بات امام شافعی کی ہے اور ہم چونکہ مقلد ہیں لہذا ہم پر اپنے امام کی تقلید واجب ہے۔"
(تقریر ترمذی،ص:٤٩، مکتبه رحمانیه غزنی سٹریٹ اردو بازار لاهور۔ تحفة المناظر، ص: ١٥٦ ،منظور احمد مینگل ،مکتبه السعید۔ کراچی)

۵ شبیر احمد عثمانی دیوبندی کی ہٹ دھرمی:

قرآن مقدس میں رب العزت نے تین مقامات پر دودھ پلانے کی مدت دو سال بیان فرمائی ہے لیکن امام ابوحنیفہ سے فقہ حنفی کی کتب میں مدت رضاعت اڑھائی سال منقول ہے تقاضائے ایمان تو یہ ہے کہ قرآن مقدس کے اس حکم الٰہی کو سر آنکھوں پر رکھتے ہوئے امام صاحب سے منقول بلا سند قول کو رد کر دینا چاہیے، حنفی، دیوبندی قرآن میں موجود اس حکم ربانی کے مدمقابل قول ابی حنیفہ کو کس طرح سینے سے لگاتے ہیں؟ ملاحظہ کیجیے

''سورۂ لقمان'' (آیت:۱۴) کی تفسیر میں دیوبندی مفتی شبیر احمد عثمانی صاحب رقمطراز ہیں:

''**تنبیہ**: دودھ چھڑانے کی مدت جو یہاں (قرآن مجید میں) دو سال بیان ہوئی ہے باعتبار غالب اور اکثری عادت کے ہے۔ امام ابوحنیفہ جو اکثر مدت ڈھائی سال بتاتے ہیں ان کے پاس کوئی اور دلیل ہوگی۔ جمہور کے نزدیک دو سال ہیں۔ واللہ اعلم۔'' (تفسیر عثمانی، سورۂ لقمان، آیت:۱۴، حاشیہ:۱۰،)

مفتی عثمانی صاحب کی بات میں کوئی ابہام وپیچیدگی نہیں۔ مفتی صاحب قرآن مقدس کے مقابلے میں امام صاحب کی نامعلوم دلیل کا سہارا لے کر قول امام کو سہارا دے رہے ہیں دعوے سب سے بڑھ کر اسلام پر عمل صرف ہم ہیں۔

۵ دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں:

۱ کسی نعمت جدیدہ کی خبر سن کر سجدہ شکر ادا کرنا حدیث صحیح سے ثابت ہے۔...... اور پھر بھی ہمارے امام ہمام ابوحنیفہ اس کو مکروہ فرماتے ہیں۔

۲ درمیان اذان اقامت مغرب کے دو رکعت نفل حدیث سے ثابت ہے...... اور امام ابوحنیفہ اس کو مکروہ فرماتے ہیں۔

۳ صلوٰۃ جنازہ میں فاتحہ پڑھنا احادیث سے ثابت ہے ......اور امام ابوحنیفہ اس کو منع فرماتے ہیں۔(طریقہ میلاد شریف، ص:۶۰، ۶۱، ادارہ اسلامیات لاہور)

قارئین کرام! مقام غور و تدبر ہے کہ صحیح احادیث سے ثابت ہونے کے باوجود ان اعمال سے پہلوتہی کی وجہ یہ ہے کہ امام صاحب اسے ناپسند فرماتے ہیں۔(لاحول و لاقوۃ الا باللہ) یہی نہیں یہ حضرات تو قول امام کو حرزِ جان بنا کر صحیح البخاری و صحیح مسلم کی متفق علیہ احادیث پر عمل جراحی چلانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ یہ الزام نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ لیجیے تازہ ترین مثال ملاحظہ کیجیے۔

زرولی دیوبندی اور بغاوت سنت:

⑤ دیوبندی درس گاہ جامعہ عربیہ احسن العلوم، گلشن اقبال کراچی کے مؤسس، رئیس و شیخ الحدیث محمد زرولی صاحب رقمطراز ہیں:

''صحیح مسلم اور دیگر کتب صحاح وحسان میں شوال کے چھ روزے مروی ہیں۔''

(احسن المقال، ص: ٢٤)

اسی صفحہ پر زرولی صاحب امام ابوحنیفہ کا قول ان روزوں کے بارے میں کراہیت کا نقل کر کے آگے ان صحیح احادیث پر عمل جراحی چلایا ہے اور قول امام کا دفاع کرتے ہوئے حق تقلید کچھ اس انداز سے ادا کرتے ہیں جناب رقمطراز ہیں۔اس عبارت کے چند فوائد ملاحظہ ہوں:

① مذہب حنفی امام ابوحنیفہ کے اقوال و اجتہاد کا نام ہے۔

② امام ابوحنیفہ کا قول کسی کے لیے ترک نہیں کیا جائے گا اور اس میں کسی کا اختیار نہیں چلے گا۔

③ امام صاحب کے قول کی موجودگی میں دیگر اقوال ساقط ہوں گے اور امام کے قول کو ترجیح ہوگی کیونکہ وہی مذہب ہے اور وہی اصل ہے۔

④ اس تحقیق اور تجسس کی بھی ضرورت نہیں کہ امام نے یہ قول کہاں سے اختیار کیا ہے۔

(احسن المقال فی کراہیۃ صیام ستہ، شوال، ص: ۵۱، ۵۲، طبع جامعہ عربیہ احسن العلوم کراچی)

یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ صرف مولوی زرولی کی ہی رائے نہیں ہے بلکہ اس کتابچے میں جید دیوبندی مشائخ وعلماء کی تائیدات وتصدیقات ہیں۔ مثلاً

1. دیوبندی امام سرفراز خان صفدر، استادِ جھنگوی۔
2. قاری مفتاح اللہ خطیب جامع مسجد عمر، ومدرس جامعہ بنوریہ۔ کراچی۔

معلوم ہوا کہ یہ شخصی رائے نہیں بلکہ دیوبندی مکتبہ فکر کی ترجمانی ہے اس کتابچہ میں

مقلدین کے لیے چند قواعد و اصول تحریر کیے ہیں کہ جنھیں ماننے پر تقلیدی مجبور ہیں۔ مگر یہ اصول وضوابط صرف زبانی دعویٰ ہے۔ جھنگوی اور اس کا ٹولہ میدان مناظرہ وتحریر میں کبھی تسلیم کرنے پر راضی نہیں ہوسکتا۔ دوسرے لفظوں میں جھنگوی اور ان کا ٹولہ ان دیوبندی مشائخ کے مطابق حنفیت سے خارج ہوتے ہیں۔

مشکل بڑی پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بال کے

لطیفہ:

آل دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے اپنی کتاب طائفہ منصورہ، ص:۱۴۷، پر علماء کے شاذ اقوال نقل کیے ہیں اور لکھا ہے: ''اور ائمہ دین اور بزرگان ملت کی اجتہادی لغزشوں کو چن چن کر نہ تو اہل بدعت کی طرح مسلک قرار دینا چاہیے......'' (طائفہ منصورہ، ص:۱۴۷)

پھر چند سطور بعد اس کی مثالیں بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ''مالک رحمہ اللہ شوال کے چھ روزوں کو مکروہ کہتے ہیں۔ (جو صحیح حدیث سے ثابت ہیں)۔'' (طائفہ منصورہ، ص:۱۴۷)

آل دیوبند کے اس اصول سے ثابت ہوا کہ اجتہادی لغزش کو مسلک قرار دینا اہل بدعت کا کام ہے اور مفتی زرولی دیوبندی آل دیوبند کے امام سرفراز صفدر کے اصول کے مطابق بدعتی ہے کیونکہ اس نے امام ابوحنیفہ کا قول کہ ''شوال کے چھ روزے مکروہ ہیں'' کو ثابت سمجھ کر اپنا مسلک بنا لیا ہے اور خواہ مخواہ حدیث پر جرح کی ہے ورنہ حدیث کو تو آل دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے صحیح کہا ہے۔

فاتحہ کا نزول عہد عمر رضی اللہ عنہ میں:

۸ اہل الرائے کی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظلم کی مثال ملاحظہ فرمائیں۔

''امام حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبدالصمد بن محمد البخاری کو فرماتے سنا کہ ہمارے شہر میں ابوبکر بن حرب جو کہ بزرگِ اہل الرائے ہیں فرماتے ہیں کہ

اکثر اہل الرائے، اہل حدیث کے ساتھ ظالمانہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔ میں امام حاتم العتکی کے پاس موجود تھا کہ اسی اثناء میں ایک اہل الرائے دوست آیا اور امام حاتم العتکی کو کہنے لگا۔ کیا تو ہی وہ شخص ہے۔

جو کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا تو امام حاتم العتکی نے فرمایا اس مسئلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث ثابت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: [لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ] سورۂ فاتحہ کے بغیر کوئی نماز نہیں ہے تو یہ حدیث سن کر اہل الرائے نے کہا: [لا كذبت ان فاتحة الكتاب لم تكن فی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما نزلت فی عهد عمر بن الخطاب۔الخ] تو جھوٹ کہتا ہے (اس لیے کہ) سورۃ فاتحہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تھی ہی نہیں یہ تو نازل ہی سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں ہوئی ہے۔" (تاریخ مدینه دمشق المعروف تاریخ ابن عساکر: ۳۶/۲۵۷، ۲۵۸، سیر اعلام النبلاء: ۱۶/ ۲۹۰-۲۹۱)

جناب جھنگوی صاحب! دیکھا آپ نے اپنے بڑے مقلد بھائی کا مقلدانہ عمل حق کے سامنے کس دیدہ دلیری سے بپھرتے ہوئے سورۃ فاتحہ کے نزول کا ہی عہد نبوی میں انکار کر دیا اور یوں اہل الرائے مقلدین نے اپنے رافضی بھائیوں کا دل بھی جیت لیا ہو۔

۹ اگر کوئی ذمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا ذمہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ واجب القتل ہے جب کہ احناف کے ہاں اس کا ذمہ برقرار اور وہ واجب القتل نہیں ہے۔ (دلائل کی رو سے شوافع کا مؤقف درست ہے) چنانچہ ابن نجیم حنفی المعروف ابوحنیفہ ثانی فرماتے ہیں:

[نعم نفس المؤمن تميل الى قول المخالف فی مسئلة السب و لكن اتباعنا للمذهب واجب] (البحر الرائق: ۵/ ۱۱۵)

''ہاں مومن کا دل تو نبی ﷺ کو گالی دینے کے مسئلہ میں مخالف (شوافع) کے قول کی طرف مائل ہوتا ہے (یعنی کہ اسے قتل کیا جائے) لیکن ہمارے لیے اپنے مذہب کی اتباع واجب ہے۔''

لیجیے! حق کی طرف میلان قلبی کے باوجود اپنے مذہب نامذہب کو ترک کرنے پر جناب ابوحنیفہ ثانی صاحب تیار نہیں تو بتائیں کون ہے جو دلائل حق کو تسلیم کرتا ہے اور کون اس کے سامنے بپھرتا ہے۔

⑩ فقہ حنفی کے مطابق متنفل (نفلی نماز پڑھنے والا) کے پیچھے مفترض (فرضی نماز پڑھنے والا) کی نماز درست نہیں لیکن یہ مؤقف بھی احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ مثلاً: ''مشکوٰۃ المصابیح''، ''شرح السنۃ'' کے حوالے سے حدیث ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے حالت خوف میں وادی نخلہ میں لوگوں کو نماز ظہر دو رکعت پڑھائی، پھر سلام پھیرا تو دوسرا گروہ آیا تو انھیں بھی آپ نے دو رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیرا۔

اب اس پر جھنگوی صاحب کے اکابرین میں سے ملا علی قاری حنفی کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں:

[لا اشكال فی ظاهر الحديث علی مقتضی مذهب الشافعی، فانه محمول علی حالة القصر، وقد صلی بالطائفة الثانية نفلاً و علی قواعد مذهبنا مشكل جداً فانه لو حمل علی السفر لزم اقتداء المفترض بالمتنفل و هو غير صحيح عندنا۔]

''ظاہر حدیث میں تو امام شافعی کے مذہب کے مطابق کوئی اشکال نہیں ہے اس لیے کہ یہ حالت قصر پر محمول ہے اور رسول اللہ ﷺ نے دوسرے گروہ کو نفلاً نماز پڑھائی ہے اور یہ بات ہمارے مذہب کے قواعد کی رو سے بہت مشکل ہے وہ اس طرح کہ اگر اسے سفر پر محمول کیا جائے گا تو مفترض (فرض پڑھنے والے) کے لیے متنفل (نفل ادا کرنے والے) کی اقتداء لازم آتی ہے اور

یہ ہمارے نزدیک (فقہ حنفی کی رو سے) درست نہیں ہے۔"

(مرقاۃ المفاتیح:۵۲۶/۳، باب صلاۃ الخوف، رقم الحدیث:۱۴۲۴، طبع مکتبہ حقانیہ، پشاور)

..............تلک عشرۃ کاملۃ..............

قارئین کرام! جن قواعد کی بنا پر مقلدین حضرات کو درست موقف پر عمل کرنے میں ہچکچاہٹ ہے وہ اصول کرخی وغیرہ کے قواعد ہیں جو کہ پہلے ہم نقل کر چکے ہیں۔

اس سلسلے میں ہم انور شاہ کشمیری صاحب کے حوالے سے بھی بیان کر چکے ہیں کہ دیوبندی شیخ الحدیث صاحب ایک وتر کی صحیح حدیث کا جواب چودہ سال تک سوچتے رہے۔(معارف السنن:۲۶۴/۴، العرف الشذی،۴۴۲/۱، طبع بیروت، فیض الباری: ۳۷۵/۲، درس ترمذی:۲۲۴/۲)

مقلد جھنگوی صاحب ادھر ادھر کی فضول بھرتی کر کے ﴿تلك عشرة كاملا﴾ کی تکرار کرتا ہے جو دلائل قاہرہ سے ﴿هَباءً مَّنثُورًا﴾ ہوگیا ہے لہٰذا ہم بھی ان شاء اللہ اپنے پاس بیسیوں دلائل میں سے جھنگوی کی پسندیدہ تکرار ﴿تِلك عَشرة كَامِلَة﴾ کا مقلد کو بار بار ورد کرائیں گے تاکہ حق ان پر واضح ہو جائے اور اس کو شرح صدر کے ساتھ قبول کرلیں۔ آمین۔

جناب جھنگوی صاحب آپ کو اہل الحدیث کی صفوں میں حق کے سامنے سر جھکانے والے ہی ملیں گے جو دلائل وحق کے سامنے سرنہیں جھکاتا بلکہ مقلدانہ طرز عمل کا مظاہرہ کرتا ہے تو ایسا شخص اہل الحدیث سے خارج ہے ہمیں ایسا شخص اپنی صفوں میں قطعاً قبول نہیں لیکن آپ لوگوں کا حق کے سامنے بھڑنے کا طرز عمل اہل علم سے قطعاً مخفی نہیں یہی وجہ ہے کہ ائمہ دین رحمہم اللہ نے آپ لوگوں پر گمراہی کا فتویٰ صادر کیا ہے جیسا کہ مجتہد مطلق امام احمد رحمہ اللہ کا ایک قول بیان ہو چکا ہے مزید ایک اور قول ملاحظہ فرمائیں:

"امام ابو عبد اللہ محمد بن نصر المروزی رحمہ اللہ "قیام اللیل" (۲۹۶،۲۹۷) میں امام

احمد رحمہ اللہ کا فرمان بایں الفاظ نقل فرماتے ہیں:

[ھؤلاء اصحاب ابی حنیفة رحمه الله لیس لھم بصر شیء من الحدیث ما ھو الا الجرأة]

"یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے جو شاگرد و پیروکار ہیں انھیں حدیث میں بالکل بصیرت نہیں بلکہ یہ حدیث کو رد کرنے میں بڑے دلیر ہیں۔"

نکہت زلف سے کم مربہ مشک ہوا
شرم سے ناف میں آہو کے لہو خشک ہوا

لیجیے......!!! جناب امام اہل السنۃ احمد بن حنبل رحمہ اللہ آپ پر حق کے مقابلے میں بھڑنے کا فتویٰ صادر فرما رہے ہیں۔ جھنگوی صاحب ابھی تو آغاز ہے آگے دیکھئے آپ کی خدمت وتوضع کے لیے ہم نے کس قدر سامان مہیا کیا ہوا ہے۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

ان شاء آپ کو اور آپ کے ہمنوا مقلدین کو اس تواضع سے بڑا فائدہ و مزا آئے گا۔

حائضہ کی طلاق کا حکم اور جھنگوی کا تضاد:

مقلد جھنگوی صاحب نے حائضہ کی طلاق کی بحث کے ضمن میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ اہل حدیث حضرات حائضہ عورت کی طلاق کو نافذ نہیں مانتے پھر خود ہی اپنی بات کی تردید کرتے ہوئے تحفہ، ص:۲۳،۲۴، پر مولانا شمس الحق عظیم آبادی، علامہ امیر یمانی، قاضی شوکانی اور مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری، عبد اللہ روپڑی رحمہم اللہ کے حوالے سے لکھتا ہے وہ طلاق حائض کو نافذ مانتے ہیں۔ دیکھئے! تناقض و تعارض میں جھنگو یکتنا اونچا مقام رکھتا ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ کون؟

مقلد راقم ہے میرے بھائی ہم اہل سنت ہیں اور تم غیر مقلد ہو۔ (تحفہ:۲۰)

تحریف قرآن:

[۱] احناف دیوبندی مرجئی وجودیوں کا خود کو اہل سنت کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ شیعہ کا خود کو مومنین کہنا ہے کیونکہ کوئی اہل سنت (سنی) تحریف قرآن کا عقیدہ نہیں رکھتا جب کہ دیوبندیوں کے نزدیک معاذ اللہ قرآن مجید محرف ہے۔

علمائے دیوبند کے امام العصر انور شاہ کشمیری صاحب فرماتے ہیں:

" واعلم ان فی التحریف ثلاثة مذاهب: ذهب جماعة الی ان التحریف فی الکتب السماویه قد وقع بکل نحو فی اللفظ والمعنی جمیعاً و هو الذی مال الیه ابن حزم و ذهب جماعة الی ان التحریف قلیل و لعل الحافظ ابن تیمیة جنح الیه و ذهب جماعة الی انکار التحریف اللفظی رأسًا فالتحریف عندهم کله معنوی، قلت : یلزم علی هذا المذهب ان یکون القرآن ایضاً محرفا فان التحریف المعنوی غیر قلیل فیه ایضاً والذی تحقق عندی ان التحریف فیه لفظی ایضاً اما انه عن عمد منهم او مغلطة فالله تعالیٰ اعلم به۔"

"یہ بات جان لے کہ مسئلہ تحریف میں تین مذاہب ہیں علماء کی ایک جماعت کا مؤقف یہ ہے کہ آسمانی کتب میں لفظی و معنوی ہر دو طرح کی تحریف واقع ہو چکی ہے اور اسی جانب حافظ ابن حزم (رحمہ اللہ) بھی مائل ہیں۔ اس طرح علماء کی ایک جماعت نے آسمانی کتب میں لفظ تحریف کا انکار کیا ہے پس اس گروہ کے نزدیک معنوی تحریف واقع ہوئی ہے۔

میں (انور شاہ کشمیری) کہتا ہوں اس مذہب کے مطابق تو قرآن کا بھی محرف ہونا لازم آتا ہے کیونکہ اس میں بھی معنوی تحریف پائی جاتی ہے اور میرے نزدیک تحقیقی بات یہ

ہے کہ قرآن میں لفظی تحریف بھی موجود ہے خواہ وہ کسی سے انجانے میں ہوئی ہے یا غلطی سے (بہر حال اس میں معنوی کے ساتھ ساتھ لفظی تحریف بھی ہوئی ہے)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فیض الباری: ۳/۳۹۵، مکتبہ حقانیہ، پشاور)

لیجیے کاشمیری صاحب کہہ رہے ہیں کہ جناب! دیگر کتب سماویہ کے ساتھ ساتھ قرآن بھی لفظی و معنوی تحریف کا شکار ہو گیا ہے بلفظ دیگر قرآن مقدس بھی ناقابل اعتبار ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک قرآن تحریف سے بالکل پاک ہے کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ دار خود اللہ بزرگ و برتر نے اٹھایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو زانی قرار دینا:

۲ اہل سنت میں سے کوئی یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ (زنا) کرنے والا اور کرانے والا وہ تو وہی (اللہ) ہے۔ (معاذ اللہ) (تذکرۃ الرشید: ۲/۲۴۲، مطبوعہ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور۔)

جوتی کی پوجا:

۳ اسلام میں عبادت و پوجا صرف اللہ کا حق ہے جب کہ ان مقلدین کے ہاں جوتی کی پوجا بھی جائز ہے۔ (کتاب المعرفۃ والتاریخ: ۲/۷۸۴، تاریخ بغداد: ۱۳/۳۷۴، المجروحین: ۳/۷۳)

عقیدہ مشکل کشائی:

۴ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ مافوق الاسباب حاجت روا مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ ہے جب کہ دیوبندیوں کے نزدیک رافضیوں کی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی مشکل کشا ہیں۔ دیوبندیوں کے سید الطائفہ حاجی امداد اللہ کہتے ہیں۔

دور کر حجاب جہل وغفلت میرے رب
کھول دے دل میں در علم حقیقت میرے اب
ہادی عالم علی مشکل کشا کے واسطے۔

(کلیات امدادیہ: ۱۰۳)

۵ اہل سنت کے نزدیک خالق اور مخلوق دونوں کسی صورت میں بھی ایک نہیں ہو سکتے بلکہ دیوبندی کے پیر طریقت امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں: اس کے بعد اس کو ہو ہو کے ذکر میں اس قدر منہمک ہو جانا چاہیے کہ خود مذکور یعنی (اللہ) ہو جائے۔ (کلیات امدادیہ، ص: ۱۸، ط: دار الاشاعت کراچی)

۶ اہل سنت والجماعت کے نزدیک فوت شدگان کی ارواح سے مدد کا اعتقاد شرکیہ عقائد میں شامل ہے جب کہ اس کے برعکس دیوبندی فوت شدہ بزرگوں کی ارواح سے مدد کے قائل ہیں۔ (سوانح قاسمی: ۳۳۲/۱، حاشیہ)

دوستی و دشمنی کا معیار:

۷ شریعت محمدیہ میں دوستی اور دشمنی کا معیار [الحب للہ والبغض فی اللہ] جب کہ ان وجودیوں کے ہاں معیار اللہ کی رضا نہیں بلکہ تقلید ہے ایسے لوگوں کے بارے میں امام سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے ہر وہ آدمی جو کسی امام کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے نیز یہ کہ وہ امام رسول اللہ ﷺ نہ ہوں۔ اسی پر دوستی رکھے اور اسی پر دشمنی بھی کرے تو وہ بدعتی ہے اہل سنت والجماعۃ سے خارج ہے۔ (کنز المدفون والفلك المشحون، ص: ۱۴۹، مکتبہ احیاء العلوم العربیہ فیصل آباد پاکستان)

امام سیوطی کے فیصلہ سے بھی یہ بات عیاں ہوگئی کہ دیوبندی اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں۔ موصوف اور ان کے حواریوں کا یہ خیال ہے کہ "اہل السنۃ" صرف اور صرف مذاہب اربعہ میں ہی منحصر ہے۔ دوسری طرف ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ رسول اللہ ﷺ کے دور مبارک سے چلے آ رہے ہیں۔

غور طلب معاملہ یہ ہے کہ

۱ جب اہل السنۃ، دورِ نبوی علیہ السلام سے ہیں تو اس وقت ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین تو نہ تھے لہٰذا مذاہب اربعہ میں انحصار کی بات باطل ہوگئی۔

۲ آخر جھنگوی صاحب مع حواریین یہ دعویٰ کیوں نہیں کرتے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ائمہ اربعہ کے مقلدین میں سے ہیں، نعوذ باللہ۔ بصورت دیگر یہ نعرہ مستانہ لگائیں کہ یہ عظیم ترین ہستیاں ''اہل السنۃ'' میں شامل نہیں۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

تیری بزم میں اور بھی گل کھلیں گے
اگر رنگ یارانِ محفل یہی رہا

معلوم ہوا کہ ''اہل السنۃ'' ان مذاہب میں منحصر نہیں۔ مزید ملاحظہ فرمائیں۔

۳ امام ابوبکر محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''پہلے (دور صحابہ میں) اسناد کے متعلق سوال نہیں کیا جاتا تھا لیکن جب فتنے برپا ہوئے تو سوال ہونے لگا کہ ہمیں اپنے راویوں کے نام بتاؤ تا کہ اہل السنۃ کو دیکھا جائے اوران کی روایت کردہ احادیث لی جائیں اور اہل بدعت کو دیکھا جائے اور ان کی روایات کو رد کیا جائے اس سے بھی معلوم ہوا کہ ائمہ اربعہ سے پہلے بھی ''اہل السنۃ'' موجود تھے۔''

۴ اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[و من اهل السنة والجماعة مذهب قديم معروف قبل ان يخلق الله ابا حنيفة و مالكا و الشافعي و احمد، فانه مذهب الصحابة الذين تلقوه عن نبيهم و من خالف ذلك كان مبتدعا عند اهل النسةوالجماعة] (منهاج السنة: ۱/ ۲۵۶)

''اہل السنۃ والجماعۃ قدیم ومعروف مذہب ہے جو اس وقت سے بھی پیشتر کا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے ابوحنیفہ مالک امام شافعی اور امام احمد (رحمۃ اللہ علیہم) کو پیدا نہیں کیا تھا اور مذہب (اہل السنۃ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے جو انھوں نے اپنے نبی کریم ﷺ سے حاصل کیا تھا اور جو شخص اس کے خلاف چلے وہ اہل السنۃ

والجماعۃ کے نزدیک بدعتی ہے۔"

ثابت یہ ہوا کہ ائمہ اربعہ کی تخلیق سے قبل بھی اہل السنۃ موجود تھے لہٰذا جو ان کے طریقے و منہج پر عامل ہو گا وہ تو اہل السنۃ میں سے ہے وگرنہ ان سے خارج ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی کے مقلد نہ تھے، بلکہ وہ تو متبع قرآن و حدیث تھے، اور تقلید سے منع کیا کرتے تھے۔للتفصیل موضع آخر ان شاء اللّٰہ۔

مقلدین احناف و اہل حدیث میں فرق:

اعتراض ۲۹: مقلد جھنگوی صاحب راقم ہے (خود ساختہ) اہل سنت (مقلدین) اور غیر مقلدین میں یہ بھی فرق ہے کہ اہل سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایت و درایت دونوں کو معتبر سمجھتے ہیں اور غیر مقلدین (اہل حدیث) صحابہ کرام کی درایت کو صحیح اور معتبر نہیں سمجھتے اور بعض مقامات پر روایت کو بھی معتبر نہیں سمجھتے۔(تحفہ اہل حدیث:۲۰)

جواب= حقیقی اہل سنت و الجماعۃ (اہل حدیث) روایات صحیحہ اور درایت صحابی بشرطیکہ کہ وہ منشاء شریعت سے ہٹ کر نہ ہو الحمد للہ اس کو صحیح و معتبر مانتے ہیں۔

(مثال ۱:) جیسے قرآن مجید میں سحری کے آخری وقت کے متعلق یہ الفاظ ہیں: ﴿حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ﴾ یہاں تک کہ سفید دھاگہ سیاہ دھاگہ سے واضح ہو جائے سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے اس سے سمجھا کہ یہ عام دھاگہ ہی ہے اور وہ اسی کی طرف دیکھتے رہے۔ جب معاملہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [انما هو الليل والنهار] اس سے مراد تو دن اور رات ہے(یعنی الخیط الابیض سے مراد دن اور الخیط الاسود سے مراد رات ہے۔)

(جامع الترمذی مع تحفۃ الاحوذی، ابواب التفسیر تفسیر سورۃ البقرۃ:۸/۳۰۸، رقم الحدیث: ۲۹۷۱، قال ابو عیسیٰ ھذا حدیث حسن صحیح، طبع قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

دیکھئے فہم صحابی اور منشاء شریعت میں اختلاف ہے لہٰذا ایسا فہم شرعاً صحیح و معتبر نہیں۔

(مثال ۲ :) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم یقیناً بیت اللہ میں داخل ہو گے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے یہ سمجھا کہ پیشگوئی حدیبیہ والے سال کے بارے میں ہے مگر حدیبیہ والے سال ایسا نہ ہوا مسلمانوں کو معاہدہ کر کے مجبورا واپس لوٹنا پڑا اور بیت اللہ شریف میں داخل نہ ہو سکے اب روایت رسول اللہ ﷺ صحیح و معتبر ہے لیکن درایت عمر چونکہ منشاء شریعت کے موافق نہیں لہٰذا وہ ایسی صورت میں معتبر نہیں۔

(تفسیر تبیان القرآن مؤلفہ مولانا غلام رسول سعیدی: ۱۱/۱۹۳، ۱۹۴)

درایت صحابی اور اہل تقلید دیوبندی:

دیوبندیت خواہش پرستی کا دوسرا نام ہے لیکن ان لوگوں کا وطیرہ یہ ہے کہ جس مرض میں یہ خود مبتلا ہیں سمجھتے ہیں سبھی لوگ اس مرض کا شکار ہیں اور طرفہ یہ کہ اپنی مرضی سے انکار اور دوسروں کو مریض کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہی حالت مسئلہ ہذا (انکار درایت و روایت) میں ہے یہ لوگ حقیقت میں صحابہ کی درایت کے قائل ہیں نہ روایت کے'' بلکہ ان کے ہاں تو قرآن مجید بھی اس وقت قابل عمل نہیں۔ جب تک کہ اس کو توڑ مروڑ کر مزعومہ فقہ حنفی کے مطابق نہ ڈھال لیا جائے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں اصول کرخی وغیرہ کے حوالہ جات سے تفصیل گزر چکی ہے۔

درایت صحابہ کے انکار کی امثلہ ملاحظہ فرمائیں:

1. مشہور متعصب مقلد سرفراز صفدر صاحب (حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بابت فاتحہ خلف الامام) پر بحث کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار یوں فرماتے ہیں:''
حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے صحیح سمجھا یا غلط بہر حال یہ بالکل صحیح بات ہے کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اور ان کی یہی تحقیق اور یہی مسلک و مذہب تھا مگر فہم صحابی اور موقوف صحابی حجت نہیں۔ الخ (احسن الکلام: ۲/۱۵۶، (۵۸۰))

نبی اکرم ﷺ کی حدیث بھی نمازی پر فاتحہ لازم کر رہی ہے صحابی نے بھی یہی سمجھا ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنی چاہیے لیکن مقلدین نے صریح لفظوں میں لکھا ہے: ''مگر فہم صحابی اور موقوف صحابی حجت نہیں۔'' جب اپنے مطلب کے خلاف بات پڑی تو روایت بھی گئی اور درایت بھی گئی۔

اس کے علاوہ بے شمار امثلہ دیوبندیوں کی پیش کی جاسکتی ہیں ڈھیر سے صرف مٹھی بھر پیش خدمت ہے غور کیجیے اور اپنی اصلاح بھی۔

② مقلد کبیر حسین احمد مدنی صاحب نے ''الوضوء مما غیرت النار'' پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

[ما مست] کے عموم کا جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا۔ حضرت ابن عباس نے اپنی مخالفہ رائے پیش کی اگر یہ حضرت ابوہریرہ کا فتویٰ ہوتا تو پھر حضرت ابن عباس کا معارضہ صحیح تھا مگر وہ تو قول رسول اللہ ﷺ پیش کر رہے تھے۔ اس لیے حضرت ابوہریرہ نے فرمایا کہ کوئی مثال وغیرہ لاکر حدیث کا معارضہ نہ کرو۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا قول ہر ایک کے اجتہاد اور ہر ایک کی رائے پر مقدم ہے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا کہنا صحیح ہوا لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کہنا بھی غلط نہیں کیوں کہ حضرت ابوہریرہ نے حدیث کے مضمون کو نہیں سمجھا۔'' (تقریر ترمذی، ص:۱۸۵، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اس عبارت پر غور کیجیے! وہ کہہ رہے ہیں کہ صحابی رسول نے حدیث کا مضمون نہیں سمجھا۔ درایت کی تو دیوبندی شیخ نے چھٹی ہی کرادی اب سوال یہ ہے کہ صحابی کو تو سمجھ نہ آیا۔ آپ کو آگیا بتائیں فہم صحابی و درایت صحابی کا منکر کون......؟

③ اسی لیے تو دیوبندی شمس العلماء شبلی نعمانی صاحب لکھتے ہیں:

'' حالانکہ یہ الفاظ اس معنی میں قطعی الدلالہ نہیں ہیں بلکہ صحابہ کے ظن اور اجتہاد

پر مبنی ہیں۔ جس کی نسبت عموماً تسلیم کیا گیا ہے۔"فھم الصحابی لیس بحجة" یعنی صحابی کی سمجھ کوئی دلیل نہیں۔"

(سیرۃ النعمان،ص:۱۳۸، دار الاشاعت کراچی)

لیجیے جھنگوی صاحب! آپ کے کبار علماء نے آپ کے درایت صحابی کے قول کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ جناب من! بات دراصل یہ ہے کہ مقلدین کے ہاں حدیث نبوی، یا قول و فہم صحابی اگر قول امام کے موافق آ جائے پھر تو قول وفہم صحابی حجت، بصورت دیگر حجت نہیں ہے اگر آپ کی تسلی نہیں ہوئی تو مزید آپ کی تسلی کر دیتے ہیں۔

4 دیوبندی شیخ العرب والعجم حسین احمد مدنی فرماتے ہیں:

"نیز موطا امام مالک میں امام مالک اپنے بلاغات میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود قبلہ (بوسہ) سے وضو کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں مگر یہ منقطع روایت صحاح کی روایات کا مقابلہ نہیں کر سکتی اگر اسے صحیح بھی مانا جائے تو یہ ابن مسعود کا اپنا مسلک اور فتویٰ ہوگا جس کو ان صحاح کی روایات اور رئیس المفسرین ابن عباس کی تفسیر کی وجہ سے اس کو ترک کر دیا جائے گا۔ ابن مسعود کے بعض اقوال کو احناف نے ترک بھی کر دیا ہے۔" (تقریر ترمذی،ص:۱۹۶)

لیجیے روایت صحابی کی چھٹی ہوگئی حنفی مذہب بھی کیا مذہب ہے رفع الیدین کی بحث آئے تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ صاحب النعلین والسواک بن جائیں اور اور وضوء کے مسئلہ میں قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی چھٹی...... جھنگوی صاحب! آپ اہل حدیثوں کی فکر چھوڑیں اپنے گھر کی خبر لیں۔

تجھے کیوں فکر ہے اے گلِ دل صد چاک بلبل کی
تو اپنے پیرہن کے چاک تو پہلے رفو کر لے

5 صوفی عبد الحمید سواتی فرماتے ہیں:" ہم یہ کہتے ہیں فہم صحابی ہر موقع میں حجت قاطعہ

نہیں یہ ضرور ہے کہ ان کا فہم ایک حد تک معتبر ہوتا ہے کیونکہ وہ صاحب واقعہ ہوتے ہیں لیکن ہر جگہ ضروری بھی نہیں کہ صحابی نے جو بات سمجھی ہے وہ بالکل قطعی اور آخری ہو اور ملزم ہو کہ دوسرا مجبور ہو جائے کہ وہ دوسرا معنی نہیں بیان کر سکتا ایسی بات نہیں ہے۔ (ترمذی شریف اردو ترجمہ وتشریح از افادات صوفی عبدالحمید سواتی: ۲/۲۷۲۔۲۷۱)

6. حسین احمد مدنی سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتا ہے یہ اپنے فہم سے ترجیع پر مداومت کرتے رہے راوی (صحابی) کا فہم معتبر نہیں۔ (تقریر ترمذی: ۳۲۸)
7. دیوبندی شیخ الہند محمود الحسن کہتا ہے۔ باقی فعل صحابی وہ کوئی حجت نہیں۔ (الورد الشذی، ص: ۵)
8. اسی طرح یہ دیوبندی شیخ الہند مفسر قرآن کے ایک قول کی تردید کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ ہم حنفیہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی جواب دیں گے وہ صحابی کی ایک رائے ہے۔" (الورد الشذی، ص: ۲۳)
9. مفتی تقی عثمانی دیوبندی لکھتا ہے، صحابی کا اجتہاد حجت نہیں۔ (درس ترمذی: ۱/۱۹۱)
10. مفتی تقی عثمانی خلیفہ راشد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک قول کا ردّ کرتے ہوئے کہتا ہے۔ "تو وہ بھی ایک صحابی کا اجتہاد ہو سکتا ہے جو حدیث مرفوع کے مقابلہ میں حجت نہیں۔ (درس ترمذی: ۱/۲۸۳)

.................تلک عشرة كاملة.................

انکارِ روایت کے حنفی اصول:

اعتراض ۳۰: جھنگوی مزید لکھتا ہے اور بعض مقامات پر روایت بھی معتبر نہیں سمجھتے۔ پھر اس کی دلیل نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے روایت بھی جب طبیعت کے خلاف ہو تو انکار کر دیتے ہیں جس طرح ترک رفع الیدین میں روایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

(تحفہ اہل حدیث، ص: ۲۰، ۴۹)

جواب = اہل حدیث الحمد للہ کسی صحیح ثابت شدہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار جائز

نہیں سمجھتے اس کے برعکس مقلدین کا پرانا وطیرہ ہے کہ جب بھی کوئی حدیث اپنی طبیعت و مسلک کے خلاف پاتے ہیں نہ صرف اس کا انکار بلکہ اس کے ردّ میں ایسی اصول سازی کرتے ہیں جن میں عام طور پر حدیث وسنت کا استخفاف پایا جاتا ہے اور ان کے ہاں کلام رسول اللہ ﷺ کو کبھی خبر واحد کہہ کر کبھی عموم بلوٰی کے خلاف قرار دے کر ترک کر دینا معمولی بات ہے اسی طرح یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے فرمان کو ردّ کرنے کے لیے کبھی تو نصوص کو آپس ٹکراتے نظر آئیں گے کہیں صحابہ پر غیر فقیہہ ہونے کا الزام دیتے ہوئے نظر آئیں۔

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ جھنگوی کو چاہیے تھا کہ پہلے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو سند و متن کے اعتبار سے صحیح ثابت کرتے پھر اصول حدیث کی روشنی میں اس سے رکوع جاتے اور اٹھتے وقت کے رفع الیدین کا نسخ ثابت کرتے۔ پھر ہم پر الزام دیتے لیکن یہ لوگ جانتے ہیں کہ اس روایت میں کیا کیا سقم ہیں اور اگر بالفرض صحیح ثابت ہو بھی جائے اصل مدعا کو پورا کرنے سے قاصر ہے اور بنظر غائر دیکھو تو یہ روایت مقلدین کے مسلک کے خلاف ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ''نور العینین فی اثبات رفع الیدین'' (ص:۱۱۹ تا ۱۳۳ و طبع جدید، ص:۱۳۰ تا ۱۴۲) وتحریری مناظرہ للشیخ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک مثال ابھی بیان ہوئی ہے کہ یہ حنفی حضرات اپنا مطلب ہو تو کس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے موافق یا مخالف ہو جاتے ہیں دراصل دفاع صحابہ مقصود نہیں بلکہ دفاعِ مذہب نامسعود مقصود ہوتا ہے۔

ایک شرعی اصول کی وضاحت:

اعتراض ۳۱: جھنگوی انکار درایت از اہل حدیث کی مثال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے یہ ہمارے سامنے تحفۃ الاحوذی ہے (ص:۲/۴۴) پر دیکھئے مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں:'' ان المعتبر ما رواہ الصحابی لاما راہ '' یعنی معتبر وہ ہوگا جو صحابی نے

نقل کیا لیکن جو سمجھا اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ (تحفہ، ص:۲۱)

جواب= مقلد یقیناً غافل جاہل اور متعصب ہوتا ہے جیسا کہ علامہ عینی حنفی نے فرمایا:

[فالمقلد ذهل والمقلد جهل وافة كل شيءٍ من التقليد]

"پس مقلد غافل ہوتا ہے اور مقلد جہالت کا مرتکب ہوتا ہے اور ہر چیز کی مصیبت تقلید کی وجہ سے ہے۔" (البنايه في شرح الهدايه، ص:۱/۲۲۲، نسخه أخرى: ۱/۳۱۷)

اگر اس اصول کو اختیار کرنے کی وجہ سے اہل حدیث درایت صحابی رضی اللہ عنہ کے منکر ہیں تو یقیناً جھنگوی صاحب مقلدین کا ٹولہ تو بالاولیٰ درایت کا منکر ہے کیونکہ مقلد سرفراز صفدر صاحب راقم ہیں:

"ثانیاً اس کی بحث اپنے مقام پر آئے گی کہ اعتبار راوی کی مرفوع حدیث کا ہوتا ہے اس کی اپنی ذاتی رائے کا نہیں ہوتا۔" (احسن الکلام، :۱/ ۲۹۸)

اسی طرح صفحہ (۲/ ۱۱۸) (۵۴۲) پر لکھتے ہیں یہ تاویل چونکہ دیگر صحیح روایات کے مطابق ہے اس لیے درست ہے روایت کے مقابلہ میں راوی کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا تو نہیں

یہ اصول (اعتبار راوی کی روایت کا ہے نہ کہ رائے کا) حقیقت میں قرآن مجید کی اس آیت سے مستنبط ہے: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ (النساء) جب تمہارا کسی مسئلہ میں نزاع پیدا ہو جائے تو اس کو اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹا دو۔

سبیل روافض پر کون؟

جھنگوی ایک مفروضہ قائم کر کے اہل حدیث پر فتووں کی مشین گن چلاتے ہوئے لکھتا ہے۔

اعتراض ۳۲: آپ شیعہ ہیں رافضی ہیں پھر اس کی توضیح کرتے ہوئے لکھتا ہے جب آپ نے پوری امت کی بات صحابہ کرام سمیت ٹھکرا دی تو آپ کو شیعہ نہ کہوں تو اور کیا کہوں؟ (تحفہ:۲۵)

جواب= شیعہ اور رافضی ہونے کی جہاں تک بات ہے تو جانِ من! شیعہ، رافضی، معتزلہ تو احناف کی صفوں میں نظر آتے ہیں۔

① مولوی عبد الحیٔ لکھنوی حنفی صاحب رقمطراز ہیں:

[و بالجملة فالحنفية لها فروع باعتبار اختلاف العقيدة ، فمنهم الشيعة ، ومنهم المعتزلة، ومنهم المرجية]

(الرفع التكميل،ص:٣٨٦،طبع بيروت)

''خلاصہ کلام یہ ہے: حنفیہ کی اختلاف عقیدہ کے لحاظ سے کئی اقسام ہیں ان میں سے شیعہ معتزلہ اور مرجئیہ ہیں۔''

لیجیے جھنگوی صاحب! شیعہ تو آپ کے گھر سے برآمد ہو گئے آپ نے تو عزیز مصر کی اہلیہ والا معاملہ کرنے کی کوشش کی مگر ہائے افسوس کہ ﴿ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِكَ ﴾ جناب آپ کی شیعہ روافض کے ساتھ کس قدر رفاقت ہے یہ بھی ایک دلچسپ و دلخراش موضوع ہے۔ صرف اختصار کے پیش نظر آپ کو آئینہ دکھاتا چلوں۔

② شیعہ روافض کے نزدیک قرآن مقدس اصل کتاب نہیں بلکہ محرف ہے۔

آپ حضرات کے نزدیک بھی قرآن کلام نفسی اور محرف ہے۔ (فیض الباری:۳/۳۹۵)

بلکہ آپ حضرات تو مولوی رومی کی مثنوی کو بھی فارسی قرآن کہنے سے نہیں چوکتے، بلکہ اسے پڑھتے وقت دوسروں کو یہ کہتے ہیں لاؤ بھائی مثنوی کی تلاوت کر لیں۔''

(ارواح ثلاثہ،ص:۲۰۷، حکایت:۱۷۴)

③ قرآن مجید کا شیعہ کے ہاں کسی قسم کا احترام نہیں آپ کے ہاں بھی خون و پیشاب

سے لکھنا جائز ہے۔

① فتاویٰ قاضی خان:۴/۳۶۵۔طبع کوئٹہ، فتاویٰ قاضی خان برہامش فتاویٰ عالمگیری:
۳/۴۰۴،طبع بیروت

② فتاویٰ عالمگیری:۵/۶۵۳،طبع بیروت وعالمگیری مترجم:۹/۹۱ مکتبہ رحمانیہ لاہور

③ رد المحتار المعروف فتاویٰ شامی:۱/۱۴۰،طبع بیروت

④ البحر الرائق:۱/۱۱۶، مکتبہ رشیدیہ۔کوئٹہ

⑤ حموی شرح الاشباہ والنظائر:۱/۲۵۱، ادارہ القرآن کراچی

⑥ فتاویٰ سراجیہ،ص:۷۵، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

④ شیعہ رافضی بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا مانتے ہیں۔
آپ حضرات نے بھی اس کے نعرے لگائے ہیں۔(کلیات امدادیہ ص:۱۰۳،طبع دارالاشاعت، کراچی)

⑤ شیعہ رافضی اپنے ائمہ کی معصومیت کے ببانگ دھل اعلان کرتے ہیں۔
آپ حضرات کے ہاں بھی اس طرح کے دعوے کیے جاتے ہیں:''قول مجتہد بھی قول رسول اللہ ﷺ ہی شمار ہوتا ہے۔'' (الورد الشذی،ص:۲،تقاریر شیخ الہند،ص:۲۴) بلکہ آپ کے مولوی تو اپنی معصومیت ومطاع کے علمبردار ہیں گنگوہی صاحب کا نعرہ مستانہ سنیں۔

''سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت ونجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔'' (تذکرۃ الرشید:۲/۱۷، مکتبہ مدنیہ لاہور) مزید سنیں:

''حق تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری زبان سے غلط نہیں نکلوائے گا۔'' (ارواح ثلاثہ،ص:۲۶۶، حکایت،ص:۳۰۷، دارالاشاعت کراچی)

جہاں تک صحابہ کرام سمیت پوری امت کی بات کو ٹھکرانے کا معاملہ ہے(جس سے الحمدللہ اہل حدیث کا دامن پاک ہے) یہ جرم بھی احناف کا ہے نہ کہ اہل حدیث کا، مثلاً

طلاق ثلاثہ کے بعد سابقہ خاوند کے لیے بیوی کو حلال کرنے کی نیت سے کسی اور آدمی سے نکاح کرنا ناجائز ہے بلکہ نبی اکرم ﷺ نے اس پر لعنت کی ہے ایسے نکاح کا جائز ہونا نہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام و تابعین سے اور نہ ہی ائمہ ثلاثہ سے اس کے برعکس صرف امام ابوحنیفہ ایسے کام کو جائز قرار دیتے ہیں آپ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام سمیت پوری امت کی بات کو ٹھکرا کر حلالہ کے قائل ہیں۔ بتایئے آپ لوگ شیعہ و رافضی ہیں یا نہیں؟ (یقیناً ہیں)

مروجہ حلالہ کی حقیقت:

جھنگوی راقم ہے حلالہ شرعی کو بدنام کر کے لوگوں کو حلال کام سے ہٹا کر اتنا بڑا احرامہ کیوں کرواتے ہو؟ (تحفہ ص:۲۴،۲۵،۲۷)

جواب= حلالہ کے ساتھ شرعی کا لقب ایسے ہی ہے جیسے رضا خانی مذہب میں جس بدعت کا پرچار مقصود ہو تو وہ ساتھ شریف کا لفظ لگا دیتے ہیں جیسے گیارہویں شریف۔ قل شریف۔ ختم شریف حلالہ کو اسلام میں ایک ملعون فعل قرار دیا گیا۔

صحابی رسول عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[اَلا اُخبِرُکُم بِالتیس المُستَعار]

''کیا میں تمھیں ادھار مانگا ہوا سانڈھ نہ بتلاؤں۔'' صحابہ نے فرمایا کیوں نہیں؟ ضرور بتلایئے تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ حلالہ کرنے والا ہے اللہ کی لعنت ہے حلالہ کرنے والے اور کروانے والے پر۔''

(ابن ماجه، كتاب النكاح، باب المحلل والمحلل له:۱۹۳۶)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور حلالہ:

طلاق ثلاثہ کے مسئلہ پر امیر المومنین مراد رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر شور مچانے والوں کی نظر میں یہ فیصلہ فاروقی بھی رہنا چاہیے۔

[لا اوتی بمحلل ومحلل له الا رجمتهما]

(ابن ابی شیبه: ٤/ ١١، مکتبه امدادیه ملتان)۔

''میرے پاس حلالہ کرنے اور کروانے والے لائے گئے تو میں ان کو (سنگسار) رجم کردوں گا۔''

یہ فیصلہ عمر رضی اللہ عنہ پڑھ کر حنفی مفتیان کو اپنی زندگی کی خیر مانگنی چاہیے۔

مروّجہ حلالہ اور عامر عثمانی کا فیصلہ:

مفتی عامر عثمانی فاضل دیو بند راقم ہیں حلالہ کے سلسلہ میں یہ غلط طریقہ رواج پا گیا ہے کہ مطلقہ عورت کا کسی اور مرد سے نکاح کرایا ہی اس مقصد سے جاتا ہے کہ وہ طلاق دے دے اور اس عورت کے لیے شوہر اوّل سے نکاح کرنا جائز ہو جائے یہ رواج خلاف شرع ہے خانہ پُری کی حد تک تو اس کا حلالہ کا ہو جاتا ہے مگر عند اللہ نہیں ہوتا اس لیے حدیث میں حلالہ کرنے اور کرانے والوں پر لعنت کی گئی ہے۔ (ماہنامہ تجلی دیو بند: ۴۳، شمارہ: ۱۱، جلد: ۱۹، جنوری وفروری: ۱۹۶۸ء)

نیز سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا فتویٰ سے معلوم ہوا کہ وہ حلالہ کو زنا شمار کرتے تھے جبھی تو رجم کرنے کا کہہ رہے ہیں لیکن دوسری طرف ماسٹر امین اوکاڑوی دیو بندی نے لکھا ہے:
''تین طلاق کے بعد عورت کا کسی سے اس شرط پر نکاح کر دینا کہ وہ صحبت کے بعد طلاق دے دے گا یہ شرط باطل ہے اور حدیث میں ایسا حلالہ کرنے اور کرانے والے پر لعنت فرمائی گئی ہے تاہم ملعون ہونے کے باوجود اگر دوسرا شوہر صحبت کے بعد طلاق دے دے تو عدت کے بعد عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی اور اگر دوسرے مرد سے نکاح کرتے وقت یہ نہیں کہا گیا کہ وہ صحبت کے بعد طلاق دے دے گا لیکن اس شخص کا اپنا خیال یہ ہو کہ وہ عورت کو صحبت کے بعد فارغ کردے گا تو یہ صورت موجب لعنت نہیں۔ (تجلیات صفدر: ۴/ ۶۲۷، ۶۲۸)

ایسا شخص جس کا یہ خیال ہو کہ وہ عورت کو صحبت کے بعد فارغ کردے گا وہ یقیناً

حلالہ کرنے والا ملعون ہو گا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فتوے کے مطابق زانی ہو گا ایسے ملعون زانی سے ماسٹر امین کو اتنی محبت ہے کہ شرم و حیاء سے عاری ہو کر لکھتا ہے یہ صورت موجب لعنت نہیں۔

حلالہ کی خباثتیں:

۱ حلالہ بے غیرتی کا نام ہے جس کا کوئی شریف اور خوددار شخص تصور بھی نہیں کر سکتا اس لیے کہ شرعی نکاح کے لیے اعلان ہوتا ہے جیسا کہ فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے: [اعلنوا النکاح] جس پر خوشی اور مبارکباد کا اظہار بھی ہوتا ہے اسی طرح دیگر تقریبات کے ساتھ ولیمہ کا اہتمام ہوتا ہے باضابطہ لوگوں کو مطلع کر کے سر عام اس دعوت کا اہتمام کیا جاتا ہے لیکن نکاح حلالہ کی لوگوں کو کانوں کان خبر نہیں ہونے دی جاتی۔ کسی ظالم حنفی مفتی سانڈھ اور کبھی کزن وغیرہ کے ذریعہ شیطانی فعل کے اس دل خراش عمل کو سجایا جاتا ہے۔

۲ شرعی نکاح میں بقول رسول علیہ السلام عورت سے نکاح کے چار اسباب ہیں: دین۔ حسب ونسب۔ مال اور جمال۔ لیکن کیا حلالہ کرنے والے بھی ان میں سے کسی داعیہ کا طالب ہوتا ہے؟

۳ ذرا نکاح حلالہ کرنے والے سے پوچھیے کیا اس کے دل میں اپنی زوجہ کے نان ونفقہ لباس آرائش کا بھی احساس ہوتا ہے یا نہیں (یقیناً نہیں) •

جب کہ شرعی نکاح میں مرد پر ان چیزوں کا اہتمام لازم ہے۔

۴ کیا حلالہ کروائی جانے والی عورت بھی اس طرح خود کو سنوارتی ہے جس طرح کہ پہلے حقیقی خاوند کے لیے خود کو سنوارتی ہے؟

۵ حلالہ دیوثیت کا دوسرا نام ہے (حال ہی میں بھائی طاہر نقاش نے جو غزوہ ٹائم کے کالم نگار ہیں۔ بات بتلائی کہ سرحد کے ایک حنفی مقلد (عالم) نے یہ فتویٰ دیا کہ حلالہ

کے لیے رویئت بھی شرط ہے یعنی جب عورت سے دخول کیا جائے تو موقع پر کوئی ایسا قاضی و ریفری ہونا ضروری ہے جو یہ گواہی دے کہ واقعتاً دخول ہو گیا ہے افسوس ہے کہ جب اس گھرانہ سے فتویٰ حاصل کرنے کی کوشش کی گئی تو ظالم مفتی نے اپنی ساکھ بچانے کے لیے ان کو فتویٰ منتقل کرنے سے منع کر دیا۔ اب بتلایئے کہ وہ موقع اور وہ لمحات جس میں اللہ تعالیٰ کے معزز بندے فرشتے بھی میاں بیوی سے جدا ہو جاتے ہیں اس موقع پر ظالموں نے ایک ایمپائر کھڑا کر دیا جو معاملہ کی نوعیت کے مطابق دخول یا عدم دخول کا فیصلہ دے گا۔ (هذا ظلم عظيم)

٦ کیا لوگوں کو اس بات کا احساس نہیں ہے کہ حلالہ کے ذریعہ داغدار کی جانے والی کتنی ہی شریف زادیاں عزت و شرافت سے محروم ہو کر فسق و فجور کی بری راہوں کا شکار ہو گئیں اور حلالہ کے عادی ملعون مرد نے کتنے گھرانے تباہ کیے۔

٧ عورت جس حقیقی شوہر کے لیے حلال تھی اس کے لیے حرام کر دی گئی اور جس محلل کے لیے حرام تھی اس کے لیے حلال کر دی گئی۔

٨ شہوت پرست ملاؤں کو آیتِ قرآن ﴿حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه﴾ میں یہودیانہ طرز اپنانے پر مجبور کرنے والا یہ ملعون فعل حلالہ ہے۔

اور آیت مذکورہ میں تحریف معنوی کرتے ہوئے حلالہ ثابت کرنا ''حطة'' کو ''حنطة'' اور ''راعنا'' کو ''راعينا'' پڑھنے کے مترادف ہے کیونکہ ﴿حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه﴾ میں اللہ تعالیٰ اس عورت کے بارے میں احکامات بیان فرما رہے ہیں جسے اس کے شوہر نے متفرق اوقات میں آخری طلاق (تیسری) دے دی ہو اور پھر دونوں شوہر بیوی اس آخری تیسری طلاق کے بعد اکٹھا رہنا چاہتے ہوں تو اس کی شریعت میں قطعاً اجازت نہیں۔ سوائے ایک صورت کہ وہ عورت کسی دوسرے مرد سے (نباہ کی نیت سے) نکاح کرے (اس نکاح میں طلاق کی شرط نہ لگائی جائے) پھر اگر شومئی قسمت کے دوسرا شوہر فوت ہو جائے یا

وہ طلاق دے دے تو پھر پہلے شوہر کے ساتھ بعد از عدت نکاح جدید کر کے زندگی گزار سکتی ہے بصورت دیگر حلالہ جس میں شرط لگا کر یا ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ اس حلالہ کے ذریعے پہلے شوہر کے پاس جانے کا حیلہ کرنا ہے اس صورت میں اس کے نام حلالہ پر نہ جائیں بلکہ یہ حرام ہے اور یہ نکاح منعقد بھی نہیں ہوتا۔

لہٰذا آیت مذکورہ سے حلالہ ثابت کرنا قرآن میں تحریف معنوی ہے اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی راہ سے اتر کر گمراہی کی عمیق وادیوں میں داخل ہونا ہے۔

حنفیت کی ڈھٹائی:

⑨ لیکن ان تمام امور کے باوجود یہ لوگ کتنے ڈھیٹ و بے شرم ثابت ہوئے کہ جب ان کے سامنے یہ معاملہ آیا ہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہے تو ان ظالموں نے اپنی تسکین شہوت کی خاطر یہ گل کھلا دیا کہ [لعل المراد باللعنة الرحمة] کہ حلالے کرنے و کروانے والوں پر جو لعنت کی گئی ہے اس سے مراد اللہ کی رحمت ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک (مستخلص الحقائق، شرح کنز الدقائق ط۔انصاری کتب خانہ کابل، ص: ۱۹۹، مطبع احمد دھلی، ص: ۱۲٦)

اہل حدیث کسے کہتے ہیں:

اعتراض ⑫: جھنگوی صاحب راقم ہیں میں مروجہ اہل حدیث بننا چاہتا ہوں کیسے بناؤ گے مثال کے طور پر میں پڑھا ہوا نہیں دلائل کی تحقیق کس طرح کروں گا۔'' (تحفہ، ص:۲۷)

جواب= جھنگوی صاحب مسلک اہل حدیث ایک ایسی دعوت ہے جس کی بنیاد اصول و فروع یعنی عقائد و اعمال میں کتاب و سنت اور ائمہ سلف صحابہ کرام کی روش پر ہے یا یوں کہہ لیں ہر وہ شخص اہل حدیث ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر حسب ارشاد باری تعالیٰ عامل ہو۔ ﴿وَ مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ پھر جو بات آنحضرت ﷺ کے اسوہ میں نہیں اس کو رسول اللہ ﷺ پر مقدم نہ رکھتا ہو اور

جس میں آنحضرت ﷺ کے بعد کسی شخصیت کی بنا پر دعوت کی بنیاد نہیں رکھی گئی (بڑی خوشی کی بات ہے اور اللہ سے دعا بھی کریں کہ اللہ آپ کو دیوبندیت کی گمراہی سے نکال کر صراط مستقیم پر گامزن فرما دے) (آمین)

جہاں تک ان پڑھ ہونے کی وجہ سے دلائل کی تحقیق کا مسئلہ ہے اللہ رب العزت آپ کو صراط مستقیم پر گامزن کرتے ہوئے اہل الحدیث بنا دے گا۔ ان شاء اللہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ رسول اللہ ﷺ سے آ کر مسائل پوچھا کرتے تھے اور آپ علیہ السلام وحی الٰہی کی روشنی میں ان کی راہنمائی فرماتے تھے اور وحی الٰہی دلیل ہے لہٰذا جو اللہ اور اس کا رسول ﷺ بیان فرمادیں وہ دلیل اور حق ہے اور علماء انبیاء کے وارث ہیں تو وہ میراث سے ہی مسئلے کا حل بتائیں نہ کہ اپنی بات بیان کریں گے عوام پر لازم ہے کہ علماء سے دو شرطوں پر مسائل پوچھیں۔

1. عالم کتاب وسنت پر عمل کرنے والا ہو مقلد نہ ہو کیونکہ مقلد جاہل ہوتا ہے۔ (عالم نہیں)
2. یہ پوچھے مجھے قرآن وحدیث سے مسئلہ بتائیں یا اللہ و رسول کا حکم بتا دیں۔

مقلدین کے نزدیک عقائد میں تقلید جائز نہیں اور عقائد کی تحقیق میں جھنگوی مقلد سے کوئی بریلوی، شیعہ یا مرزائی یہ پوچھ لے میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ جو شریعت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی ہے کیا حیاتی دیوبندی اس پر عمل پیرا ہیں جھنگوی ایسے شخص کو کیسے تحقیق کرائے گا یا پھر مماتی دیوبندی کو حیاتی دیوبندی کیسے بنائے گا۔ (فافہم وتدبر)

اہل حدیث کے چند باہم مختلف فیہ مسائل

مسئلہ نمبرا: دیوبندی کی حقیقت:

اعتراض ①: عبداللہ روپڑی لکھتا ہے: "دیوبندی اہل سنت ہیں۔" (فتاویٰ اہل حدیث:۱/۶)
پروفیسر عبد اللہ بہاولپوری نے رسائل بہاولپوری (ص:۳۰) پر لکھا ہے حنفی عیسائیوں سے بھی بدتر ہیں۔
دونوں عبد اللہ ہیں۔ دونوں اہل حدیث ہیں مسئلہ ایک دوسرے کے خلاف ہے میں کس کو اہل حدیث کہوں اور کس کے ساتھ ملوں اور کس کو جھوٹا اور بے ایمان کہوں اور کس کے خلاف اشتہارات شائع کروں۔" (تحفہ،ص:۲۸)

جواب 1= کیا دیوبندی اہل سنت میں شامل ہیں؟ اس پر مختصر بحث گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے جہاں تک محدث روپڑی رحمہ اللہ کا ان کو اہل سنت میں شمار کرنا ہے تو یہ محض ان کا حسن ظن ہے اور عبد اللہ بہاولپوری نے آپ کو عیسائیوں سے بدتر کیوں شمار کیا اس کی وجہ آپ بھی جانتے ہیں بہاولپوری رحمہ اللہ کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو۔

"حالانکہ پیروی و انتساب صرف نبی اکرم ﷺ کا حق ہے کس قدر افسوس کی بات ہے کہ عیسائی اور مرزائی جو کافر ہیں وہ تو اپنی نسبت اپنے نبی کی طرف کر کے عیسائی اور احمدی کہلائیں اور آپ مسلمان ہوتے ہوئے اپنے نبی اکرم ﷺ کو چھوڑ کر اپنی نسبت امام کی طرف کریں اور حنفی کہلائیں۔ کیا عیسائی و مرزائی اچھے نہ رہے جنھوں نے کم از کم نسبت تو اپنے نبی کی طرف رکھی۔"

(رسائل بہاولپوری طبع جماعت اہل حدیث :۲۰۸، رب فیصل آباد:۱۔۴۶)

اہل حدیث اکابرِ دیوبند کی نظر میں:

مفتی کفایت اللہ دھلوی نے کفایت المفتی (۳۲۴/۱) اور مفتی رشید احمد نے احسن الفتاویٰ (۳۱۶/۱) میں اہل حدیث کو اہل سنت والجماعت میں داخل اور اہل حق قرار دیا ہے جب کہ اوکاڑوی پارٹی دن رات اہل حدیث کو اہل سنت والجماعت سے خارج قرار دینے کی سعی لا حاصل کرتے ہیں اب ان دونوں گروہوں میں جھنگوی کی زبان میں کس کو اہل سنت کہوں اور کس کے ساتھ ملوں اور کس کو جھوٹا اور بے ایمان کہوں اور کس کے خلاف اشتہارات شائع کروں۔

جھنگوی صاحب! آپ کی ان خباثتوں کی وجہ سے انھوں نے آپ کو اہل سنت سے خارج قرار دیا ہے آپ نے مکمل عبارت اس لیے نہیں لکھی تا کہ تمہاری کرتوتوں کا لوگوں کو پتہ نہ چل جائے۔

لہٰذا جھنگوی صاحب آپ اپنی جماعت سمیت سب کو جھوٹا اور بے ایمان کہہ لیں اور اپنے حق میں اتباع سنتِ یہود و نصاریٰ کا اشتہار شائع کر لیں تا کہ آپ کو تسلی ہو جائے۔

مسئلہ نمبر ۲: بھینس کی قربانی

اعتراض ②: مولوی عبد الستار غیر مقلد فتاویٰ ستاریہ میں لکھتا ہے بھینس کی قربانی جائز ہے۔" (ستاریہ: ۱۵/۵) پروفیسر عبد اللہ بہاولپوری لکھتا ہے: بھینس کی قربانی نہیں ہوتی۔" (رسائل، ص: ۱۲۷) (تحفہ، ص: ۲۸)

جواب = یہ تحقیق کا اختلاف ہے جس میں عبد اللہ بہاولپوری رحمہ اللہ کا موقف زیادہ صحیح ہے جیسا کہ انھوں نے بالتفصیل لکھا وہ راقم ہیں:

"بھینس کی قربانی: قرآن مجید میں ﴿بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ﴾ کی چار قسمیں بیان ہوئی ہیں اونٹ گائے، مینڈھا، بکری۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے بھی صرف انہی چاروں قسم کے جانوروں کی قربانی ثابت ہے لہٰذا اختلاف سے بچنا چاہیے

اس کے علاوہ آپ ﷺ سے بڑے حلال جانوروں کی قربانی ثابت نہیں۔"
(رسائل بھاولپوری، ص:۱۲۷، اھل حدیث:۲۰۸، رب فیصل آباد)

مسئلہ عقیقہ اور احناف:

امام ابوحنیفہ کے نزدیک عقیقہ جاہلیت کی رسم ہے۔ (مؤطا امام محمد، ص:۲۹۱، مع حاشیہ نمبر۲، کتاب الآثار، ص۱۹۵، رقم:۸۰۹، ۸۱۰)

جب کہ تمام مقلدین امام ابوحنیفہ پر بداعتمادی کرتے ہوئے اس کو سنت سمجھتے ہیں۔

اب کس کو اہل سنت سے خارج کہا جائے؟

مسئلہ نمبر۳: تہجد کی اذان:

اعتراض ③ = مولوی ابو البرکات غیر مقلد لکھتے ہیں تہجد کی اذان نہیں ہے۔ (فتاویٰ برکاتیہ، ص:۲۴) اکثر مقلدین تہجد کی اذان کہتے ہیں اور بڑے زور سے ثابت کرتے ہیں۔
(تحفہ، ص:۲۸)

جواب 1 = یہ غالی مقلد کا بہتان ہے کہ اہل حدیث اس کو بڑے زور سے ثابت کرتے ہیں۔ جہاں تک اذان تہجد کا مسئلہ ہے اس میں شیخ ابو البرکات رحمہ اللہ کا موقف درست ہے اور بعض لاعلم عوام جو پہلی اذان کو تہجد کی شمار کر لیتے ہیں وہ تہجد کی اذان نہیں بلکہ جو آدمی (نماز تہجد) رات کا قیام کر رہا ہے اس کو متنبہ کرنے اور سونے والے کو بیدار کرنے کے لیے ہے۔

جواب 2 = بدنصیب جھنگوی کو اس مسئلہ میں بعض اہل حدیثوں پر تو اعتراض ہے اور اپنی مزعومہ فقہ حنفی سے قصداً جاہل بنا ہوا ہے۔ فقہ حنفیہ کی معتبر کتاب "الھدایۃ" میں لکھا ہے امام ابوحنیفہ و محمد بن حسن الشیبانی کے نزدیک وقت سے پہلے کہی گئی اذان لوٹائی جائے گی جب کہ قاضی ابو یوسف کہتا ہے:

[یجوز للفجر فی النصف الا خیر من اللیل]

''فجر کے لیے اخیر آدھی رات میں اذان دینا جائز ہے۔''

(الهداية، باب الاذان: ۹۱/۱، ۹۲، ط: المصباح)

گلہ ان سے کرتے رہے قصور اپنا نکل آیا

مسئلہ نمبر۴: ننگے سر نماز:

اعتراض ④: عبد اللہ بہاولپوری لکھتا ہے ننگے سر نماز سنت رسول ہے جو ننگے سر نماز نہ پڑھے اسے دشمن رسول بنا رہے ہیں۔ (رسائل بہاولپوری، ص: ۲۰۵) (تحفہ اہل حدیث، ص: ۲۸)

جواب = مذکورہ بالا اقتباس کو نقل کرنے میں بھی جھنگوی صاحب نے اپنی روایتی بددیانتی کا واضح ثبوت دیا ہے ہم یہاں پروفیسر عبد اللہ بہاولپوری رحمہ اللہ کا مکمل کلام نقل کیے دیتے ہیں تاکہ حقیقت حال واضح ہو جائے کیونکہ اس مسئلہ کی مفصل بحث سابقہ صفحات پر گزر چکی ہے۔ عبد اللہ بہاولپوری رحمہ اللہ قاسمی دیوبندی کے رسالہ ''ننگے سر نماز'' پر ایک نظر کے تحت راقم ہیں:

> ''قاسمی صاحب کے رسالہ کے شروع میں لکھا ہے کہ اہل حدیث ننگے سر نماز نہ پڑھنے والے کو تارک سنت کہتے ہیں میں کہتا ہوں قاسمی صاحب یہ بالکل جھوٹ ہے نہ یہ اہل حدیث کا مذہب ہے نہ کوئی اہل حدیث یہ بات کہتا ہے اس کے بعد قاسمی صاحب کہتے ہیں ننگے سر نماز تہذیب کے بھی خلاف ہے اور دربارِ خداوندی میں حاضری کے بھی منافی۔ میں پوچھتا ہوں حج کے موقع پر دربار خداوندی کی آن بان زیادہ ہوتی ہے یا یہاں جب وہاں ننگے سر حاضری گستاخی نہیں تو یہاں کیسے قاسمی صاحب اگر ایسے جھوٹ بولنے تھے اور ایسی جہالت کی باتیں لکھنی تھیں تو امام اعظم اکیڈمی کی بجائے اپنے والد کے نام پر فضل اللہ اکیڈمی بنا کر یہ کام کرتے ایک تو آپ کے بزرگوار کو ثواب پہنچتا دوسرے امام صاحب کے نام کی رسوائی نہ ہوتی۔'' [(رسائل بہاولپوری، ص: ۲۰۵،

کی عبارت شروع ہو رہی ہے جس کا جھنگوی صاحب نے حوالہ دیا ہے(عارفی)]
سچ ہے اگر اولاد گندی نکل جائے تو والدین کو بھی بدنام کر دیتی ہے اس کے بعد قاسمی صاحب نے کچھ اہل حدیث عالموں کے فتاوے نقل کیے ہیں۔(ایسا ہی جھنگوی نے تحفہ اہل حدیث:۲۹ پر کیا ہے ،عارفی) میں کہتا ہوں قاسمی صاحب[میں (عارفی) کہتا ہوں جھنگوی صاحب] وہ فتاویٰ غلط ہوں یا صحیح آپ کی حماقتوں کی تائید کوئی نہیں کرتا بلکہ آپ کی تردید تو آپ کے گھر والے ہی کرتے ہیں اگر نہیں تو اپنے ابا سے پوچھ لیں۔(جھنگوی اگر آپ کو بھی معلوم نہیں تو اپنے اکابرین دیوبند سے پوچھ لیں۔(عارفی)

کیا فتاویٰ عالمگیری میں یہ نہیں:[ولا بأس به اذا فعلته تذللا و خشوعاً بل حسن] یعنی اگر عاجزی اور ذلت کے اظہار کے لیے ننگے سر نماز پڑھے تو بھی کوئی حرج نہیں بلکہ یہ اچھا ہے گستاخی ہو تو اللہ رب العزت حاجی سے یہ گستاخی کیوں کروائے، قاسمی صاحب آپ کے امام کی مسند میں یہ حدیث ہے:

[ان جابرا امّهم فی قمیص واحد و عنده فضل ثیاب یعرفنا لسنة رسول اللہ ﷺ]

”سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے صرف ایک قمیص میں نماز پڑھائی حالانکہ ان کے پاس زائد کپڑے بھی موجود تھے یہ بتانے کے لیے کہ یہ سنت رسول ہے۔“

قاسمی صاحب اب آپ سنت رسول ﷺ سے دشمنی کر کے اپنی آخرت برباد کریں تو آپ کی مرضی توبہ کر کے اہل حدیث ہو جائیں تو آپ کی مرضی ہے۔

لیجیے جناب جھنگوی صاحب ! پروفیسر عبد اللہ رحمہ اللہ نے تو اپنی بات کہی نہیں نہ اپنا فتویٰ صادر کیا ہے بلکہ آپ کے امام کی مزعومہ مسند کا حوالہ دے کر ایک حدیث نقل کر کے دعوت فکر دی ہے کہ آپ نے سنت رسول کو مان کر محبّ رسول بننا ہے تو تب بھی جناب کی مرضی یا سنت رسول کو ہدف تنقید بنا کر اپنی آخرت کا ستیاناس کرنا ہے تب بھی آپ کی

مرضی یہی بات ہم جھنگوی اینڈ کمپنی کو کہتے ہیں۔

اعتراض ⑤: سر ڈھانپ کر نماز پڑھتا ہوں تو ان فتاویٰ جات کے مطابق بدعمل، جاہل، منافق بنتا ہوں اور اگر ننگے سر نماز پڑھتا ہوں تو پروفیسر صاحب کے فتاویٰ کے مطابق دشمن سنت بنتا ہوں۔ (تحفہ اہل حدیث، ص:۲۹)

جواب = جھنگوی صاحب جہاں تک آپ کے بدعمل اور جاہل ہونے کا تعلق ہے تو وہ آپ کے سر ڈھانپنے کے باوجود بھی معلوم و باقی ہے رہا آپ کا دشمن سنت ہونا تو اس کو ہم بادلائل ثابت کر چکے ہیں بلکہ اس جرم میں آپ اکیلے نہیں بلکہ آپ کی پوری کمپنی برابر کی شریک ہیں۔

مسئلہ نمبر ۵: جرابوں پر مسح:

اعتراض ⑥: صادق سیالکوٹی جرابوں پر مسح کرنے کا باب قائم کر کے ثابت کرتے ہیں کہ جرابوں پر مسح کرنا چاہیے (یعنی جائز ہے) جب کہ شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں: ''جرابوں پر مسح کرنے کے معاملہ میں کوئی صحیح مرفوع حدیث نہیں ملتی جس پر جرح نہ ہو۔'' (تحفہ، ص:۳۰)

جواب 1= اس مسئلہ پر تفصیلی بحث ابتدائی صفحات پر گزر چکی ہے۔

جواب 2= اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ نے آخری عمر میں رجوع کر لیا: [وعنه انه رجع الى قولهما عليه الفتوى] (الہدایۃ: ۱/۶۱) جب کہ اوکاڑوی پارٹی ابوحنیفہ کے منسوخ موقف پر اب بھی بضد ہے۔

مسئلہ نمبر ۶: تقلید مطلق:

اعتراض ⑦: مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں: ''مطلق تقلید اہل حدیث کا مذہب ہے۔'' جب کہ صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں تقلید گمراہی ہے ہلاکت ہے تقلید ظلمت ہے تقلید آفت ہے۔

میں پریشان ہوں ان میں گمراہ کون ہے ثناء اللہ یا صادق۔ (تحفہ، ص:۳۰)

جواب =ان میں سے کوئی بھی گمراہ نہیں کیونکہ صادق صاحب رحمہ اللہ کی بات بالکل واضح ہے اس کی تائید تو علماء احناف کے اقوال سے بھی ملتی ہے طحاوی حنفی فرماتے ہیں:

[وھل یقلد الا عصبی او غبی] (لسان المیزان: ۱/ ۲۸۰) ’’تقلید صرف متعصب اور غبی آدمی ہی کرتا ہے۔‘‘ صوفی سلطان باہو فرماتے ہیں بلکہ اہل تقلید جاہل اور حیوان سے بھی بدتر ہوتے ہیں۔‘‘ (توفیق ہدایت، ص: ۲۰)

جب کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب کے یہ الفاظ (مطلق تقلید) اپنے مجازی معنی میں ہیں کیونکہ حقیقت میں یہ تقلید ہی نہیں جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مقولہ ہے:

[لا یقلد احد دون سول اللّٰہ۔] حالانکہ یہ تقلید نہیں۔

جھنگوی صاحب یہ دونوں بزرگ تو آپ کے فتوؤں کی زد سے محفوظ ہیں اور یہ فتویٰ آپ پر ہی لوٹتا ہے کیونکہ مقلد ہی بدعتی و گمراہ ہے۔

جھنگوی صاحب کیا آپ مطلق تقلید کے قائل ہیں اگر قائل ہیں تو پھر آپ کا ان حنفی علماء سے اختلاف واضح ہے جو تقلید مطلق کو حرام ناجائز قرار دیتے ہیں اگر نہیں تو پھر تقلید شخصی یعنی تقلید ابی حنیفہ پر مناظرے کے لیے کیوں تیار نہیں ہوتے۔

تقلید حرام از محمد بن الحسن الشیبانی:

امام ابوحنیفہ کے شاگرد محمد بن حسن الشیبانی فرماتے ہیں:

[و لو جاز التقلید کان من معنی من قبل ابی حنیفة مثل الحسن البصری و ابراھیم النخعی رحمھما اللّٰہ اخری ان تقلّدوا]

(المبسوط: ۱۲/ ۲۸)

’’اگر تقلید جائز ہوتی تو وہ لوگ جو امام ابوحنیفہ سے پہلے اس دنیا سے گزر چکے ہیں وہ زیادہ لائق ہیں کہ ان کی تقلید کی جائے جیسا کہ حسن بصری و ابراہیم نخعی۔‘‘

اب جھنگوی اور ان کی اوکاڑوی پارٹی خود ہی فیصلہ کرلیں کہ حنفی امام محمد بن حسن

الشیبانی اور مقلدین احناف میں سے گمراہ اور بدعتی کون ہے؟ تقلید کرنے والے یا اس کو ناجائز کہنے والے۔

مسئلہ نمبر ۷: رفع الیدین:

اعتراض ⑧: صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں: رفع الیدین شروع کردیں، سنت مؤکدہ ہے۔" (صلوٰۃ الرسول: ۲۰۵) آگے لکھتے ہیں حضور ہمیشہ رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ (۲۰۹ ایضا) نیز فرماتے ہیں رفع الیدین تین مقامات پر چھوڑنا اور پہلی بار کر لینا بے انصافی ہے؟ (فتاویٰ علماء حدیث: ۳/ ۱۶۰، ۱۶۱) میں لکھا ہے کہ رفع الیدین کرنا اور چھوڑنا دونوں ثابت ہیں۔ (تحفہ، ص: ۳۰)

جواب = مولوی جھنگوی صاحب نے یہاں پر بھی اپنا روایتی یہودیانہ طرز اپنایا ہے اور صلوٰۃ الرسول کی عبارت میں قطع برید کرکے اس میں تضاد ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی اس طرح فتاویٰ علماء حدیث کی عبارت میں بھی بقول اوکاڑوی سبیل یہود اور مرزا قادیانی کی سنت پر عمل کیا۔

[جھنگوی خیانت نمبر ۱:] صلوٰۃ الرسول کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔ مولانا صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ لکھتے ہیں پھر اس پر کس قدر افسوس ہے کہ صرف پہلی بار کا رفع الیدین مذکورہ احادیث سے لے لیا گیا ہے اور باقی تین جگہوں کا چھوڑ دیا ہے کیا یہ بے انصافی نہیں؟ دین میں دخل نہیں۔ (صلوٰۃ الرسول، ص: ۲۰۹)

اس عبارت کو غور سے پڑھیں اور جھنگوی کو اس کی قطع و برید پر ہزار بار شاباش دیں۔ مولانا صادق سیالکوٹی صاحب تو فرما رہے ہیں احادیث نبوی جن میں چاروں رفع الیدین مذکورہ ہیں اس میں سے صرف ایک یعنی پہلی کو لے لینا اور باقی تین کو چھوڑ دینا بے انصافی اور دین میں دخل ہے۔

[خیانت نمبر ۲:] فتاویٰ علماء حدیث کے صفحہ ۱۶۱، پر ہی لکھا ہے مولانا عبد العلی

لکھنوی ارکان اربعہ میں طرفین کے دلائل لکھ کر فرماتے ہیں اگر نہ کرے تو بہتر ہے اور اگر کرلے تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر انصاف کی نگاہ سے دیکھا جائے تو بہت سے صحابہ کرام سے رفع الیدین کرنا ثابت ہے چنانچہ عراقی نے شرح تقریب میں اور مولوی سلام اللہ حنفی نے شرح مؤطا میں پنجاہ (۵۰) صحابہ سے رفع الیدین نقل کیا ہے سیوطی نے تیئس صحابہ سے رفع الیدین نقل کی ہے اور مجد الدین فیروز آبادی ''صاحب قاموس'' نے سفر السعادت میں لکھا ہے کہ مرفوع احادیث اور آثار و اخبار رفع الیدین کے متعلق اکٹھے کیے جائیں تو ان کی تعداد چار سو تک پہنچتی ہے۔ اور رفع الیدین کے منسوخ ہونے کا دعویٰ بالکل بے دلیل ہے۔

مذکورہ بالا عبارت کو مقلد جھنگوی بقول عبد القدیر دیوبندی شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گیا تا کہ لوگوں کو صحیح بات معلوم نہ ہو سکے۔ دونوں عبارات پڑھنے سے واضح ہو گیا کہ الحمد للہ علمائے حق علماء اہل حدیث کے درمیان مسئلہ ہذا میں تضاد نہیں اصل تضاد جھنگوی کے ذہن و مسلک میں ہے۔

رفع الیدین اور احناف کا اختلاف:

احناف دن رات تقلید کی لعنت کو اتفاق و اتحاد کا فارمولا ثابت کرنے کی ناپاک کوشش میں لگے ہیں لیکن خود تقلید سے اس قدر بیزار ہیں کہ متعدد مسائل میں امام ابوحنیفہ پر بھی اعتماد نہیں۔ بطور مثال مسئلہ رفع الیدین ہی لے لیں ان کو آج تک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ رفع الیدین کا مسئلہ متعارضہ مسائل میں سے ہے جس میں ان کے بقول تقلید لازم ہے یا یہ مسئلہ نصوص صریحہ پر مبنی ہیں۔

متعصب مقلد ماسٹر امین اوکاڑوی لکھتا ہے رکوع و سجود کی رفع الیدین مسائل متعارضہ میں سے ہے اور اس تعارض کے رفع کے لیے کوئی حدیث نہیں لہٰذا اس میں اجتہاد و تقلید کی ضرورت ہے۔ (تجلیات: ۹۱/۶) جب کہ اس کے برعکس دیوبندی امام سرفراز صفدر لکھتا ہے مسئلہ ترک رفع الیدین میں احناف تقلید نہیں کرتے بلکہ اس میں احادیث صحیحہ اور صریحہ کی

پیروی کرتے ہیں اب یہ تو مقلدین دیابنہ ہی فیصلہ کریں گے کہ ان میں کذاب دھوکہ باز اور گمراہ کون؟۔

اسی طرح رکوع وغیرہ کی رفع الیدین کے حکم میں بھی مقلدین کا شدید اختلاف ہے اور یہاں بھی یہ امام ابوحنیفہ سے بغاوت کر جاتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کا موقف نہ لکھتے ہیں اور نہ عملاً تسلیم کرتے ہیں۔

۱ مقلدین احناف کا دعویٰ ہے کہ رکوع کی رفع الیدین منسوخ ہو چکی ہے جب کہ اس کے برخلاف حسین علی حنفی (المتوفی ۱۳۶۳ھ) فرماتے ہیں: احناف حضرات نسخ رفع الیدین کے قائل نہیں بلکہ ثبوت رفع الیدین عن النبی ﷺ کے منکر ہیں۔

(تحریرات حدیث، ص:۳۹، بحوالہ نور الصباح، ص:۲۸)

۲ رفع الیدین کرنا بدعت ہے۔ (مجموعہ رسائل: ۱/۲۰۸)

۳ رفع الیدین کرنے والا کافر ہے۔ (تذکرۃ الخلیل، ص:۱۳۲، حاشیہ نمبر:۳)

۴ رفع الیدین کرنا مکروہ (خلاف اولیٰ) ہے۔ (ادلہ کاملہ، ص:۲۳)

۵ رفع الیدین کا اختلاف محض افضل ومفضول کا اختلاف ہے۔ (غیر مقلدین کیا ہیں: ۱/۵۱۶)

۶ رفع الیدین کرنا جائز ہے۔ (معارف الحدیث: ۳/۲۶۵، نماز مسنون، ص:۳۴۹)

مقلدین احناف نے یہودیانہ طرز اپنا کر اہل حدیث علماء میں اختلاف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی جب کہ ہم نے الحمد للہ ٹھوس دلائل سے ان کے اتفاق واتحاد کا پول کھول دیا ہے۔

چھپائیں گے کہاں تک راز محفل شمع کے آنسو
کہے گی خاک پروانہ کہ پروانہ پے کیا گزری

مسئلہ نمبر ۸: بعد از رکوع ہاتھوں کی کیفیت:

اعتراض ۹: پیر جھنڈا سندھی اور ان کے ماننے والے غیر مقلد قومہ میں یعنی رکوع سے اُٹھ کر ہاتھ باندھ لیتے ہیں پیر جھنڈا کا بھائی اور تمام غیر مقلد چھوڑ دیتے ہیں۔ (تحفہ:۳۱)

جواب = رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا چاہیے یا چھوڑنے اہل علم کے ہاں تا ہنوز اختلافی چلا آرہا ہے ایک گروہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کا قائل ہے تو دوسرا ہاتھ چھوڑنے کا ہے چونکہ اس مسئلہ کے بارے کتاب وسنت میں کوئی صریح نص نہیں۔ لہٰذا اس میں اختلاف کا ہوجانا کوئی بڑی بات نہیں۔ امام اہل السنۃ احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ان کے بیٹے صالح نے پوچھا۔

[قلت كيف يضع الرجل يده بعد ما يرفع راسه من الركوع ايضع اليمنىٰ على الشمال ام يسدلهما قال ارجوا ان لا يضيق ذالك ان شاء اللّٰه] (مسائل امام احمد بن حنبل روايته ابی الفضل صالح المتوفی:٢٦٦ھ دار الوطن الرياض السعوديه)

''امام احمد بن حنبل سے اس بارے میں سوال کیا گیا کہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھے جائیں یا چھوڑ دیے جائیں تو انھوں نے دونوں طریقوں کو جائز قرار دیا۔''

بعد از رکوع ہاتھوں کی کیفیت اور احناف:

① فقہ حنفیہ کی معتبر کتاب ''شرح الوقایہ مع السعایۃ'' (۱۵۸/۲) میں مذکور ہے:

[ان كل قيام فيه ذكر مسنون ففيه الوضع]

''ہر وہ قیام جس میں ذکر مسنون ہے اس میں ہاتھ باندھیں جائیں گے۔''

عبدالحئ لکھنوی حنفی اس کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

[لا مضايقة فی إختياره بعد ظهور موافقته للاصول]

(السعاية، ص:١٥٩، ط سهيل اكيڈمی لاهور)

''اصول کے ساتھ موافقت ظاہر ہونے کے بعد رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے میں کوئی حرج نہیں۔''

② مفتی رشید احمد لدھیانوی دیوبندی قنوت نازلہ کی حالت میں ہاتھ باندھنے کے

بارے میں سوال ہوا وہ تو انھوں نے کہا کہ اس بارے میں کوئی جزئیہ نہیں ملا۔ کلیہ کے مطابق ہاتھ باندھنے چاہیے:

[لانه قیام له قرار و فیه ذکر مسنون و لذا قالوا بوضع الیدین فی قنوت الوتر و قومة صلوٰة التسبیح] (احسن الفتاویٰ:۳/۵۱)

”کیونکہ یہ قیام ہے اس میں ٹھہراؤ اور مسنون ذکر بھی ہے اس وجہ سے قنوت وتر اور نماز تسبیح میں رکوع کے بعد ہاتھ باندھے جائیں گے۔“

معلوم ہوا احناف کے نزدیک اس کلیہ کے تحت رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا ہی مسنون ہے۔

③ ”البنایہ شرح الہدایہ“ میں بعد از رکوع ہاتھ باندھنے والے حنفی مقلدین کا تذکرہ ان الفاظ میں مذکور ہے:

[وَ قِیلَ یَعتمد و به قال ابو علی النسفی والحاکم و عبد الرحمن الکاتب و اسماعیل الزاهد اصحاب محمد بن اسفل]

”حنفی مقلدین میں ابوعلی نسفی، حاکم، عبدالرحمٰن الکاتب اور اصحاب محمد بن اسفل واسماعیل الزاہد کا موقف یہ ہے کہ نماز میں بعد از رکوع ہاتھ باندھے گا۔“

اس بحث کے آخر میں مزید لکھا ہے:

[و عند بعضهم و سنة القیام مطلقاً]

”ہاتھ باندھنا مطلقاً قیام کی سنت ہے یعنی خواہ قیام پہلا ہو یا دوسرا یعنی رکوع کے بعد والا۔“ دیکھیے: ”البنایہ شرح الہدایہ: ۲/۲۱۱، ط۔ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ۔

مسئلہ نمبر۹: جنازہ میں جہری قراءت:

جھنگوی صاحب کا دماغ اردو عبارات سمجھنے سے بھی قاصر ہے۔

اعتراض ⑩: مولوی جھنگوی لکھتا ہے: پرانے غیر مقلدین جنازہ اونچی آواز میں پڑھتے تھے لیکن موجودہ غیر مقلدین اہل سنت کی طرح جنازہ آہستہ پڑھنے کے قائل ہو

رہے ہیں۔ (خالد گھرجاکھی، صلوۃ النبی، ص:۳۹۴) مبشر احمد ربانی غیر مقلد بھی لکھتے ہیں۔ دلائل کی رو سے جنازہ کی قراءت سراً اولیٰ ہے اور بہتر ہے۔

جواب =اس مسئلہ میں بھی مقلد جھنگوی نے شیخ مبشر ربانی حفظہ اللہ کی آدھی عبارت نقل کی ہے اگر ان کی مکمل عبارت نقل کرتا تو واضح ہو جاتا کہ الحمد للہ مسلک حق میں جنازہ کی قراءت دونوں طرح درست ہے شیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کی مکمل عبارت اس طرح ہے:

"نماز جنازہ میں قراءت جہراً وسراً دونوں طرح درست ہے البتہ دلائل کی رو سے سراً پڑھنا زیادہ بہتر ہے اور اولیٰ ہے۔" (آپکے مسائل اور انکا حل:۱/۱۲۳)

مسئلہ نمبر۱۰: زبان سے نیت بدعت:

اعتراض ⑪: اکثر غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔ (تحفہ:۳۱)

جواب =زبان سے نیت کرنا صرف اہل حدیث کے نزدیک ہی نہیں بلکہ مقلدین کے ہاں بھی بدعت ہے جو کہ جھنگوی کے عدم علم کی دلیل ہے۔

مولوی عبدالحئی حنفی دیوبندی فرنگی راقم ہے: نیت کی تین صورتیں ہیں:

① دل کی نیت پر اکتفا کرنا یہ بالاتفاق کافی ہے یہی مشروع طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے ان میں سے کسی سے بھی یہ منقول نہیں کہ اس نے کہا ہو کہ میں فلاں نماز کی اس وقت نیت کرتا ہوں وغیرہ وغیرہ یہی تحقیق ابن الہمام حنفی نے فتح القدیر اور ابن القیم نے "زاد المعاد" میں پیش کی ہے میں نے اس کے بارے میں تفصیل "السعایہ" اور "اکام النفائس فی اداء الاذکار بلسان الفارس" میں لکھی ہے۔

② صرف زبان پر اکتفاء کرنا یہ کافی نہیں ہے۔

③ تیسری صورت یہ ہے کہ دل اور زبان دونوں سے نیت کی جائے اور یہ سنت ہے جیسا کہ "تحفۃ الملوک" میں لکھا ہے اور یہ بات صحیح نہیں اور ایک قول مستحب کا ہے جیسا

کہ "المنیۃ" میں ہے یعنی کہ یہ علماء کا فعل ہے اور انھوں نے ہی اسے مستحب قرار دیا ہے (اور مستحب کا یہ معنی نہیں کہ) کہ رسول اللہ ﷺ نے زبان سے نیت کی ہے یا اس کی طرف رغبت رکھی ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت نہیں۔"

(عمدة الرعاية: ١/ ١٥٩، حاشيه نمبر: ٥)

④ عبدالشکور حنفی لکھتا ہے اصل تو یہ ہے: نیت دلی ارادے کا نام ہے زبان سے کچھ کہنا نیت ہی نہیں نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ دستور تھا۔ (علم الفقہ ص: ۲۷۷، دار الاشاعت کراچی)

⑤ اور اسی طرح عبد الحق دھلوی حنفی کے نزدیک زبانی اور لفظی نیت آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب سے ثابت نہیں بلکہ حضرات محدثین کے حوالہ سے وہ اسے بدعت اور مکروہ قرار دیتے ہیں۔ دیکھئے (مدارج النبوۃ: ۱/ ۳۹۹، بحوالہ عماد الدین از مولوی ابو القاسم، رفیق دلاوری، ص: ۱۰۰)

⑥ اسی طرح شاہ محمد رکن الدین حنفی نے اپنی کتاب "رکن دین (ص: ۱۰۰) پر لکھا ہے نیت تو دل ہی کے عمل کا نام ہے یہ زبان سے کہنا لغو ہے۔ اور دل کا سمجھنا معتبر۔ (درمختار، شامی)

غیر عربی میں جنازہ کی دعائیں پڑھنا:

اعتراض ⑫: دیکھو یہ غیر مقلد نماز سے پہلے زبان سے پنجابی میں نیت کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

جواب = (اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ وصحابہ کرام سے ثابت نہیں۔ (عارفی)

اعتراض ⑬: ذرا دوسری طرف بھی دیکھئے مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

"جنازہ پشتو اور پنجابی میں بھی جائز ہے۔" (ثنائیہ، ص: ۵۴) (تحفۃ، ص: ۳۱)

جواب = مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اضطراری صورت میں صرف جنازہ کی ادعیہ پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے جھنگوی صاحب بتلائیے کیا اضطرار اور عموم کا حکم ایک ہوتا ہے؟

مثلاً مجبور و مضطر کو حالت اضطرار میں خنزیر کھانے کی اجازت ہے کیا یہاں بھی آپ یہی کہیں گے کہ دیکھو قرآن کہتا ہے خنزیر کھالو، قرآن نے خنزیر کو حلال قرار دے دیا۔ آپ جیسے مصنف یقیناً قرب قیامت کی ایک نشانی ہیں۔ (یفتون بغیر علم ضلو واضلو)

اعتراض ⑫: ذرا آگے چلئے میرے ہاتھ میں فتاویٰ نذیریہ ہے اس کی جلد دوم صفحہ نمبرا اگر نماز میں ادعیہ مأثورہ پر زائد دعا پڑھی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں غیر مقلدین کی۔ دورخی چال میرے بھائی دیکھتے جائیں، عربی کو چھوڑ کر پنجابی اور پشتو میں جنازہ پڑھنا تو جائز ہے نماز جنازہ کے اندر پنجابی جائز لیکن نماز سے باہر جائز نہیں، نماز سے پہلے تو پنجابی میں نیت کے الفاظ جائز نہ ہوں اور نماز کے اندر دعاؤں پر اضافہ جائز۔ (تحفہ،ص:۳۲)

جواب = نماز سے قبل پنجابی میں نیت کیوں جائز نہیں اس کی تصریح تو ہم اکابر احناف سے پیش کر چکے ہیں۔ جہاں تک نماز کے اندر ادعیہ مأثورہ پر زائد دعاؤں کے پڑھنے کا جائز اور درست ہونے کا معاملہ ہے اس کے لیے ہم ''فتاویٰ نذیریہ'' کا محولہ فتویٰ نقل کررہے ہیں جس میں سید نذیر حسین رحمہ اللہ نے نبی ﷺ کی صحیح احادیث سے یہ بات ثابت کی ہے اگر مقلدین میں دم خم ہے تو اس کی تردید احادیث صحیحہ مرفوعہ سے پیش کریں۔

سوال = کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمیع امور نیک مثل وقت وضو یا کھانے یا پینے یا وقت جماع وغیرہ کے سوائے شروع سورہ قرآن شریف کے پوری بسم اللہ یعنی بسم اللہ الرحمٰن پڑھنی سنت ہے یا فقط بسم اللہ ہی پر اکتفا کرنا چاہیے اور درصورت پوری بسم اللہ پڑھنے کے بدعت ہو جاتی ہے یا نہیں۔ (بینوا توجروا)

جواب = میرے فہم میں یہ سب تشددات ہیں الفاظ ماثورہ پر اگر کچھ الفاظ حسنہ زیادہ ہو جاویں تو اس میں کوئی مضایقہ نہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث میں موجود ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ تلبیہ رسول اللہ ﷺ کا اسی قدر تھا:

[لبيك اللهم لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك

والملك لا شريك لك]

''میں تیری جناب میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں حمد اور نعمت تیری ہے بادشاہی تیری ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔''

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس پر یہ کلمات زیادہ کرتے تھے:

[لبيك و سعديك والخير بيديك لبيك والرغباء اليك والعمل]

''میں تیری بابرکت جناب میں حاضر ہوں بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے میں حاضر ہوں تمام رغبتیں اور عمل تیرے ہی لیے ہیں۔''

بہت مواضع میں ثابت ہے کہ صحابہ کرام اور علماء اسلام الفاظ ماثوہ پر درود شریف اور دعوات میں بعض الفاظ زیادہ کرتے تھے اور یہ تعامل بلا نکیر جاری رہا نماز میں بھی اگر ادعیہ ماثورہ پر زائد دعا پڑھی جاوے تو کوئی مضایقہ نہیں دیکھو صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث میں ہے ایک شخص نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتا تھا قومہ میں یہ دعا پڑھی:

[رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كثيراً طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيهِ]

''اے اللہ تیرے ہی لیے تعریف ہے بہت زیادہ تعریف پاکیزہ اور برکت والی تعریف۔''

جس وقت آپ نماز سے فارغ ہو گئے آپ نے فرمایا یہ کلمات کس نے پڑھے ایک روایت میں ہے کہ آپ نے تین دفعہ فرمایا صحابہ ساکت ہو گئے اور پڑھنے والا ڈر گیا کہ شاید آپ میرے پڑھنے سے ناراض ہو گئے آپ نے فرمایا: ''من القائل فانه لم يقل باساً'' یعنی کس نے یہ کلمات کہے ہیں اس نے کوئی بری بات نہیں کی۔'' پھر وہ شخص بولا:

[انا قلتها لم ارد بها الاخيرا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم رأيت بضعة و ثلاثين ملكاً يبتدرونها ايهم يكتبها اولاً]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تیس سے زیادہ کچھ فرشتے اس کے لکھنے کے واسطے

آئے تھے ہر ایک چاہتا تھا کہ میں اس کو پہلے لکھوں۔"

اس سے صاف ثابت ہوا کہ ماثور پر زیادت جائز ہے کیونکہ یہ دعا اس شخص نے اپنی طرف سے ماثور پر زیادہ کی تھی اگر یہ تعلیم نبوی ہوتی تو خوف کس بات کا تھا جس سے وہ سکوت کرتا رہا اور جواب نہ دے سکا اسی طرح ایک شخص نے نماز میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چھینک کر یہ دعا پڑھی:

[اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكاً عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبَّنَا وَ يَرْضٰى]

"سب تعریفیں اللہ ہی کی ہیں بہت زیادہ تعریف پاکیزہ اور برکت والی جیسے ہمارا رب پسند کرے اور جس پر راضی ہو۔"

آپ نے نماز سے فارغ ہو کر دو دفعہ پوچھا یہ پڑھنے والا کون تھا کوئی نہ بولا تیسرا دفعہ پھر پوچھا آخر وہ شخص بولا کہ یا رسول اللہ میں نے پڑھا:

[قال رسول اللّٰه ﷺ لقد ابتدرها بضعة و ثلثون ملكا ايهم يصعد بها۔] (رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی)

"آپ نے فرمایا کچھ اوپر تیس فرشتے دوڑے ان کلمات کے لیے کہ کون اوپر لے جاوے گا۔"

حدیث میں تو فقط چھینک کے واسطے اس قدر وارد ہے:[اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ] (ہر حال میں خدا کی تعریف ہے) یہ زیادت اس شخص نے اپنی طرف سے کی اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی تحسین فرمائی اس کے نظائر بکثرت ہیں اگر کل کا استیعاب کیا جاوے تو ایک مستقل کتاب بنے گی۔ غرضیکہ اس قسم کے زیادات بدعت سے نہیں بلکہ [فمن تطوع خیراً فهو خیر له] میں داخل ہیں فقط عبدالجبار عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین۔ھو الموفق: اس مسئلہ کی تحقیق عون المعبود شرح سنن ابی داؤد ۴۰۹/۴، میں بسط کے ساتھ کی گئی ہے۔من شاء زیادۃ التحقیق فلیراجع الیہ و کتبہ محمد عبدالرحمٰن

المبارکفوری عفا اللہ (فتاویٰ نذیریہ:۲/۳)

فقہ حنفی اور غیر عربی میں نماز:

مولوی جھنگوی اس بات پر تو بہت پیچ و تاب کھا رہا ہے کہ فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ رحمہ اللہ نے جنازہ کی دعاؤں کو پنجابی میں پڑھنا جائز قرار دے دیا حالانکہ وہ ایک اضطراری صورت ہے لیکن یہ مقلد اپنے مسلک و مذہب سے جاہل ہے۔ جامع الصغیر میں ہے: محمد بن حسن الشیبانی قاضی ابو یوسف سے بیان کرتا ہے وہ امام ابوحنیفہ سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے کہا:

[و ان افتتح الصلوٰة بالفارسية او قرأ فيها بالفارسية او ذبح و سمىٰ بالفارسية و هو يحسن العربية اجزاه عند ابى حنيفة]

(جامع الصغير)

''اگر آدمی فارسی میں نماز شروع کرے یا فارسی میں قراءت کرے یا جانور ذبح کرتے وقت تسمیہ فارسی میں پڑھے حالانکہ اس کو اچھی طرح عربی آتی ہو تب بھی امام ابوحنیفہ کے نزدیک (فارسی میں نماز پڑھنا وغیرہ) جائز ہے۔''

اللہ کے فضل و رحمت سے ہم نے مسئلہ ہذا فقہ حنفی کی معتبر کتاب سے باسند پیش کیا ہے کوئی حنفی مائی کا لال امام ابوحنیفہ سے صحیح سند کے ساتھ اس مسئلہ سے رجوع ثابت نہیں کر سکتا۔ یہی بات (الھدایۃ'' باب صفة الصلوٰة: ۱/۱۰۱، ط: المصباح بک لینڈ اردو بازار لاہور) پر بھی منقول ہے۔

مولوی عبد الشکور حنفی دیوبندی لکھتا ہے: ''بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ امام صاحب نے اس مسئلہ سے بھی رجوع کر لیا تھا مگر یہ صحیح نہیں۔'' (علم الفقہ ،حصہ دوم، ص:۲۷۷، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، اپریل ۲۰۰۳ء)

کیا یہ حنفی مقلد کی دورخی کا منہ بولتا ثبوت نہیں؟

غیر کی آنکھ کا تنکہ بھی تجھے شہتیر نظر آتا ہے

اور یہ بات بھی واضح رہے کہ سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ بھی ان کی (نماز سے متعلقہ) ایسی ہی موشگافیوں کی وجہ سے حنفی مذہب سے تائب ہو گیا تھا۔ دیکھئے تاریخ ابن خلکان، تاریخ ابن کثیر، اور حیوۃ الحیوان الکبریٰ للدمیری (تحت القمری) وفیات الاعیان: ۵/۱۸۰، ۱۸۱، سیر اعلام النبلاء: ۱۷/۴۸۶، ۴۸۷) اگر حنفی مذہب کا نقشہ کھول کر لوگوں کے سامنے رکھا جائے تو ہر عقل سلیم رکھنے والا اس سے توبہ کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اعتراض ⑮: جھنگوی میں ادب کے ساتھ سوال کر سکتا ہوں کہ ان میں اہل حدیث کون ہے اور کون بے ایمان؟ (تحفہ اہل حدیث: ۳۲)

جواب = پوری گفتگو سے واضح ہو گیا کہ الحمد للہ مولانا ثناء اللہ رحمہ اللہ اور سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ دونوں بزرگ اہل حدیث ہیں اور ان کے خلاف ناحق زبان درازی کرنے والا مقلد اعمیٰ جھنگوی بے ایمان ہے۔

اختلاف کا ہو جانا اچھنبے کی بات نہیں بلکہ اس اختلاف کی بنا پر تفرق، ضد، بغض وعناد کا جنم لینا یہ مذموم ہے اور دلائل کے واضح ہو جانے کے بعد اختلاف پر ڈٹے رہنا قطعاً درست نہیں۔

مقلد جھنگوی کو اہل الحدیث کا مسائل میں باہمی اختلاف تو گراں گزرتا ہے اور اپنی صفوں میں اختلاف و انتشار کے لیے ایک من گھڑت روایت ''اختلاف امتی رحمۃ'' میری امت کا اختلاف رحمت ہے پیش کرتے ہیں۔ کیا نعوذ باللہ اہل الحدیث امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے خارج ہیں؟ جو ان کے اختلاف کو ہوا بنا کر پیش کیا جاتا ہے اور مقلدین کی اپنی حالت یہ ہے کہ معتزلہ، شیعہ، مرجیہ، قادیانی، پرویزی، بریلوی، دیوبندی حیاتی ومماتی اور نامعلوم کتنے اختلافات کا شکار ہیں۔

جھنگوی صاحب اور ان کا حامی ٹولہ اہل حدیث حضرات کو دن رات، غیر مقلد، لامذہب وغیرہ کہہ کر مطعون کرتا ہے، دیکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں ان کے اکابرین ان کے

حامی ہیں یا نہیں۔

تنبیه= میرے ایک دوست محمد زبیر صادق آبادی نے اہل دیوبند کے تینتیس (۳۳) اختلافات باحوالہ نقل کر کے لکھا ہے دیکھتے ہیں اسماعیل جھنگوی اپنے علماء میں سے کسی کو دیوبندی سمجھتا ہے اور کسی کو بے ایمان؟ الحدیث حضرو شمارہ ۶۲، ص:۳۲، اہل دیوبند کے اختلافات کی تفصیل کے لیے دیکھیے ''محمد زبیر صادق آبادی'' کا مضمون دیوبندی بنام دیوبندی الحدیث حضرو، ۶۲، ۱۵ تا ۳۲)

احناف کے باہم مختلف فیہ مسائل

مولوی جھنگوی نے مذکورہ بالا دس مسائل بیان کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ اہل الحدیث علماء کا مسائل میں باہم اختلاف ہے۔ جب کہ مقلدین کا دامن اس سے پاک ہے حالانکہ فقہ حنفی میں اس قدر شدید اختلاف ہے کہ ان کے اقوال و آراء میں تطبیق و توفیق کا کوئی معتبر ذریعہ موجود نہیں اسی اختلاف کو اشرف علی تھانوی نے بھی تسلیم کیا جیسا کہ ''تذکرۃ الرشید'' میں مرقوم ہے۔

بوجہ اختلاف آراء علماء و کثرت روایات مذہب واحد معین کے مقلدین میں بھی عوام کیا خواص میں بھی مخاصمت و منازعت واقع ہے۔ (تذکرۃ الرشید :۱/۱۳۱، طبع ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور)

آیئے! فقہ حنفی کے باہمی مختلف فیہ مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

① امام ابوحنیفہ کے نزدیک اغلام بازی (لونڈے بازی) زنا نہیں۔ جب کہ صاحبین (ابویوسف اور محمد) کے نزدیک زنا ہے۔ (ھدایہ درسی ۲/۵۱۶، کتاب الحدود، باب الوطئی الذی یوجب والذی لا یوجبہ)

جھنگوی صاحب بتلایئے ان میں بدکاری کا محافظ اور مخالف کون ہے اور کس دلیل سے ہے؟

② امام ابوحنیفہ کے نزدیک محرمات ابدیہ (ماں، بہن، بیٹی، وغیرھن) کے ساتھ زنا کرنے پر حد نہیں، جب کہ ابو یوسف و محمد الشیبانی کے نزدیک حد ہے۔ (ہدایہ:۲/۵۱۶، ایضاً)

③ مرغینانی حنفی کہتا ہے: وضو سے قبل بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے جب کہ صاحب قدوری کہتا ہے سنت ہے۔ (الھدایہ، کتاب الطہارات:۱/۱۸، طبع المصباح) ان میں سے حقیقی حنفی کون ہے اور غیر حنفی کون؟

④ ابوحنیفہ کا پہلے مسلک یہ تھا کہ گھوڑا حلال نہیں تو محمد بن حسن شیبانی ان سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتا ہے:"و لسنا ناخذ به و لا نری بلحم الفرس بأساً" ہم ابوحنیفہ کے اس قول کو نہیں لیتے اور ہمارے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں۔(کتاب الآثار ، باب ما یکره من اکل لحوم السباع والبان الحمر،ص:۱۷۷،کتب خانہ مجیدیہ۔ملتان)

⑤ امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ جمعہ کے دن امام کے ساتھ تشہد کے وقت ملنے کی صورت میں صرف دو رکعات ادا کرے گا ، جب کہ محمد بن حسن کہتا ہے کہ ہم اس قول کو نہیں مانتے بلکہ ایک رکعت مکمل امام کے ساتھ پا لینے کی صورت میں دو رکعات پڑھی جائیں گی۔ بصورت دیگر مسبوق چار رکعات ادا کرے گا۔(کتاب الآثار، باب من سبق بشئی من صلاته،ص:۳۵)

⑥ اسی طرح "کتاب الآثار، باب من تزوج مختلعة او مطلقة" (ص:۹۳،۹۴) پر بھی محمد بن حسن نے ابوحنیفہ سے اختلاف کیا ہے۔

⑦ کتاب الآثار، باب المزارعة بالثلث والربع (ص:۱۷۰) پر بھی اختلاف واضح ہے۔

⑧ مزید، کتاب الآثار باب الغنیمة والفضل (ص:۱۸۶) پر بھی مال غنیمت کی تقسیم کی مسئلہ پر اختلاف نمایاں ہے۔

⑨ جھنگوی صاحب اختلاف تو ایک طرف رہا آپ کے محمد بن حسن شیبانی صاحب تو ابوحنیفہ کی تقلید سے ہی بری ہو رہے ہیں۔فرماتے ہیں:

[اذ لو جاز التقلید لكان من مضی من قبل ابی حنیفة مثل الحسن البصری ابراهیم النخعی رحمهما الله أحری أن یقلدوا۔]

"اگر تقلید جائز ہوتی تو ابوحنیفہ سے پہلے کے لوگ مثلاً حسن بصری اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہما اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ ان کی تقلید کی جائے۔"(المبسوط

للسرخی کتاب الوقف، ۱۲ /۲۸، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة، کراچی)

یہ فرمان صادر کرنے سے قبل جھنگوی کے امام محمد نے ابوحنیفہ کے قول کو تحکم قرار دیا ہے۔

⑩ اسی طرح اسی کتاب "المبسوط" (۱۲/ ۲۸) میں جھنگوی کے امام محمد کے اس قول سے چند سطریں اوپر علامہ سرخسی نے لکھا ہے کہ " قاضی ابو یوسف جب ہارون الرشید کے ساتھ حج پر گئے تو انھوں نے وقف کے علاوہ دیگر دو مسائل میں بھی امام ابوحنیفہ کے قول کو ترک کر دیا یعنی کہ تین مسائل میں امام ابوحنیفہ کے قول کو چھوڑ دیا۔

..........تلک عشر کاملة..........

جھنگوی صاحب سر دست دس امثلہ پیش خدمت ہیں اور احناف کے بے شمار مسائل میں اختلاف میرے پیش نظر ہے، آپ فقہ کی کوئی کتاب اٹھالیں بہت کم مسائل مین آئمہ ثلاثہ کا اتفاق ہو گا۔ لہٰذا جھنگوی صاحب اہل حدیثوں کی فکر کرنے کی بجائے اپنے گھر کی خبر لیں۔ اپنے گھر کا اختلاف کنٹرول ہوتا نہیں" لگے ہیں دوسروں پر تنقید کرنے اور سمجھانے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

سنبھلتا نہیں جن سے اپنا دوپٹہ
دامن بھلا خاک سنبھالیں گے دوسروں کا

جھنگوی صاحب یہ تو ہم نے آپ کے ائمہ کے اختلاف کی چند امثلہ پیش کی ہیں۔ جب ہم نے دیوبندی علماء کے اختلاف پر لکھا تو یہ موضوع آپ کے لیے نا قابل برداشت ہو گا۔

مناقب اہل حدیث از مقلدین دیوبند:

① مولوی جھنگوی اور ان کا ٹولہ اہل الحدیث کو دن رات، غیر مقلد، لا مذہب وہابی وغیرہ کہہ کر مطعون کرتا ہے، آئیں دیکھتے ہیں کہ کون سا بزرگ دیوبندی اس سلسلے میں جھنگوی صاحب کی خدمت کرتا ہے۔

مولوی پالن حقانی دیوبندی گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

"بڑی شرم کی بات ہے کہ ہمارے زمانے میں بعض لوگ فساد، بغض وعناد اور فرقہ پرستی کے جھگڑوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اپنی پیٹ بھرائی کے لئے دوسروں کو لہابی، وہابی، بدعتی، گمراہ، کافر، غیر مقلد وغیرہ وغیرہ کہتے پھرتے ہیں۔ ایسے لوگ نفس پرست ہوتے ہیں ان کو مذہب کا اور مسلمانوں کی بربادی کا کچھ بھی خیال نہیں ہوتا۔" (شریعت یا جہالت،ص:۱۰۸، مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور)

یہ بات یاد رہے کہ کتاب مذکورہ، مولوی زکریا تبلیغی وابوالحسن ندوی کی مصدقہ ہے۔

لیجیے جھنگوی صاحب! آپ اور آپ کے ہمنواؤں پر زبردست تبصرہ ہے دوسرے لفظوں میں وہ آپ کو مع حوارییں ،فسادی، عنادی، فرقہ پرست، پیٹ پرست، نفس پرست اور مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا ذمہ ٹھہرا رہے ہیں۔ جھنگوی صاحب ہم پر ناراض نہ ہوں یہ آپ کے گھر کی گواہی ہے ہم تو صرف نقل کے ذمہ دار ہیں۔

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(2) جھنگوی صاحب اور ان کا گروپ دن رات اس پروپیگنڈے میں مصروف ہے کہ اہل حدیث اہل السنۃ سے خارج وگمراہ ہیں۔ وغیرہ وغیرہ لیجیے جناب اس پر بھی گھر سے گواہی۔

مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب رقمطراز ہیں:

"ہاں اہل حدیث مسلمان ہیں اور اہل السنۃ والجماعۃ میں داخل ہیں، ان سے شادی بیاہ کا معاملہ کرنا درست ہے محض ترک تقلید سے اسلام میں فرق نہیں پڑتا اور نہ اہل سنت والجماعت سے تارک تقلید باہر ہوتا ہے۔" (کفایت المفتی:۱/۳۲۵)

ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت صاحب فرماتے ہیں:

(۱) امام کا غیر مقلد ہونا جماعت میں شریک نہ ہونے کے لیے عذر صحیح نہیں ہے۔

(۲) غیر مقلدوں کے پیچھے حنفی کی نماز جائز ہے۔

③ غیر مقلدوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا صحیح نہیں۔ ایسا کہنے والا سخت گناہ گار ہوگا کیونکہ ترک تقلید فی حد ذاتہ کفر نہیں۔(کفایت المفتی: ۱/ ۳۲۷)

مفتی صاحب نے جھنگوی صاحب کی کمر ہی توڑ کر رکھ دی ہے جھنگوی صاحب آپ کے نزدیک شاید یہ اختلاف نہیں؟

③ جھنگوی صاحب اور ان کا ٹولہ اہل الحدیث کو انگریز دور کی پیداوار قرار دیتا ہے۔

جب کہ بانی الرشید ٹرسٹ مفتی رشید احمد صاحب فرماتے ہیں:

''تقریباً دوسری تیسری صدی ہجری میں اہل حق میں فروعی اور جزئی مسائل کے حل کرنے میں اختلاف انظار کے پیش نظر پانچ مکاتب فکر قائم ہو گئے یعنی مذاہب اربعہ اور اہل حدیث اس زمانے سے لے کر آج تک انہی پانچ طریقوں میں حق کو منحصر سمجھا جاتا رہا۔'' (احسن الفتاویٰ:۱/ ۳۱۶)

④ جھنگوی صاحب نے تحفہ اہل حدیث کا سلسلہ ہمارے خلاف نفرت کا بیج بونے کی غرض سے شروع کیا تھا۔اور دن رات ہمارے خلاف ناحق ہرزہ سرائی کرتے رہتے ہیں۔آئیں دیکھتے ہیں کہ اس نفرت کے معاملے میں کون سا بزرگ جھنگوی کا مخالف ہے۔

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، حکیم اشرف علی تھانوی کا قول نقل فرماتے ہیں۔

''بعض غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہمیں ان سے نفرت ہے بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ ہم خود ایک غیر مقلد کے معتقد اور مقلد ہیں کیونکہ امام اعظم کا غیر مقلد ہونا یقینی ہے۔'' (مجالس حکیم الامت، ص:۳۴۵، دار الاشاعت کراچی)

⑤ مولوی جھنگوی اور ان کے ہم نوا صبح و شام یہ راگ لگاتے ہیں کہ مرزا قادیانی غیر مقلد تھا حالانکہ قادیانی لعین۔اور اس کا ٹولہ تاہنوز حنفی کہلا رہا ہے ہم اس پر بحث نہیں کریں گے۔بس جھنگوی کا ان کے ایک بزرگ سے اختلاف قارئین کے علم میں لانا چاہتے ہیں۔

دیوبندی بزرگ جن کا نام سن کر جھنگوی صاحب وغیرہ کی آنکھیں جھک جاتی ہیں وہ اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب کا فرمان ہے کہ ''مرزا صاحب اور ہمارا کسی مسئلہ پر اختلاف نہیں بجز ختم رسالت کے (کیونکہ اصل میں دونوں (قادیانی و دیوبندی) ایک ہیں اور فقہ حنفی دونوں کی مشترک و محبوب و میراث ہے۔)'' (سچی باتیں،ص:۲۱۳، از عبدالماجد دریا آبادی صاحب، بحوالہ علماء دیوبند کا ماضی،ص:۵۵)

جھنگوی صاحب تو علماء اہل حدیث کا باہمی اختلاف ثابت کرنے پر تلے ہیں اور خود آنکھوں پر پٹی بندھی ہونے کے باعث کس طرح اپنے اکابرین سے منہ کی کھا رہے ہیں جھنگوی صاحب پریشان نہ ہوں ابھی مزید خوراک باقی ہے۔ایک اہل حدیث سے پالا پڑا ہے۔

اعتراض ①: جھنگوی لکھتا ہے بعض صحابہ کرام علوی اور بعض صحابہ کرام عثمانی کہلواتے تھے۔'' (بخاری:۱/۴۳۳) (تحفہ:۵۶)

جواب = یہ مولوی جھنگوی کا امام بخاری، صحیح بخاری و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کھلا جھوٹ ہے کیونکہ حوالہ مذکورہ میں ① ابوعبدالرحمٰن عبداللہ السلمی ② حبان بن عطیہ کا ذکر ہے جو کہ دونوں تابعی ہیں۔(رحمۃ اللہ علیہما)

مقلد جھنگوی صاحب کا استاد ماسٹر امین اوکاڑوی لکھتا ہے کہ ''بعض تابعین عثمانی و علوی کہلاتے تھے۔'' (تجلیات صفدر:۱/۱۰۴، مجموعہ:۳/۱۴۳)

قارئین کرام! استاد شاگرد کے بیان میں واضح تضاد ہے۔(تحسبهم جميعاً و قلوبهم شتّى)

؟؟۶ ⑦ مولوی جھنگوی صاحب اور ان کا ٹولہ دن رات یہ بات باور کرانے پر تلا ہوا ہے کہ قرآن و حدیث ہماری مکمل راہنمائی نہیں کرتا حتی کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی نہیں بتایا نماز بھی بعد والے لوگوں نے آکر مکمل سکھائی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ الزام نہیں بلکہ ان حضرات کی تحریروں و تقاریر سے یہ بات مترشح ہے مقلد جھنگوی

کے کتابچے بنام ''تحفۂ اہل حدیث'' کے تینوں حصے دیکھ لیں۔ اس بات کی تصدیق ہو جائے گی ان شاء اللہ اسی طرح یہ لوگ جب یہ کہتے ہیں کہ فلاں مسئلہ قرآن و حدیث میں نہیں اور فقہ میں ہے گویا کہ فقہ میں تمام مسائل کا حل ہے فقہ سے مراد فقہ حنفی ہے۔

آئیں دیکھیں اس سلسلے میں مولوی جھنگوی سے اس کا کون سا بزرگ اختلاف کر رہا ہے۔

مولوی انور شاہ کشمیری صاحب فرماتے ہیں:

[فمن زعم ان الدين كله في الفقه بحيث لا يبقى و راه شيء فقد حاد عن الصواب۔] (فیض الباری:۲/۱۰)

'' جو یہ خیال کرتا ہے کہ سارا دین فقہ میں ہے اس سے باہر کچھ نہیں تو وہ راہ صواب (حق) سے ہٹا ہوا ہے۔''

لیجیے جھنگوی صاحب آپ کے کشمیری صاحب آپ کو صراط مستقیم سے بھٹکا ہوا کہہ رہے ہیں۔ ہم پر ناراض نہ ہونا بلکہ آپ کے بزرگ کا آپ پر فتویٰ ہے انھیں برا بھلا کہیں ہم تو ناقل ہیں۔

⑧ مولوی جھنگوی نے مسئلہ طلاق پر ایک رسالہ تحریر کیا ہے اور وہ مسئلہ طلاق کو ایک شرعی مسئلہ سمجھتے ہیں جس کی دلیل ''تحفۂ اہل حدیث'' حصہ سوم ہے کیا کوئی جھنگوی صاحب کے سر پر دست شفقت رکھتا ہے یا نہیں۔ علامہ شبلی نعمانی صاحب جناب شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے حوالے سے احادیث کی دو اقسام بیان کرتے ہیں کہ:

۱ وہ احادیث ''جو تبلیغ رسالت سے تعلق رکھتی ہیں۔''

۲ جو تبلیغ رسالت سے متعلق نہیں۔

اس دوسری قسم میں وہ وہ افعال داخل ہیں جو آنحضرت ﷺ سے عادۃً صادر ہوئے نہ کہ عبادۃ اور اتفاقاً واقع ہوئے نہ کہ قصداً۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے حدیث کی قسموں میں جو دقیق فرق بیان کیا یہ وہی نکتہ ہے جس کی طرف سب سے پہلے امام ابوحنیفہ کا ذہن منتقل

ہوا اسی بناء پر بہت سے مسائل مثلاً: غسل، جمعہ، خروج النساء الی العیدین، نفاذ طلاق، وغیرہ میں جو حدیثیں وارد ہیں ان کو امام ابوحنیفہ نے دوسری قسم میں داخل کیا ہے لیکن امام شافعی وغیرہ ان حدیثوں کو بھی تشریعی حدیثیں سمجھتے ہیں۔(سیرۃ النعمان:۱۵۸،۱۵۹، دارالاشاعت، کراچی)

لیجیے جناب نعمانی صاحب تو مسئلہ طلاق کو تشریعی مسئلہ سمجھتے ہی نہیں اور مولوی جھنگوی یہ رسالہ لکھ کر خود میں پھولا نہیں سماتا۔

9 مولوی جھنگوی رفع الیدین عند الرکوع و بعدہ کو متروک ومنسوخ قرار دیتے ہیں اور اس موضوع پر اس نے ''تحفہ اہل حدیث حصہ دوم'' میں کافی خامہ فرسائی کی ہے۔ اس وقت رفع الیدین ہمارا موضوع نہیں چونکہ جھنگوی اور اس کے اکابرین سے اختلافات کی بات چل رہی ہے تو آئیں دیکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں کون جھنگوی دیوبندی کی مخالفت کرتا ہے اور کون موافقت؟

دیوبندی شیخ الحدیث سلیم اللہ خان صاحب رقمطراز ہیں:

''اس مسئلہ میں اختلاف فقط افضلیت اور عدم افضلیت کا ہے...... اس لیے رفع الیدین کا یہ اختلاف افضلیت اور عدم افضلیت ہی کا ہوگا نہ کہ جواز اور عدم جواز کا۔'' (نفحات التنقیح: ۲/۳۹۹، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

لیجیے جھنگوی صاحب! آپ کے بزرگ آپ کے مخالف ہو گئے۔ اور یہ کوئی معمولی دیوبندی نہیں۔ آپ کی سند وفاق پر انہی بزرگوں کے دستخط ہوتے ہیں جی ہاں یہی دستخط والے شیخ ہی مخالف ہیں۔ اس طرح دیوبندی مفتی تقی عثمانی صاحب کا بھی یہی موقف ہے۔ دیکھیے: ''درس ترمذی (۱/۲۶)

معلوم نہیں مولوی جھنگوی نے کیوں اپنے اکابرین سے اختلاف کرنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے اہل دیوبند کے مفسر صوفی عبدالحمید سواتی نے اپنی کتاب ''نماز مسنون'' کے (صفحہ:۳۴۹) پر رفع یدین کو جائز قرار دیا ہے اسی طرح منظور نعمانی نے بھی ''معارف الحدیث''

(۳/۲۶۵) پر جائز قرار دیا ہے۔

⑩ مولوی جھنگوی نے تحفہ اہلحدیث حصہ دوم، ص: ۱۰۷ پر عدم رفع الیدین کی دلیل میں سیدنا جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارک نقل کی ہے لیکن اس بارے میں بھی جھنگوی صاحب کو اپنے اکابرین سے اختلاف ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

دیوبندی شیخ الہند محمود الحسن صاحب فرماتے ہیں:

"باقی [أزناب خيل] کی روایت سے جواب دینا بروئے انصاف درست نہیں کیونکہ وہ سلام کے بارے میں ہے۔..... الخ" (الوارد الشذی، ص: ۶۳، جامع سید اصغر حسین، پسند فرمودہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند حسین احمد مدنی۔ تقاریر ترمذی، وابوداود، ص: ۶۵، ترتیب عبد الحفیظ بلیاوی نظر ثانی قاری محمد طاہر رحیمی)

معلوم یہ ہوا کہ ① محمود الحسن، ② حسین احمد مدنی، ③ سید اصغر حسین، ④ عبد الحفیظ بلیاوی، ⑤ قاری طاہر رحیمی یہ سب بزرگانِ جھنگوی بالفاظ دیگر جھنگوی دیوبندی پر بے انصافی کا فتویٰ صادر فرما رہے ہیں۔ اسی طرح دیوبندی مفتی تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

"لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث سے حنفیہ کا استدلال مشتبہ اور کمزور ہے۔" (درس ترمذی: ۲/۳۶، ترتیب وتحقیق، رشید اشرف سیفی)

پانچ اوپر اور دو یہ دیوبندی۔ سات دیوبندی جھنگوی کو سمجھاتے ہیں کہ اس سے استدلال نا انصافی ہے مگر بدنصیب جھنگوی اور اس کا ہمنوا ٹولہ اس نا انصافی پر مصر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غالی مقلد حبیب اللہ ڈیروی نے اس سلسلے میں مفتی تقی عثمانی سے رابطہ کیا اور بڑی کوششیں کیں لیکن مفتی تقی صاحب نے مولوی ڈیروی کو دوبارہ منہ ہی نہیں لگایا دیکھیں: "نور الصباح" (حصہ دوم، ص: ۳۲۸) کیونکہ جب اولاد ناخلف ہو جائے تو والد پھر عاق نامہ ہی شائع کرتا ہے بہرحال پسند اپنی اپنی۔

...............تلک عشر کاملۃ۔ ایضاً...............

قارئین کرام! ہم جھنگوی کا اس کے اکابرین سے مزید اختلاف بھی ثابت کر سکتے ہیں

بخوف طوالت اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔اب شاید جھنگوی صاحب کی یہ حالت ہو۔

اب تک نہ تھی مجھے اپنے اجڑے گھر کی خبر
تم آئے تو گھر بے سروسامان نظر آیا

جھنگوی کا مبلغ علم:

مقلد جھنگوی اپنے خود ساختہ مخاطب کو چند کتب کا مطالعہ کرنے کی نصیحت کرتا ہے جو حقیقت میں جھنگوی کا اپنا مبلغ علم ہے کیونکہ جیسا گستاخ رسول اور کذاب ماسٹر امین اوکاڑوی تھا ویسا ہی گستاخ و کذاب یہ ہے۔

جھنگوی کی نصیحت کردہ کتب:

① حضرت اوکاڑوی کے مجموعہ رسائل چار جلدوں میں پڑھیں۔② تجلیات صفدر پڑھیں اس کے علاوہ مولانا ابوبکر غازی پوری کی کتب کا مطالعہ کریں۔ مولانا منیر احمد کا معذرت نامہ اور اعتراف کا مطالعہ کیجیے آگے مطالعہ کا دروازہ کھل جائے گا نیز حدیث اور اہل حدیث بھی پڑھیں۔(تحفہ ص:۴۳)

مزے کی بات یہ کہ جب ماسٹر امین کی مذکورہ کتب کے حوالے جھنگوی صاحب اور ان کے ٹولے کو پیش کیے جاتے ہیں تو سانپ سونگھ جاتا ہے اور اپنے وکیل احناف کی وکالت بھی یہ بیچارے نہیں کر پاتے اور ان کتب میں اللہ تعالیٰ معاف فرمائے کس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ قرآن و حدیث ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ محدثین رحمہم اللہ کے بارے میں کیا کیا زبان طعن دراز کی گئی ہے۔ وہ ایسی دلخراش داستان ہے کہ کوئی بھی صاحب ایمان اسے پڑھ کر یا سن کر ماسٹر امین اوکاڑوی کے بے ایمان ہونے میں یقین کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔علیہ ما علیہ۔

جہاں تک باقی کتب کا تعلق ہے تو ان میں وقت ضائع کرنے کی بجائے ہماری پہلی نصیحت یہ ہے کہ:

① قرآن مجید باترجمہ پڑھو اور احادیث رسول اللہ ﷺ کا مطالعہ کرو یہ دونوں چیزیں مقلدین کے لیے زہر قاتل ہیں قرآن مجید کے خلاف بغض و عناد کا اظہار کرتے ہوئے جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کا مہتمم کشکول معرفت کے مقدمہ میں لکھتا ہے۔ قرآن و حدیث کا اردو زبان میں ترجمہ کرنا مارقیت کو پھیلانا ہے۔ (یعنی خارجی مذہب کی اشاعت ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ (کشکول معرفت)

دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں: ”عوام کے لیے ترجمہ قرآن شریف دیکھنا مضر ہے۔“ (اشرف الجواب، ص:۱۸۵، فقہر نمبر:۴۶)

② آل دیوبند کے شکوک وشبہات وتلبیسات کے ردّ کے لیے درج ذیل کتب کا مطالعہ ان شاء اللہ مفید رہے گا۔ ① اللمحات الی ما فی انوار الباری من الظلمات ② ضمیر کا بحران (الشیخ رئیس احمد ندوی ﷾) ، ③ حدیث اور اہل تقلید، ④ تحفہ حنفیہ مولانا داؤد ارشد ﷾ اور استاد محترم مبشر احمد ربانی، اور الشیخ ارشاد الحق اثری ﷾ کی کتب کا مطالعہ فرمائیں۔ ⑤ مقلدین ائمہ کی عدالت شیخ الحدیث ابوانس محمد یحییٰ گوندلوی ﷫۔

فتویٰ بازی سے گریز کی تلقین:

اعتراض ② : جھنگوی راقم ہے جب تک دین کا پورا علم نہ ہو جلدی جلدی فتوے نہیں لگایا کرتے۔ (تحفہ اہل حدیث:۴۷)

جواب = کاش مقلدین بالعموم اور جھنگوی اور اس کا ہمنوا ٹولہ بالخصوص اس نصیحت پر عمل پیرا ہوتا ہے لیکن جھنگوی کا اپنا حال یہ ہے ”دیگرے را نصیحت خود میاں فضیحت۔“

اعتراض ③ : حاملہ عورت کو کوئی شخص طلاق دے دے تو حمل طلاق کو نہیں روک سکتا، حالت حمل میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ البتہ اس کی عدت وضع حمل ہے اسی طرح طلاق ہازل واقع ہو جاتی ہے۔ (تحفہ، ص:۴۷) مزید لکھتے ہیں ہازل سے مراد مذاق کرنے والا بھی اگر بصورت مذاق اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو واقع ہو جاتی ہے۔ (ترمذی:۱/۱۴۲،

ابوداؤد: ۱/ ۲۹۸) (تحفہ اہل حدیث، ص: ۳۴)

جواب = یہ بھی دیوبندیت کی جہالت کا ایک نمونہ ہے وگرنہ اختلاف طلاق کے وقوع میں نہیں ہے وقوع کے ہم بھی قائل ہیں اصل اختلاف تعداد وقوع میں ہے کہ کتنی واقع ہوتی ہیں ایک یا تین؟

مسئلہ طلاق اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ:

حدیث ابن عباس از مسلم شریف: ۱/ ۴۷۷، تحفہ، ص: ۳۴، خزائن السنن، ص: ۵۳۷، عمدۃ الاثاث، ص: ۷۹ (ترجمہ از مولانا غلام رسول سعید حنفی بریلوی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں جو شخص بیک وقت تین طلاقیں دے دیتا اس کو ایک طلاق شمار کیا جاتا ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں نے اس کام میں عجلت شروع کر دی جس میں ان کے لیے مہلت تھی تو اگر ہم بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو نافذ کر دیں تو بہتر ہو گا تو پھر انھوں نے تین طلاقوں کے نافذ کرنے کا حکم دے دیا۔" (شرح مسلم، سعیدی مترجم: ۳/ ۱۰۱۹)

اعتراض ④ = اس کا مطلب یہ ہوا کہ تین کو تین کہنے کا رواج حضرت عمر نے ڈالا ورنہ تین ایک ہوتی تھیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ (تحفہ، ص: ۳۴)

اعتراض ⑤ = مذکورہ حدیث میں یک بار کا لفظ کہاں ہے دکھا سکتے ہیں۔

اعتراض ⑥ = وحید الزمان کے ترجمہ کو آڑ بنا کر اپنے دل کا بغض نکالتے ہوئے جھنگوی کہتا ہے) یک بارگی مذکورہ حدیث میں کس لفظ کا ترجمہ ہے اگر لفظ کا نہیں اور یقیناً نہیں تو جھوٹ ہے جی چاہتا ہے کہ دوں (اہل حدیث کے دو نشان...... نبی پاک پہ جھوٹ بہتان)

جواب 1 = حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مفہوم:

متعصب مقلد سرفراز صفدر حنفی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کے جوابات نقل کرتے ہوئے راقم ہیں (پنجم) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو اگر اپنے ظاہر پر ہی حمل کیا ہے اور ہر طرح سے بے غبار تسلیم کیا جائے۔ تو پھر ان کا صحیح روایات سے تعارض لازم آئے گا۔ (عمدۃ الاثاث، ص:۹۸)

اگر یہ ترجمہ جھوٹ ہے تو یہ جھوٹ تو آل دیوبند نے بول رکھا ہے پالن حقانی کی کتاب ''شریعت یا جہالت'' میں اسی حدیث کا ترجمہ یوں لکھا ہوا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اور دو سال تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ایک ساتھ تین طلاقیں دینے کو ایک طلاق خیال کیا جاتا ہے۔ (شریعت یا جہالت: ۱۹۹، دوسرا نسخہ: ۲۱۲)

یاد رہے کہ کتاب ''شریعت و جہالت'' آل دیوبند کے شیخ الحدیث زکریا تبلیغی جماعت والے ابوالحسن ندوی، حبیب الرحمٰن دیوبندی اور دیوبندیوں کے حکیم الاسلام کی مصدقہ ہے زکریا تبلیغی نے تو یہاں تک کہا ہے ''جیسا کہ حضرت قاری مولانا محمد طیب (مہتمم دار العلوم دیوبندی نے تحریر فرمایا ہے کہ پہلے جو اشکالات ہو سکتے تھے ان کو بھی رفع کر دیا گیا ہے۔ (شریعت یا جہالت: ۲) اب اگر جھنگوی میں ذرا بھی امانت و دیانت ہوگی تو بول اٹھے گا ''آل دیوبند کے دو نشان .... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں تحریف و کتمان۔''

جواب 3 = وحید الزمان کے ترجمہ پر احناف دیوبند کو اعتراض کا حق نہیں کیونکہ یہ ان کا پسندیدہ ترجمہ ہے۔ دیوبندیوں نے صحیح بخاری کی شرح فضل الباری لکھی جس میں وحید الزمان کا ترجمہ اپنی مرضی اور خوشی سے منتخب کر کے لکھا چنانچہ محمد یحییٰ صدیقی دیوبندی داماد شبیر احمد عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں کہ چنانچہ طے ہوا کہ وحید الزمان کا اردو ترجمہ دوسرے کالم میں دیا جائے اس ترجمہ کی شمولیت میں میرا بھی مشورہ شامل ہے کیونکہ خود علامہ عثمانی کو یہ ترجمہ پسند ہے۔ (فضل الباری: ۱/۲۳)

لہٰذا دیوبندیوں کے پسندیدہ ترجمہ سے بھی یہ بات واضح ہوگئی کہ مذکورہ بالا حدیث کا مدعا یہی ہے کہ عہد نبوی ﷺ خلافت صدیقی و ابتدائے خلافت فاروقی میں یکبارگی تین ایک ہوتی تھیں۔

احناف کی دوسری شاخ حنفی بریلویہ کے شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی صاحب سے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مفہوم بالکل واضح ہے تو اہل حدیث پر جھوٹ بہتان الزام دینے کی بجائے جھنگوی ٹولہ کو اپنی دلی تسکین کے لیے یہ وظیفہ مفید رہے گا، ''حنفیت کے دو اصول'' تحریف قرآن و بغاوت رسول ﷺ

جھنگوی کی اصول حدیث سے جہالت:

جھنگوی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما پر تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ **اعتراض**: یہ قول صحابی ہے نہ نبی اکرم ﷺ کا قول ہے نہ ہی فعل ہے اور نہ ہی تقریر ہے۔ (تحفہ اہل حدیث، ص:۳۶)

جواب = جھنگوی کو اصول حدیث کی ادنیٰ سی معرفت بھی ہوتی تو ایسا بے تکا اعتراض نہ کرتا۔

① اصول حدیث کی عام متداول درسی کتاب تیسیر مصطلح الحدیث بحث الموقوف میں ہے اگر صحابی کسی عمل کو عہد نبوی کی طرف منسوب کردے تو صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت مرفوع ہوگی مثلاً حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا: [كنا نعزل على عهد رسول الله ﷺ۔] یہ حدیث مرفوع تقریری ہے (فافہم وتدبر)

② محمود عالم صفدر اوکاڑوی حنفی دیوبندی لکھتا ہے۔ (مرفوع تقریری حکمی) اس کی مثال یہ ہے کہ صحابی کہے: [انهم كانوا يفعلون فی زمان النبی ﷺ كذا] یہ بھی حکما مرفوع ہی ہے اس لیے کہ چونکہ صحابہ کو دینی امور کے متعلق آنحضرت ﷺ سے تحقیق کرنے کا نہایت شغف تھا لہٰذا ممکن نہیں کہ آپ کو اطلاع کئے بغیر انھوں نے اس فعل کو کیا ہو، علاوہ اس کے چونکہ وہ زمانہ وحی کا زمانہ تھا اس لیے اگر وہ فعل

ناجائز ہوتا تو ممکن نہیں کہ صحابہ کرام اس کو ہمیشہ کریں اور بذریعہ وحی روکے نہ جائیں چنانچہ جواز عزل پر جابر بن عبد اللہ و ابو سعید رضی اللہ عنہما نے ہی حجت پیش کی تھی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اس کو کرتے رہے اور قرآن مجید نازل ہوتا جاتا تھا پس اگر ممنوع ہوتا تو ضرور قرآن انہیں روک دیتا۔ (قطرات العطر شرح اردو شرح نخبۃ الفکر: ۲۴۹_۲۴۸، ناشر مکتبہ امدادیہ ملتان)

اعتراض ⑦: صادق صاحب کا جھوٹ یہ ہے کہ یہ حدیث بخاری میں بھی ہے۔ (تحفہ، ص: ۳۷)

جواب 1= امام ابن رشد مالکی نے بھی اس حدیث کا انتساب بخاری کی طرف کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: [واحتجوا ایضاً بما خرجه البخاری و مسلم عن ابن عباس قال کان الطلاق...... الخ] : (دیکھئے: بدایة المجتهد، کتاب الطلاق: ۴/ ۳۴۷، ط: دار الکتب العلمیة بیروت)

جواب 2= لغزش وسہو سے کوئی انسان مبرا نہیں لیکن مقلد جھنگوی کو یہ اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر بھی لے لینی چاہیے تھی حنفی دیوبندی عالم مولانا عبد الحئی لکھنوی نے بھی اس حدیث کا انتساب صحیح بخاری کی طرف کیا ہے وہ لکھتے ہیں: "وحجتهم ما ورد فی صحیح مسلم و البخاری وغیرهما ان الطلاق الثلاث کانت علی عهد رسول الله ﷺ واحدة۔" (عمدة الرعایة شرح وقایه: ۲/ ۷۱) (فما هوا جوابکم فهو جوابنا)

لہٰذا یہی فتویٰ اپنے اکابرین پر بھی لگائیں تا کہ آپ کی دیانت واضح ہو جائے۔

جواب 3= (مقلد مناظر منظور مینگل راقم ہے نیز صحیحین ہی میں مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی رفع بین سجدتین والی روایت ہے۔ (تحفہ المناظر: ۲۲۰) حالانکہ سجدوں کے درمیان رفع یدین کرنے والا مالک بن حویرث کی حدیث صحیح بخاری ومسلم میں نہیں۔

جواب 4= مولوی سرفراز صفدر نے بھی اپنے (ترجمہ کردہ رسالہ) حلیۃ المسلمین،

ص:۲۷ پر ایک روایت کا بخاری کی طرف غلط انتساب کیا ان پر بھی ایسا تبصرہ کرلیں تاکہ انصاف کا تقاضا پورا ہو جائے۔ مزید تفصیل درکار ہو تو محمد زبیر صادق آبادی کا مضمون ''آل دیوبند اپنے خود ساختہ اصولوں کی زد میں'' ملاحظہ فرمالینا آپ کو اکثر دیوبندی کذاب ہی نظر آئیں گے۔

اعتراض ⑧: انھوں نے حدیث کے ترجمہ میں یکبارگی کا اضافہ کرکے جھوٹ بولا ہے اور (معاذ اللہ) صحابہ کرام کے خلاف بغض کا ثبوت فراہم کیا۔ (ملخص از تحفہ ص:۳۷،۳۸)

جواب 1= اگر یہ بغض ہے تو اس کا عملی نمونہ آل دیوبند ہیں جیسا کہ ہم پالن گجراتی کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں، کیا پالن گجراتی اور زکریا تبلیغی وغیرہما نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف بغض کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

جواب 2= ترجمہ میں یکبارگی کا لفظ کسی بھی اہل علم کا ذاتی اضافہ نہیں بلکہ یہ سیاق کلام سے ہی واضح ہے جیسا کہ ہم اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔ لہٰذا حدیث رسول اللہ ﷺ کا صحیح ترجمہ کرنے والے اہل علم نے صحابہ کے خلاف بغض کا ثبوت نہیں دیا بلکہ جن لوگوں (احناف) نے قدیم اجماع اور اجتہاد عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنی ایک الگ رائے قائم کی ہے ان بدنصیبوں نے صحابہ کے خلاف بغض کا ثبوت فراہم کیا ہے ورنہ یہ لوگ قدیم اجماع (عہد نبوی عہد صدیقی، ابتدائے عہد فاروقی) کو تسلیم کر لیتے۔

اعتراض ⑨: حلالہ شرعی کرنے والوں کو حلالی مولوی کہہ کر کوستے ہیں، خود عوام کو طلاق شدہ بیویاں دے کر اتنا بڑا احرامہ کر لیتے ہیں۔ (تحفہ ص:۳۸)

جواب 1= حلالہ ملعونہ اور مفتی عامر عثمانی دیوبندی:

مروجہ حلالہ پر شرعی کا لیبل لگانا ایسے ہی ہے جیسے پیشاب کی بوتل پر شربت بزوری لکھ کر اسماعیل جھنگوی کو پلادیا جائے۔ ماہنامہ ''تجلی'' دیوبند کے ایڈیٹر مولوی عامر عثمانی فاضل دیوبند حلالہ کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’حلالہ اسے کہتے ہیں کہ مطلقہ عورت عدت گزارنے کے بعد کسی اور مرد سے شادی کرے پھر یہ مرد یا تو مرجائے یا طلاق دے دے تب یہ مطلقہ عدت گزار کر شوہر اوّل سے نکاح کر سکتی ہے حلالہ کے سلسلہ میں یہ غلط طریقہ رواج پا گیا ہے کہ مطلقہ عورت کا کسی اور مرد سے نکاح کرایا ہی اس مقصد سے جاتا ہے کہ وہ طلاق دے دے اور اس عورت کے لیے شوہر اوّل سے نکاح کرنا جائز ہو جائے یہ رواج خلاف شرع ہے خانہ پری کی حد تک تو اس طرح حلالہ ہو جاتا ہے مگر عند اللہ نہیں ہوتا اس لیے حدیث میں حلالہ کرنے اور کرانے والے پر لعنت کی گئی ہے۔‘‘ (ماہنامہ ’’تجلی‘‘ دیوبند بابت ماہ جنوری و فروری، ۶۸ء صفحہ ۴۳، جلد نمبر ۱۹، شمارہ ۱۱)

معلوم ہوا مفتی عامر عثمانی دیوبندی کے نزدیک بھی مروّجہ حلالہ سے وہ عورت عند اللہ حلال نہیں ہوتی اسے حلال کرنے اور کروانے والے حرامہ کبیرہ کے مرتکب ہیں۔

حنفی حلالہ:

فقہ حنفی میں عورت کو پہلے خاوند کے لیے حلال کرنے کی نیت سے کیا جانے والا نکاح بھی صحیح اور اس (باطل) نکاح کے ذریعہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال بھی ہو جاتی ہے۔

چنانچہ حنفیہ کی معتبر کتاب ’’الہدایہ‘‘ میں لکھا:

[و اذا تزوجها بشرط التحليل فالنكاح مكروه لقوله عليه السلام لعن الله المحلل والمحلل له و هذا هو محمله فان طلقها بعد وَطِيها حلت للاوّل لوجود الدخول فى نكاحٍ صحيح اذا النكاح لا يبطل بالشرط]

’’جب عورت سے اس شرط پر نکاح کیا تا کہ یہ پہلے خاوند کے لیے اس کو حلال کر دے تو یہ نکاح مکروہ کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: حلالہ کرنے والے اور

جس (بے غیرت) کے لیے کیا گیا اس پر اللہ کی لعنت ہے، اگر اس آدمی نے اس عورت کو جماع کرنے کے بعد طلاق دے دی تو صحیح نکاح (جس نکاح پر شریعت نے لعنت کی وہ صحیح نکاح نہیں حرام و باطل نکاح ہے شاید فقہ حنفی اس لیے دار الحرب کا سود اور شراب کا کاروبار بھی جائز ہے جیسا کہ عالمگیری میں مرقوم ہے (از عارفی)) کے نتیجہ یہی دخول کی وجہ سے پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی کیونکہ نکاح شرط لگانے سے باطل نہیں ہوتا۔'' (الهدایہ کتاب الطلاق، ۲/۴۰۰، المصباح عربی درسی)

مفتی محمد تقی عثمانی کی کتاب ''درس ترمذی'' (۳۹۹/۳) میں حاشیہ پر لکھا ہے بلکہ کتب احناف سے معلوم ہے تاکہ وہ (حلالہ کرنے والا) ماجور بھی ہوگا یعنی حلالہ کرنے والے کو حلالہ پر اجر و ثواب بھی ملے گا۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

جواب 2= حدیث رسول اللہ ﷺ کے مطابق صحیح فتویٰ دینے والے حرامے کا مرتکب نہیں بلکہ ملعون عمل (حلالہ) پر شرعی کا لیبل لگانے والا حرام کار ہے لہٰذا جو بھی بندہ مسلم اس کو حلالہ کی بنا پر حلالی کہہ کر کوستا ہے وہ صحیح کرتا ہے کیونکہ برائی سے نفرت کا اظہار ہر مسلمان کو کرنا چاہیے۔

اعتراض ⑩: کوئی آدمی تین مجلسوں میں تین طلاقیں دے وہ بھی اسی حدیث کے مطابق بیوی سے رجوع کرلے یا کوئی تین ہفتوں میں دے یا کوئی تین مہینوں میں تین دے کر اسی حدیث کے مطابق رجوع کرلے کوئی تین سالوں میں تین طلاقیں دے کر اسی حدیث کے مطابق رجوع کرلے۔ پھر تو طلاق کسی بھی حالت میں نہ ہوئی۔ (ملخص از ص: ۳۸ تا ۳۹)

جواب 1= یہ طے شدہ بات ہے کہ مجالس مختلفہ (خواہ وہ تین مہینے ہوں یا تین سال) میں دی گئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی۔

مفتی تقی عثمانی حنفی دیوبندی فرماتے ہیں:

دوسرا مسئلہ جو زیادہ اہم اور معرکۃ الآراء ہے وہ طلقات ثلاث کے وقوع کا ہے یعنی اگر کوئی شخص ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاق دے یا ایک مجلس میں تین طلاقیں دے آیا وہ واقع ہو جاتی یا نہیں اس بارے میں تین مذاہب ہے پھر تینوں مذاہب کی تفصیل بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''لیکن مذکورہ تینوں مذاہب میں یہ بات مشترک ہے کہ اگر تین طلاقیں تین مختلف طہروں میں دی جائیں تو سب کے نزدیک واقع ہو جائیں گے چنانچہ ایسی عورت کے مغلظہ ہونے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں حتی کہ اہل ظاہر اور روافض بھی اس کے قائل ہیں۔'' (درس ترمذی:۳/۴۷۱۔۴۷۰،طبع دار الکتاب یوپی دیوبند)

طلاق ثلاثہ یکبارگی یا مجلس واحد میں اختلاف ہے اور وہ بحمد اللہ آیت قرآنی و حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ از مسلم و حدیث رکانہ کے مطابق ایک ہی شمار ہوگی۔

اعتراض ⑪: اہل حدیث اپنے مطلب کے لیے حدیث کا مطلب بگاڑ دیتے ہیں تحریف ترجمہ کی مثال امام ترمذی کا مقولہ و بہ یقول غیر واحد جس کا ترجمہ ہے بہت سارے یا کتنے یا بے شمار، ہے لہٰذا مولانا بدیع الزمان نے ترک رفع الیدین کے مسئلہ میں اس لفظ کا ترجمہ ہی نہ کیا اور ہضم کر گئے اس کے علاوہ اور بد دیانتی کیا ہوسکتی ہے۔(تحفہ اہل حدیث، ص:۴۰)

جواب: مطلب پرستی کے لیے احادیث کے مطلب و مفہوم کو بگاڑنا اہل تقلید کی وراثتی بیماری ہے۔ سر دست ایک مثال ملاحظہ ہوں۔

مفتی جمیل احمد نذیری مقلد حیاتی دیوبندی اپنی کتاب ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز'' پر لکھتا ہے: ''نبی اکرم نے اپنے عمل سے دیا کہ سر کے مسح کی فرض مقدار چوتھائی سر ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

[ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضأ فمسح بناصیته] (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز ص:۲۹، طبع مکتبہ کتاب گھر اردو بازار لاہور)

''(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ نے وضوء فرمایا پس اپنی پیشانی کی مقدار مسح کیا۔''

(نوٹ) اس حدیث میں مولوی نذیری نے جو خیانت کی ہے وہ بدترین مثال ہے۔

1. حدیث کے ترجمہ میں مقدار کا اضافہ اپنی طرف سے کیا حدیث کے الفاظ یا سیاق میں کوئی لفظ یا اشارہ مقدار کا موجود نہیں۔
2. حدیث کا بقیہ حصہ حذف کیا۔

صحیح مسلم کے محولہ صفحہ پر چار مقام پر یہ حدیث درج ہے چاروں جگہ وعلی عمامتہ کے الفاظ موجود ہیں۔ جس کو مقلد نذیری نے حذف کر کے خیانت کا ارتکاب کیا بقول ماسٹر امین اوکاڑوی سبیل یہود پر عمل کیا۔ جس کا سبب مسلکی تعصب ہے کیونکہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب ''الہدایہ'' کتاب الطہارت، باب المسح علی الخفین ،ص:۶۱، میں لکھا ہے:[لا یجوز المسح علی العمامة] عمامہ پر مسح جائز نہیں۔

جب حدیث کے الفاظ حذف نہ کرتے تو ان کی خود ساختہ فقہ حنفی نبی مکرم ﷺ کے عمل سے ٹکرا گئی صحابہ کرام سے ٹکرا گئی ائمہ دین اور جمہور اہل علم سے ٹکرا گئی اگر اپنی غلطی تسلیم کریں تو مقلد حنفی نہیں رہتے۔ اسی لیے اپنے جھوٹ کو چھپانے کے لیے شریعت اسلامیہ (کتاب وسنت) پر برس پڑے۔ اور کہا کہ پگڑی پر مسح جائز نہیں اور حدیث میں خیانت وتحریف کر ڈالی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اعتراض ⑫: غیر مقلد صحابہ کرام کو حجت نہیں مانتے۔'' (تحفہ،ص:۴۱)

جواب = اہل حدیث کے ہاں تمام صحابہ کرام قابل احترام ہیں اور اجماع صحابہ بھی حجت ہے حتی کہ اگر کسی مسئلہ میں کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہ ملے تو اپنی رائے سے بہر حال صحابہ کی رائے مقدم مانتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں:[و قول الصحابی حجة ما لم ینفه شیئٌ من السنّةِ] جہاں تک صحابہ کرام کی انفرادی رائے کی حجیت کا مسئلہ ہے وہ تو احناف کے ہاں بھی حجت و دلیل نہیں۔ فقہ حنفی کی اصول کی کتب

اٹھا کر دیکھ لیں اس میں واضح لکھا ہوا ہے شریعت کے اصول (ادلہ) چار ہیں۔ (وہ بھی صرف مجتہد کے لیے) قرآن مجید، سنت رسول، اجماع امت، قیاس، لیکن اس میں کہیں بھی قول صحابی کا تذکرہ نہیں، بلکہ لطف کی بات یہ ہے کہ یہ چاروں دلائل تو مجتہد کے لیے ہیں جہاں تک مقلد کا معاملہ ہے تو اس کے لیے نہ قرآن مجید دلیل ہے نہ سنت رسول اللہ ﷺ نہ ہی اجماع امت و قیاس شرعی مقلد کی صرف ایک دلیل ہے جیسا کہ ''مسلم الثبوت'' میں مرقوم ہے۔[اما المقلد فمستنده قول مجتهده]

''مقلد کے لیے حجت (دلیل) اس کے امام کا قول ہے۔''

(مسلم الثبوت، ص: ۷، طبع مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

مقلدین کے مجتہد مطلق میں سے کسی کے ہاں بھی قول صحابی حجت و دلیل نہیں تو پھر بھی بیچارے اہل حدیث ہی موردِ الزام کیوں؟

آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اللہ تعالیٰ برا کرے اس ذہنی آوارگی اور تقلید کا جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی جدا کردیا میرے بھائیو غور کیجیے جب مقلدین کے خانہ ساز وخود ساختہ مسائل صحابہ کرام سے ٹکرائے تو ان ظالموں نے یارانِ مصطفیٰ ﷺ کو بھی معاف نہ کیا گویا صحابہ کرام کی رائے و فہم تو غیر معتبر اور اپنے مزعوم امام کو معصوم سمجھ بیٹھے۔ سماع موتیٰ کے بارے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا موقف معروف ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اقتباس آل تقلید کے شیخ الحدیث کا ملاحظہ فرمائیں۔ صدیقہ کائنات ام المومنین امی عائشہ رضی اللہ عنہا کی توہین کرتے ہوئے ایک بے سند حوالہ کی بناء پر لکھتا ہے:

جمہور کی تحقیق کو نظر انداز کر کے کس کس کے وہم کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے جب کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے موقع پر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا تھا:[تعلمون ان وهن النسآء و ضعف رأيهن الى

التلاشی] اور تم جانتے ہو کہ بے شک عورتیں کمزور اور ان کے رائے بھی ضعیف و مضمحل ہوتی ہے۔" (بحوالہ الامامۃ والسیاسۃ، ص:۶۸، (سماع موتی، :۲۸۲)

(نوٹ) الامامۃ والسیاسیۃ ابن قتیبہ کی کتاب ہی نہیں جیسا کہ ثروت عکاشہ نے المعارف کے صفحہ ۵۶ پر پانچ وجوہ سے ثابت کیا ہے۔

غور فرمایئے! آل تقلید کے شیخ الحدیث نے کیا فرمایا؟ انھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اختلاف کا حق ہے مگر الامامۃ والسیاسیۃ کے بے سند حوالہ کی بنیاد پر ان کی رائے کو عورت کی کمزور رائے کہہ کر استخفاف قطعاً درست نہیں۔ حضرت عطاء بن ابی رباح کا کہنا ہے: [كانت افقه الناس و اعلم الناس و احسين الناس رأيا۔ الخ] امی عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہہ عالم اور اچھی رائے رکھنے والی تھی، صحابہ کرام مشکلات میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔"

مگر جھنگوی کا امام فرماتا ہے ان کی رائے عورتوں کی رائے کی طرح کمزور ہوتی تھی۔

انااللہ و انا الیہ راجعون۔ (بحوالہ مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں، ص:۵۷، ۵۸) (بتغییر یسیر)

آل دیوبند کے صحابہ کرام کے بارے میں نظریات معلوم کرنے کے لیے دیکھیے زبیر صادق آبادی کا مضمون "آل دیوبند اور موقوفات صحابہ رضی اللہ عنہم"

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی توہین:

امام ابن قتیبہ راقم ہیں:

"علی بن عاصم نے کہا میں نے ابو حنیفہ کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ سنایا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کے بارے میں فرمایا:" جس نے یہ بات کہی کہ جو آدمی قوم کے لیے ایک بکری ذبح کرے گا تو میں اپنی پہلی پیدا ہونے والی بیٹی کی اس سے شادی کروں گا تو ایک آدمی نے ایسا کردیا تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ (لڑکی) اس کی بیوی ہے اور اس کے لیے اس کے

قبیلہ کی عورتوں کے مثل مہر ہوگا۔''

فقیہہ امت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ کو سن کر ابوحنیفہ نے کہا: '' ھذا قضاء الشیطان'' یہ شیطان کا فیصلہ ہے۔(کتاب تاویل مختلف الحدیث لابن قتیبہ، ص: ۳۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ میزان مارکیٹ کوئٹہ۔)

غور کیجیے! صحابی کے فیصلہ کو شیطان کا فیصلہ قرار دینے والے کون؟ جن کے اکابرین کا یہ ظلم ہے ان کے شتونگڑے کیا کیا گل کھلاتے ہوں گے۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

کتاب السنۃ از عبد اللہ بن احمد بن حنبل میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کے بارے میں اسی طرح کا ایک قول منقول ہے۔ دیکھئے کتاب السنۃ (۱/ ۲۲۷) دار ابن القیم

اعتراض ⑭: مقلد جھنگوی راقم ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا سلیم الفطرت اور ذکی الطبع، محدث من اللہ، مراد پیغمبر، خلیفہ رسول خلیفہ برحق، خلیفہ ثانی، جنت کی بشارت پانے والا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بعد نبوت جاری رہتی تو عمر نبی ہوتے۔ جن کے مشورے کی قرآن پاک میں کئی بار تائید و تصدیق نازل ہوئی ہے جن کے بارے میں آپ علیہ السلام کا فرمان عمر کے دل و زبان پر اللہ تعالیٰ نے حق رکھ دیا۔

کیا وہ شریعت بدل سکتا ہے۔(تحفہ اہل حدیث، ص: ۴۳)

جواب = ① یقیناً نہیں بدل سکتا ویسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شریعت نہیں بدلی صرف جھنگوی ٹولہ کے دماغ میں فتور ہے۔ جہاں تک ان کے مناقب کا معاملہ ہے کون ظالم ہے جسے ان کے مناقب و درجات سے انکار ہے لیکن اس کے یہ معنی بھی نہیں کہ ان سے جو بھی فتاویٰ یا تفسیر منقول ہو وہ سب کی سب من وعن مقبول اور صحیح ہو۔ خود علمائے احناف نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بہت سے مسائل میں اختلاف کیا ہے؟

۲ حج تمتع سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے منع کیا ہے کیا احناف کے نزدیک آج بھی حج تمتع ممنوع ہے یا جائز؟ اگر جائز ہے اور یقیناً جائز ہے تو کیا آپ یہاں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مبدل شریعت قرار دیں گے؟ (فما هو جوابكم فهو جوابنا)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ و احناف کے اختلاف کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ ان شاء اللہ۔

جھنگوی کی یہودیانہ تلبیس:

اعتراض ⑭: مقلد جھنگوی راقم ہے لیجیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فتویٰ ابد الاباد کے لیے شرعی طور پر ہی دیا ہے تو ہم کہتے ہیں تو پھر آپ اور ہم اسے کیوں مانیں۔ ہم فاروقی تو نہیں محمدی ہیں ہم نے ان کا کلمہ تو نہیں پڑھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا۔'' (ثنائیہ:۲/۲۵۲) (تحفہ، ص:۴۳)

جواب = جھنگوی نادان کا مبلغ علم کذبات اوکاڑوی اور ہفوات ڈیروی پر مبنی ہے اس بدنصیب کو اتنا بھی شعور نہیں کہ محولہ فتویٰ کس کا ہے؟ کبھی اصل کتاب دیکھنے کی توفیق ہوتی تو شاید یہ حماقت نہ کرتا۔ اگر اصل کتاب دیکھی ہے تو یقیناً یہ یہودیانہ تلبیس ہے جس کی تربیت اس مقلد اعمیٰ نے گستاخ رسول امین اوکاڑوی سے لی ہوگی۔

۱ یہ فتویٰ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کا نہیں بلکہ مولانا محمد جونا گڑھی رحمہ اللہ کا ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ ثنائیہ (۲/ ۲۴۹) پر تین طلاقیں اور حنفی مذہب کے عنوان کے تحت مرقوم ہے ''از قلم حضرت خطیب الہند مولانا محمد صاحب جونا گڑھی رحمہ اللہ'' اور یہ فتویٰ صفحہ ۲۴۹ تا ۲۵۶، آٹھ (۸) صفحات پر مشتمل ہے۔

اس فتویٰ کو قصداً فاتحہ قادیان ثناء اللہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرنا بقول اوکاڑوی سبیل یہود پر عمل ہے۔

۴ فتویٰ بالا میں تحریف:

جھنگوی نے فتویٰ کا اقتباس اس لیے نقل کیا تا کہ یہ ثابت کر سکے کہ معاذ اللہ اہل حدیث کے بقول سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مستقل یہ فتویٰ دے کر شریعت تبدیل کر دی ہم اپنی طرف سے کوئی صفائی دینے کی بجائے مولانا محمد جونا گڑھی رحمہ اللہ کا محولہ فتویٰ کا متعلقہ اقتباس نقل کر رہے ہیں تا کہ جھنگوی کا یہودیانہ طرز عمل واضح ہو جائیں۔

تین طلاقیں اور حنفی مذہب (از قلم حضرت خطیب الہند مولانا محمد صاحب جونا گڑھی رحمہ اللہ:

اہل حدیث تو اس صحیح حدیث کے مطابق جو مسلم وغیرہ میں ہے کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دی ہوئیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک ہی شمار کی جاتی تھیں اور اس حدیث کے مطابق جو ترمذی ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ حضور نے ایسی تین طلاقوں والی ایک صحابیہ کے بارے میں اس کے خاوند کو لوٹا لینے کا حکم دیا تھا، اپنا مذہب یہ رکھتے ہیں کہ ایسی حالت میں عدت کے اندر رجوع کا اور بعد عدت اگر میاں بیوی رضا مند ہوں، تو نئے نکاح سے بسنے کا اختیار ہے۔

لیکن حنفی مذہب کہتا ہے کہ ایسی صورت میں بھی جب تک وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح اور مجامعت نہ کرے، اگلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہو سکتی، کہنے کو تو یہ ایک مسئلہ کہہ گئے لیکن پھر مشکلات جو سامنے آئیں تو کیا کیا مسائل ایجاد کرنے پڑے، انھیں دیکھئے میرا تو خیال ہے کہ جو حیلے اس کے لیے ایجاد کیے گئے ہیں وہ جہاں بے دلیل بلکہ قرآن و حدیث کے خلاف ہیں وہاں مہذب انسان اور متمدن دنیا کے ماننے کے قابل بھی نہیں، خیال فرمائیے۔

۱ ''درمختار'' مصری (۲/۵۸۴) میں لکھتے ہیں: اس کے لیے ایک بہترین لطیف حیلہ یہ ہے کہ اس عورت کا نکاح کسی قریب بلوغت غلام سے کر دیا جائے اور دو گواہ کر لیے جائیں جب وہ دخول کرے تو اس عورت کی ملکیت میں اس غلام کو کر دے تو نکاح

باطل ہو جائے گا پھر وہ عورت اس غلام کو کسی اور شہر میں بھیج دے تاکہ یہ معاملہ پوشیدہ رہے لیکن اس عورت کا ولی بھی اس نکاح پر رضا مند ہونا چاہیے۔

۲ صفحہ (۵۸۶) پر لکھتے ہیں "کہ گو اس شرط پر نکاح کرنا، کہ میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں" اس لیے کہ اگلے خاوند پر حلال ہو جائے، ہے تو مکروہ تحریمی، لیکن اگر ایسا کرے تو عورت اپنے اگلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی۔

۳ پھر لکھتے ہیں کہ اگر یہ بات زبان پر نہ لائی جائے صرف دل ہی دل میں طے شدہ ہے تو کچھ کراہیت بھی نہیں بلکہ اس صورت میں اس شخص کو خدا کی طرف سے بھی اجر ملے گا۔

۴ پھر صفحہ (۵۸۷) میں لکھتے ہیں کہ ایک لطیف حیلہ اس کا یہ ہے کہ نکاح کرنے والا کہے اگر میں تجھ سے نکاح کر کے مجامعت کروں تو تجھے طلاق بائن ہے۔

۵ یا یہ شرط کرے کہ اگر میں تجھے نکاح کر کے تین دن سے زیادہ رکھوں تو تجھ پر طلاق بائن ہے۔

۶ ایک اور صورت یہ ہے کہ عورت کہے میں تجھ سے نکاح کرتی ہوں اس شرط پر کہ میرا اختیار میرے ہاتھ میں ہوگا، یعنی جب میں چاہوں اپنے تئیں طلاق دے لوں (میں نے عربی کی عبارتیں بخوف طوالت چھوڑ دی ہیں) یہ صورتیں تو آپ نے پڑھ لیں، اب ان حدیثوں پر بھی ایک نظر ڈالیے۔

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں: [لا طلاق قبل نكاح] یعنی نکاح سے پہلے طلاق نہیں۔ (شرح السنۃ) اور حدیث میں ہے: [لا طلاق فيما لا يملك] یعنی جس چیز کا مالک نہ ہو اس میں طلاق نہیں۔ (ترمذی وغیرہ) اور حدیث شریف میں ہے:

[لعن رسول الله ﷺ المحلل والمحلل له]

"یعنی اس شخص پر جو کسی کی بیوی سے اس لیے نکاح کرے کہ وہ اس پر حلال ہو جائے اس پر اور جس کے لیے یہ کیا گیا ہے اس پر دونوں پر رسول اللہ ﷺ

نے لعنت کی ہے۔'' (ابن ماجہ وغیرہ)

پھر نکاح سے پہلے کی طلاق اور اس کی شرطیں اور ایسا کرنے اور کرانے والا ملعون اور پھر خود حدیث میں اس سے چھٹکارے کی بہترین صورت یعنی ان تین کو ایک گن لینے کی موجود اب میں اپنے زمانے کے مقلدین احناف سے پوچھتا ہوں کہیے آپ کی طبیعت ان مسائل کی طرف جھکتی ہے جو فقہاء نے بیان فرمائے ہیں یا ان کی طرف جو حدیث میں آئے ہیں؟ میں تو آپ کو خیر خواہانہ مشورہ دوں گا کہ صرف فرمان رسول کے پابند و عامل بن جاؤ، فقہاء کو اسی درجہ پر رکھو، جو ان کا ہے جس طرح ان کا گھٹانا برا ہے اسی طرح ان کا بڑھانا بھی برا ہے۔ فقہ کی کتابیں کچھ خدائی کتابیں تو ہیں ہی نہیں جو غلطی سے پاک و صاف ہوں۔ مجتہد اور ائمہ کچھ نبی تو نہیں جو وہ معصوم محض ہوں، گو ائمہ اپنی غلطی پر بھی ثواب پائیں لیکن ہم آپ حدیث کے خلاف کسی کی مان پر خدا کے ہاں کیا منہ دکھائیں گے پس جس کا قول مطابق قول پیغمبر ہو لے لو ورنہ بزرگی مسلم اور قول نا مسلم حنفی عالمو! خدارا میری نصیحت پر عمل کرلو، اس غلط مسئلہ کو اور ان حیلوں کو چھوڑ دو۔ اور حدیث کے مسئلہ کو برحق مان لو۔

لایا تو ہے نصیب ہمیں کوئے یار تک
دیکھیں گزر ہو یا نہ ہو اس گلزار تک

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ابو رکانہ نے اپنی بیوی ام رکانہ کو طلاق دے کر قبیلہ مزینہ کی ایک عورت سے نکاح کر لیا، پس آپ نے فرمایا تو اپنی بیوی ام رکانہ سے رجوع کر لے اس پر ابو رکانہ نے کہا، یا رسول اللہ! میں تو اسے تین طلاقیں دے چکا ہوں، آپ نے فرمایا: [قد علمتُ راجعها] مجھے معلوم ہے جاؤ تم رجوع کرلو، پھر آپ نے آیت ﴿ يَاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ ﴾ پڑھی۔ (ابوداؤد) یعنی اے نبی جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دو، تو ان کی عدت میں دو، قرآن فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾
(طلاق:۱،پ:۲۸)

اس آیت کو حضور نے حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی طلاق کا مسئلہ بتلاتے وقت پڑھا تھا، جس سے آیت کا صاف مطلب یہ ہوا کہ تین طلاقیں دینے والا عدت میں باقاعدہ طلاق دیا کرے، یعنی ہر طہر میں بلا مجامعت، حیض کے بعد ایک طلاق نہ کہ تینوں طلاقیں ایک ساتھ، خود قرآن اور جگہ فرماتا ہے:﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾ یعنی طلاق دو مرتبہ ہے پھر فرمایا: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ یعنی پھر اگر طلاق دے دے تو اب اسے اس عورت سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ دوسرے کے نکاح میں نہ چلی جاوے (پھر وہ دوسرا مرجائے یا اپنی خوشی سے الگ کردے) پس ثابت ہوا کہ پہلی دو طلاقیں ایسی ہیں جن میں رجوع کا اور بلا کسی اور کے نکاح میں گئے طلاق دینے والے کے نکاح میں چلے جانے کا اختیار باقی ہے۔ چنانچہ دو طلاقوں کے ذکر کے بعد فرمایا:﴿فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾

یعنی ان دو طلاقوں کے بعد یا تو اچھائی سے رکھے یا عمدگی سے چھوڑ دے اور آیت میں ہے:﴿وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا﴾یعنی عدت کے اندر اندر ان کے خاوند کو ان کے لوٹا لینے کا پورا پورا حق حاصل ہے پس یہ ہے تین طلاقیں دینے کا شرعی قاعدہ حضور کے زمانے میں جس نے اس کا خلاف کیا تھا، اس پر آپ ناراض ہوئے اور فرمایا، میری موجودگی میں تم کتاب اللہ کے ساتھ کھیل کرنے لگے ہو۔

برادران احناف! آؤ میں تمھیں ایک بات بتاؤں، یہ تو آپ نے معلوم کر لیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی خلافت کے تین سال تک یہی حکم رکھا کہ تین طلاقوں کو جو ایک ساتھ دی جائیں ایک شمار کی جائے پھر تین سال کے بعد کسی وحی کے ذریعہ تو یہ حکم بدلا نہیں تو آج آپ اس کو بدلا ہوا اور سنت رسول کو نسخ شدہ کیوں مانیں؟ اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

فی الواقع اسے تین ہی جانتے تو مان لو، کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بادل ناخواستہ خاموش رہے خلافت صدیقی میں بوجہ ماتحتی کے چپ رہے لیکن آخر خود مختاری کے زمانہ میں تین سال تک ایک حرام کو حلال قرار دینا کہاں تک اپنے اندر ندرت رکھتا ہے؟ آج کونسی وجہ مانع تھی؟ اصل بات یہی ہے جو منقول ہے اور جسے آپ ابھی اوپر پڑھ کر آئے، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہ تو شروع خلافت کے زمانے میں ایسی طلاق دینے والے پر اس کی عورت حرام سمجھی نہ بعد از شروع خلافت حرام سمجھی، ہاں لوگوں کی حالت بدل جانے سے ایک حکم جاری کیا جس سے وہ پھر اپنی اصلی حالت پر آ جائیں، دوستو! اگر اسی پر اصرار ہے کہ نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فتویٰ ابد الآباد کے لیے شرعی طور پر ہی دیا ہے، تو ہم کہتے ہیں، پھر آپ اور ہم اسے کیوں مانیں، ہم فاروقی تو نہیں محمدی ہیں، ہم نے ان کا کلمہ تو نہیں پڑھا، آنحضرت ﷺ کا کلمہ پڑھا ہے جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کو ہم نے نہیں مانا کہ حج میں تمتع نادرست ہے وغیرہ اس قول کو بھی ہم کیوں نہ چھوڑ دیں؟ کہ ایسی تین طلاقیں تین ہی ہو جاتی ہیں اور بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کئی ایک مسائل ہیں، جنھیں حنفی اور اہل حدیث دونوں نے بوجہ مخالفت حدیث چھوڑ رکھا ہے، پس آؤ اس قول کو بھی اسی باعث چھوڑ دیں اور خدا کی رخصت کو تنگی سے نہ بدلیں:

سویت کہ پیام مار ساند
ایں قصہ مگر صبار ساند

برادران میں مانتا ہوں کہ بزرگوں کی بزرگی ماننا ضروری ہے ان کی بات سر آنکھوں پر رکھنا ہم چھوٹوں کا کام ہے لیکن ذات کی بزرگی اور بات کی بزرگی میں حضرت محمد ﷺ سے بڑھ کر کوئی اور نہیں، اس لیے ہم اہل حدیث تو یہی کرتے ہیں کہ بزرگوں کی جو باتیں خلاف حدیث پائیں، انھیں چھوڑ دیں، تاکہ رسول اللہ ﷺ کی بات کی بزرگی جوں کی توں قائم رہے، سب بزرگوں کی بزرگی کریں، لیکن نہ اتنی کہ جتنی رسول اللہ ﷺ کی کرتے

ہیں، یہی نصیحت آپ کو بھی ہم کرتے ہیں کہ فقہائے کرام نبی نہیں جو وہ غلطی سے معصوم ہوں، امام صاحب بھی ایک مجتہد ہیں اور خود حنفی مذہب کا اصول ہے:

[اَلْمُجْتَهِدُ يُخْطِئُ وَ يُصِيبُ] یعنی مجتہد سے غلطی ہوتی بھی ہے اور نہیں بھی ہوتی۔ تو اگر مان لیں کہ یہی مذہب فی الواقع امام صاحب کا ہے، جب بھی ہم تو درد دل سے آپ کو خیر خواہانہ دعوت دیتے ہیں کہ اس مسئلہ میں جن جن مجتہدین اور فقہاء کے اقوال خلاف حدیث ہیں ان سب کو چھوڑ دو اور حدیث کو لے لو، خدا کرے یہ آواز آپ کے کانوں تک پہنچے اور دل میں اثر کرے:

لیے جاتا ہے نامہ بے کس
بال بیکا نہ ہو کبوتر کا

اس میں شک نہیں کہ تین طلاقیں جس عورت کو الگ الگ مطابق سنت باقاعدہ ہو چکی ہوں اس عورت کا اگر کسی اور سے نکاح ہو جائے پھر وہ دوسرا اپنی خوشی کسی اَن بَن کی وجہ سے چھوڑ دے یا مر جائے تو یہ عدت پوری کر کے اپنے اگلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے، خود قرآن فرماتا ہے: ﴿فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ لیکن یہ دوسرا نکاح بھی ویسا ہی ہو، جیسے پہلے تھا، نہ کہ حلالہ کا حیلہ۔

مسلم بھائیو! آؤ میں تمھیں بخاری شریف کی ایک حدیث سناؤں جس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جاہلیت کے نکاحوں کا بیان کرتی ہیں، پھر فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو بھیج کر ہر طرح کے نکاح باطل کرا دیے۔ بجز اس ایک نکاح کے جو آج مشہور و معروف ہے پس ظاہر ہے کہ حلالے کا یہ نکاح بھی باطل ہے اور نکاح کا کوئی طریقہ شرعاً نکاح کہلوانے کا استحقاق نہیں رکھتا۔ بجز اس ایک طریقے کے جو آج مسلمانوں میں مشہور و معروف ہے پس اے غیرت مند مسلمانو! خدا کے حرام کو حلال کر کے زنا کو نکاح نہ سمجھو۔ اوّلاً تو یہ بات خلاف شرع کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دیں حالانکہ یہ خلاف شرع طریقہ تھا،

پھر دوسرا خلاف یہ کیا کہ ان تین کو تین ہی شمار کیا حالانکہ یہ بھی خلاف شرع طریقہ تھا، پھر تیسرا خلاف یہ کیا کہ حلالہ کیا، حالانکہ یہ بھی خلاف شرع طریقہ تھا۔ چوتھا خلاف یہ کیا کہ اسے موجب حلت سمجھا حالانکہ یہ بھی خلاف شرع طریقہ تھا، پھر ان سب سے بڑھ کر خلاف یہ ہوگا کہ ان احادیث و دلائل کو سن کر بھی اسی پر قائم رہا جائے اس لیے میں تو کہوں گا کہ ابھی ابھی توبہ کرلو اور حنفی مذہب کے اس مسئلہ کو غلط جان کر ترک کر کے اہل حدیث کے مسلک کے مطابق قرآن و حدیث کے اس مسئلہ کو مان لو، اللہ ہدایت دے۔ آمین۔ (جونا گڑھی فتویٰ ختم ہوا)

اعتراض ⑮: امرتسری صاحب فرماتے ہیں ہم عمر کی کیوں مانیں ہم کہتے ہیں تو مان نہ مان تیری مرضی۔

جواب = جھنگوی بدنصیب کو اصل کتاب دیکھنا بھی نصیب نہیں ورنہ مولانا محمد جونا گڑھی رحمہ اللہ کے فتویٰ کو فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب نہ کرتا۔

مولانا جونا گڑھی رحمہ اللہ راقم ہیں۔ اگر اسی پر اصرار ہے کہ نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فتویٰ ابد الاباد کے لیے شرعی طور پر ہی دیا ہے تو ہم کہتے ہیں پھر آپ اور ہم کیوں مانیں ہم فاروقی تو نہیں محمدی ہیں ہم ان کا کلمہ تو نہیں پڑھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا ہے جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کو ہم نے نہیں مانا کہ حج تمتع نا درست ہے۔ وغیرہ۔

توضیح = خطیب الہند مولانا محمد جونا گڑھی رحمہ اللہ کے بیان سے بالکل واضح ہے۔ کہ جہاں خلیفہ راشد کی بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹکرا جائے وہاں ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننے کے پابند ہیں جیسا کہ حج تمتع سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منع کیا تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے صریح الفاظ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کر دی اور فرمایا:

[ارأیت ان کان ابی نہیٰ عنھا و صَنَعَھا رسول اللّٰہ ﷺ أ امرُ بی یتبع ام امر رسول اللّٰہ ﷺ ؟ فقال الرجل بل امر رسول ﷺ

فقال لقد صَنَعَها رسول الله ﷺ]

"تیرا کیا خیال ہے میرے باپ نے اس سے منع کیا ہو حالانکہ نبی ﷺ نے یہ عمل کیا ہو کیا میرے باپ (عمر رضی اللہ عنہ) کی پیروی کی جائے گی یا رسول اللہ ﷺ کی۔ اس (شامی) آدمی نے کہا رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی جائے گی ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نبی اکرم ﷺ نے یہ (حج تمتع) کیا۔" (جامع الترمذی مع تحفة الاحوذی: ۳/۶۵۲، رقم الحدیث: ۸۲۴، مطبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا رسول اللہ ﷺ کی بات کے مقابلہ میں کسی امتی کا قول معتبر نہیں۔

دیوبندی شیخ الحدیث کی شہادت:

① سرفراز احمد صفدر راقم ہیں جب کہ قاعدہ یہ ہے کہ مرفوع حدیث کے مقابلہ میں امت میں سے کسی کا قول قابل قبول نہیں ہو سکتا ہے چنانچہ۔

② امام شافعی فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں ماو شما کی کیا وقعت ہے؟ (البدایة والنهایة: ۱۰/۲۵۳)

③ امام ابن خزیمہ کا بیان حدیث کے مقابلہ میں کسی کی بات حجت نہیں ہو سکتی۔

④ یحیٰی بن آدم فرماتے ہیں کہ مرفوع حدیث کے مقابلہ میں کسی کا قول معتبر نہیں۔ (معرفة علوم الحدیث: ۸۴)

⑤ امام بخاری لکھتے ہیں آن حضرت ﷺ سے جب حدیث ثابت ہو جائے تو پھر کسی امتی کا قول قابل قبول نہیں ہے۔ (جزء القراءة، ص: ۱۱)

⑥ امام بیہقی لکھتے ہیں کہ حضور کی حدیث کے مقابلے میں کسی امتی کا قول قابل اعتبار نہیں۔ (سنن الکبریٰ للبیهقی: ۲/۱۷۳)

⑦ یہی محدث ابن حزم نے (محلّٰی: ۱۰/۱۷۰) پر

⑧ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے (رفع الملام عن ائمة الاعلام، ص: ٦٤)

۹ نواب صدیق الحسن صاحب (بدور الاھلہ،ص:۷۵) پر مزید (دلیل الطالب ،ص:۶۱۷) پر یہی لکھا ہے۔(ملخص از احسن الکلام:۱/۱۸۸)

۱۰ دیوبندیوں کے شیخ الہند فرماتے ہیں فعل صحابی کوئی حجت نہیں۔(الورد الشذی علی جامع الترمذی،ص:۵ ،ناشر معھد الخلیل الاسلامی کراچی۔

............تلك عشر كاملة............

جھنگوی کی عداوت شیخین (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما):

اعتراض ⑫: جھنگوی راقم ہے اب جس کا کلمہ پڑھا ہے وہ فرماتے ہیں میرے عمر کی مانو[فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر] (مشکوۃ:۱/۵۶۰) لاکھوں لامذہب غیر مقلد حضور ﷺ پر قربان کیے جا سکتے ہیں آقا کا فرمان نہیں چھوڑا جا سکتا۔'' (تحفہ،ص:۴۴)

جواب = حج تمتع کی مثال پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ حنفی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو نہیں مانتے اور مسئلہ تیمّم کے بارے میں آل دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے لکھا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بحالت جنابت پانی نہ ملا تو نماز ہی نہ پڑھی۔ (عمدۃ الاثاث،ص:۸۱)

اب آل دیوبند بتائیں وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو تسلیم کرتے ہیں۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق اٰل دیوبند لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: امام چار چیزوں کو آہستہ کہے(۱) اعوذ باللہ(۲) بسم اللہ(۳) آمین (۴) رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔ (نماز مدلل،ص:۱۲۵، حدیث اور اہل حدیث،ص:۳۷۶، رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز،ص:۱۷۲، تجلیات صفدر:۳/۱۲۷)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اثر چونکہ ان سے ثابت ہی نہیں اس لیے اہل حدیث کے نزدیک حجت نہیں لیکن آل دیوبند کے نزدیک سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہ اثر ثابت ہے اس کے باوجود اس اثر کی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ دیوبندی امام ''ربنا لک الحمد'' نہیں کہتا چنانچہ مفتی جمیل نذیری دیوبندی نے لکھا ہے:''رکوع مکمل کرنے کے بعد''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے اگر امام ہو تو صرف اتنا ہی کہے اور مقتدی کہیں''ربنا لک الحمد'' اور اگر تنہا

نماز پڑھ رہا ہو تو دونوں کہے۔ (رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز: ۲۲۲)

''سمع اللہ لمن حمدہ'' اور ''ربنا لک الحمد'' کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے ہم نے دونوں میں تطبیق دی کہ وہ دونوں ذکروں کو جمع کرنا اکیلے نمازی کے لیے ہے اور تقسیم امام اور مقتدی کے لیے ہے۔ (اصول کرخی، ص: ۸۴، ۸۵) (تجلیات صفدر: ۶/ ۳۶۱)

دیکھیے ماسٹر امین اوکاڑوی نے بھی مذکورہ اثر کو ایک جگہ اپنی تائید میں نقل کیا ہے اور پھر دوسری جگہ کسی کرخی حنفی کے پیچھے لگ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کو چھوڑ دیا۔ اب جھنگوی اور اس کی ہمنوا پارٹی (دیوبندی) بتائیں کہ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس حکم کو کیوں نہیں مانتے۔ (ماخوذ از دیوبند اور موقوفات صحابہ از زبیر صادق آبادی)

کاش بدبخت جھنگوی ٹولے کو اقتداء شیخین رضی اللہ عنہما و اتباع رسول ﷺ کی توفیق مل جاتی ہے لیکن وائے افسوس جنھوں نے نبی محمد ﷺ ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما کو مان کر محمدی، صدیقی، فاروقی بننے کی بجائے حنفی بننے کو پسند کیا اور نبی کریم ﷺ شیخین کے مراکز اسلامی مکہ و مدینہ سے نسبت کاٹ کر مکی و مدنی بننے کی بجائے ہندو دھرم کے دیوتا کے نام پر بننے والے شہر دیوبند کی طرف نسبت کر کے دیوبندی کہلوانا پسند کیا، کیا یہ نبی اکرم ﷺ، شیخین کی اقتدا اور ان سے وفا ہے یا غداری؟ کیا فرمان نبی ﷺ کا یہی مطلب ہے؟

احناف دیوبندی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ:

مقلدین حنفی دیوبند حضرات کو اتباع رسول ﷺ سے کوئی غرض اور نہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے ان کو کوئی سروکار ہے اور نہ ان کی تابعداری ان کا مطمع نظر ہے بلکہ وہ اپنے خود ساختہ، ضعیف اور غلط مسائل کی پردہ داری اور اپنے مزعومہ مجتہد کے قول کو بے جا تقویت دینے کے لیے خلفائے راشدین اور عام صحابہ کرام کے پاک ناموں کو استعمال کرتے ہیں ہم ذیل میں خلیفہ راشد عمر رضی اللہ عنہ سے احناف (دیوبندی) کی مخالفت کے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

1 خلیفہ راشد عمر رضی اللہ عنہ جماعت کھڑی ہو تو لوگوں کو سنت پڑھنے سے منع فرماتے بلکہ وہ لوگوں کی اس پر پٹائی کرتے تھے جیسا کہ (مصنف عبد الرزاق: ٢/٤٣٦، المحلّى: ٣/١١) میں مذکورہ ہے:

[و كان عمر رضى الله عنه يضرب الناس على الصلاة بعد الاقامة]

''یعنی جب نماز کی اقامت ہوتی اور بعض لوگ سنتیں پڑھتے تو عمر رضی اللہ عنہم ان کی پٹائی کرتے تھے۔''

2 ایک رکعت وتر خلیفہ راشد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک رکعت وتر پڑھتے تھے جیسا کہ سنن الکبریٰ للبیہقی (۳/۲۴) میں مذکور ہے اسی طرح خلیفہ راشد سیدنا عثمان و علی رضی اللہ عنہما بھی ایک رکعت وتر پڑھتے تھے، جب کہ اس کے برعکس فقہ حنفی میں صرف تین رکعات وتر ہی مسنون ہیں نہ کم اور نہ اس سے زیادہ، جیسا ''الہدایہ'' میں لکھا ہے:

[الوتر ثلاث ركعات لا يفصل بينهن بِسَلام]

(الهداية: ١/١٤٤، ط، المصباح درسى)

جب کہ اس کے برعکس احناف کا موقف ہے کہ جب ایک شخص ایک رکعت یا التحیات امام کے ساتھ پا سکتا ہو تو جماعت کھڑی ہونے کے باوجود صبح کی سنت پڑھ سکتا ہے۔

دیکھئے (شرح وقايه: ١/٢١٢، فتح القدير: ١/٤١٤، كنز: ١/١٣٧) مسئلہ ہذا میں احناف نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کو نہیں مانتے بلکہ اپنی خواہش کی پیروی کرتے ہیں۔

3 خلیفہ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پگڑی پر مسح کرنا جائز سمجھتے تھے اور یہ بھی کہتے تھے:

[من لم يطهر المسح على العمامة فلا طهره الله]

(المغنى: ١/٣٠١، المحلّى: ٢/٦٠، اعلاء السنن: ١/١١)

جب کہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب ''الہدایہ'' (۱/۶۱، درسی) میں مرقوم ہے:

[لا يجوز المسح على العمامة]

''پگڑی پر مسح جائز نہیں۔''

ان ظالموں کو خلیفہ راشد کی بددعا لگی ہے جبھی تو ایسی الٹی باتیں کرتے ہیں۔

اسی طرح خلیفہ راشد عورت کا دوپٹہ پر مسح کرنے کو جائز سمجھتے تھے اور فرماتے تھے جس کو دوپٹہ پر مسح کرنا پاک نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کو بھی پاک نہ کرے جن کی عورتوں تک کو مراد رسول اللہ ﷺ کی بددعا لگی ہے۔ وہ مخالفت رسول ﷺ اور مخالفت خلفاء رضی اللہ عنہم میں مست نہ ہوں تو اور کیا کریں؟

④ خلیفہ راشد بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے۔ عبدالرحمٰن بن ابزی بیان کرتے ہیں:

[صليت خلف عمر فجهر "بسم الله الرحمن الرحيم]

''میں نے امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ ''بسم اللہ'' بالجہر (اونچی آواز کے ساتھ) پڑھی۔''

(مصنف ابن ابی شیبه: ۱/۴۱۲، رقم: ۴۷۵۷، شرح معانی الآثار للطحاوی واللفظ له: ۱/۱۳۷، السنن الکبری للبیهقی: ۱/۴۸)

جب کہ احناف مقلدین کو اس سے چڑ ہے اس کو جائز خیال نہیں کرتے۔

⑤ خلیفہ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے، جیسا کہ "البیهقی" (۲/۲۱۱)، "مصنف عبد الرزاق" (۳/۱۲)، "المجموع" (۳/۴۸۴) ، "المغنی" (۲/۱۵۵) میں ہے۔

اس کے خلاف احناف فجر کی نماز میں قنوت نہیں مانتے دیکھئے: "الهدایه" (۱/۱۴۵)، "ردّ المختار" (۱/۴۴۹)

⑥ مسبوق (بعد میں آ کر ملنے والا) کی امام کے ساتھ ادا کی جانے والی نماز اوّل شمار ہوگی یا آخری۔ خلیفہ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب مسبوق آئے تو امام کے ساتھ اس کی نماز اوّل شمار ہوگی جیسا کہ ارشاد گرامی ہے:

[ما ادركته مع الامام فاجعله اوّل صلاتك]

(ابن ابی شیبة: ۱/۱۰۱، فقه عمر، ص: ۴۴۸)

جب کہ اس کے خلاف احناف کہتے ہیں مسبوق کی امام کے ساتھ ادا کی گئی نماز آخری شمار ہوگی۔ دیکھئے مرقات(۲/۱۸۰) تقریر بخاری از زکریا(۳/۵٦) ، خلاصة الفتاویٰ(۱/۱٦۵) ، عالمگیری(۱/۹۱)

۷ خلیفہ راشد مراد رسول عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جمعہ کی نماز ہر جگہ ہوتی ہے جیسا کہ ان کا فرمان ہے:" ان جمعوا حیثما کنتم"'' ابن ابی شیبة(۲/۱۰۱)، "الدین الخالص(٦/۱٦۱) "المحلّی" (۳/۲۵۳،اخری۲/۳۳۱) ، "المجموع" (٤/۳۷٤) "بیهقی فی المعرفة(۲/٤٦۷) (وسندہ صحیح) جب کہ حنفیوں کے ہاں مصر جامع کی شرط ہے۔(الهدایة:۱/۱٦۸)

۸ خلیفہ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عید کی نماز میں ، بارہ(۱۲) تکبیریں کہتے تھے۔ جیسا کہ عبد الرزاق(۳/۲۹۲)، ابن ابی شیبۃ، المجموع(۵/۲۳) میں مرقوم ہے۔ جب کہ اس کے برعکس احناف صرف چھ زائد تکبیرات کہتے ہیں اس سے زیادہ کے منکر ہیں۔ جیسا کہ البنایہ شرح الہدایہ(۴/۳٦۳)، ''ردّ المحتار(۱/۵۵۹) ، کبیری، ص(۵٦۹) میں ہے۔

۹ خلیفہ راشد عمر رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ [اکراہ] زبردستی کی طلاق کو نافذ نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے:"المحلّی" (۷/۲۰٦، ط اخریٰ) (۸/۳۳۲)، اس کے برعکس احناف کہتے ہیں کہ زبردستی کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (دیکھئے:"الہدایہ" :۲/۳۵۸)،''مرقاۃ''(۲/۲۸۸)، قاضی خان(۲/۲۱۹)

۱۰ خلیفہ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ استسقاء کی نماز دو رکعت پڑھتے تھے اور اس میں قلب رداء کرتے تھے۔''(یعنی کندھوں پر چادر الٹا کرتے تھے)۔ دیکھئے:''کنز العمال''(۲۳۵۳۸) اس کے برخلاف احناف سرے سے اس کے ہی منکر ہیں:

[قال ابو حنیفة ، لیست فی الاستسقاء صلاۃ مسنونة۔]

''نماز استسقاء میں نماز مسنون نہیں ہے۔'' (کنز الدقائق:۱/۴۸) (الہدایۃ:۱/۱۷۶، درسی)

ستم بالائے ستم یہ ہے کہ تعصب مذہبی میں اس قدر ڈوبے ہوئے ہیں کہ صحابی رسول ﷺ پر بہتان باندھ دیا ہے اور اس کی طرف غلطی کی نسبت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

[یحتمل انه اصلحه فظن الراوی انه قلب]

اس میں یہ احتمال ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے چادر درست کی ہو اور (راوی) صحابی نے سمجھا کہ آپ ﷺ نے چادر کو پلٹا ہے۔ (حاشیہ کنز ص:۱/ ۱۴۸)

ہوئے کتنے بے توفیق یہ فقیہان حرم
خود بدلتے نہیں قرآن بدل دیتے ہیں

[۱۱] کتاب وسنت کے مقابلہ میں مولویوں کی کتب کو ترجیح: خلیفہ راشد عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کی پٹائی کی جب کہ وہ لوگوں کے سامنے دوسری کتاب پڑھ رہا تھا۔ جیسا کہ آج کل قرآن کے مقابلہ میں فضائل اعمال وغیرہ پڑھی جاتی ہے اور فرمایا:

[انما هلك من كان قبلكم بانهم اقبلوا على كتب علمائهم و اسافقتهم و تركوا التوراة والانجيل حتى درسا و ذهب ما فيهما من العلم۔]

''پچھلی امتیں اس بات پر ہلاک ہو گئیں کہ وہ اپنے روساء اور علماء کی کتابوں کی طرف متوجہ ہو گئے اور توراۃ وانجیل کو چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ دونوں کا علم جاتا رہا۔'' (كنز العمال: ۱/ ۹۵، حياة الصحابة: ٤/ ۱۷۰)

علامہ ہیثمی راقم ہیں:

'' و فى الحديث الذى رواه الطبرانى عن ابى موسىٰ مرفوعاً ان بنى اسرائيل كتبوا كتاباً فاتبعوه و تركوا التوراةَ۔''

(مجمع الزوائد: ۱/ ۱۷۲، و صحيح الجامع: ۱/ ٤۰۹)

یہ حال مقلدین اور تبلیغی جماعت والوں کا ہے اس لیے کہ انھوں نے فضائل اعمال نامی کتاب اور ہدایہ، شامی، عالمگیری، وغیرہ وغیرہ کو پکڑ کر قرآن وحدیث کو چھوڑ دیا۔ دیکھئے فتاویٰ دیوبند، احسن الفتاویٰ وغیرہ جب ان سے کوئی فتویٰ طلب کرتا ہے تو وہ جواب میں صرف یجوز (جائز ہے) لا یجوز (جائز نہیں ہے) لکھتے ہوئے صرف ''رد المحتار'' اور ''عالمگیری'' کا حوالہ دیتے ہیں۔

کیا یہ خلیفہ راشد کی مخالفت نہیں؟ لہٰذا خلیفہ راشد کے طریقہ کو اپناتے ہوئے ان کی خوب خدمت کرنی چاہیے تاکہ ان کو اپنی غلطی کا احساس ہو اور شاید راہ حق کی طرف آ جائیں۔

۱۲ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ صبح کی نماز پڑھو اور ستارے صاف گھنے ہوئے ہوں۔ (موطا امام مالک:۱/۶، رقم:۶)

معلوم ہوا سیدنا رضی اللہ عنہ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھتے تھے مگر اس فاروقی حکم کے سراسر مخالف مقلدین خوب روشنی کر کے صبح کی نماز پڑھتے ہیں۔

جب کہ حنفیوں کے نزدیک سجدہ تلاوت واجب ہے۔(الھدایۃ:۱/۱۶۳) لہٰذا ان کے ہاں اس کو چھوڑنا صحیح نہیں۔

۱۳ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جس شخص نے سجدہ (تلاوت) کیا تو صحیح کیا اور جس نے سجدہ نہ کیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور عمر رضی اللہ عنہ نے سجدہ نہیں کیا۔ (صحیح بخاری، رقم:۱۰۷۷)

۱۴ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ایک تابعی نے قراءت خلف الامام کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ''اِقْرَءْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ'' سورۂ فاتحہ پڑھ اس نے کہا اگر آپ اونچی آواز سے قراءت کر رہے ہوں تو؟ انھوں نے فرمایا اگرچہ میں جہر سے پڑھ رہا ہوں تو بھی پڑھ۔ (المستدرك للحاكم: ۱/ ۲۳۰، وصححه الحاكم والذهبی)

اس فاروقی حکم کے سراسر خلاف اہل تقلید یہ کہتے پھرتے ہیں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ

نہیں پڑھنی چاہیے۔خواہ امام آہستہ پڑھے یا اونچی پڑھے امام کی آواز سنائی دے یا نہ دے۔(ادلہ کاملہ)

۱۵ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سورۃ الحج پڑھی تو اس میں دو سجدے کیے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۲/۱۱، رقم:۴۲۸۸، السنن الکبری للبیھقی:۲/۳۱۷)

جب کہ مقلدین احناف میں صرف ایک سجدے کے قائل ہیں (الہدایۃ:۱/۱۶۳) اور دوسرے سجدے کو السجدۃ عند الشافعی کہتے ہیں۔

۱۶ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو عورت بھی ولی کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے۔(السنن الکبریٰ:۱/۱۱۱)

جب کہ اہل تقلید کے نزدیک نہ صرف یہ کہ ولی کے بغیر نکاح ہو جاتا ہے بلکہ اگر بالغہ عورت خفیہ طور پر (ولی کو اطلاع کے بغیر) اپنے آشنا سے نکاح کر سکتی ہے جیسا کہ اہل دیوبند کے حکیم الامت تھانوی صاحب رقمطراز ہیں: اگر وہ (بالغہ) خود اپنا نکاح کسی سے کر لے تو نکاح ہو جاوے گا چاہے ولی کو خبر ہو چاہے نہ ہو۔الخ (بہشتی زیور:۴/۶، ولی کا بیان مسئلہ نمبر:۳)

اب یہاں نہ خلیفہ راشد کے فیصلہ کی پرواہ ہے نہ غیرت و حیاء کا کچھ پاس اور فکر۔

۱۷ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے صرف ایک رکعت وتر پڑھا اور فرمایا [هِيَ وِتْرِيْ] یہ میرا وتر ہے۔(السنن الکبریٰ للبیھقی:۳/۲۵)

۱۸ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں جگہ رفع یدین کرتے تھے۔(السنن الکبریٰ:۲/۷۳) امام بیہقی فرماتے ہیں: ''رواتہ ثقات'' اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ جب کہ صدیقی حکم کے خلاف اہل تقلید یہ کہتے پھرتے ہیں کہ رفع یدین منسوخ ہے حالانکہ یہ دعویٰ نسخ امام ابوحنیفہ سے بھی ثابت نہیں۔

جھنگوی کی بڑ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے عمر کی مانو اس بڑ کی نقاب کشائی کے لیے۔ چند مثالیں ہم نے بطور نمونہ پیش کر دی ہیں ورنہ احناف کا خلفاء راشدین کی مخالفت

بالخصوص خلیفہ ثانی مراد رسول اللہ ﷺ عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی تفصیل مطلوب ہو تو حنفی مذہب کے ساتھ ساتھ "المحلّٰی لابن حزم، ابن ابی شیبہ، مصنف عبد الرزاق کا مطالعہ مفید رہے گا۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ ان حضرات کا دعویٰ دین اسلام پر عمل پیرا ہونے کا ہے ۔ دوسروں کو منکر حدیث، گستاخ صحابہ و ائمہ، مخالف خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم وغیرہ قرار دیتے ہیں جب کہ گزشتہ حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ یہ تمام خباثتیں ان میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں اور اس میں یہ مزید تگ و دو اور جستجو و جدوجہد میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اصلاح فرمائے اور ان کو دین اسلام کی صحیح سمجھ عطا فرمائے تا کہ یہ مغضوب و خاسر ہونے کی بجائے نور ایمان سے خود کو منور کر کے ﴿مفلحون﴾ میں شامل ہو جائیں۔ (آمین)

اقوال خلفاء اور احناف

امت مسلمہ کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ برحق مومن اور معیار حق ہیں لیکن معصوم عن الخطا نہیں حتی کہ احناف کو بھی اس سے انکار نہیں اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی صحابی رسول ہیں ان سے بھی اجتہادی لغزش کا ہوجانا کوئی مستبعد نہیں یہی وجہ ہے جب انھوں نے حج تمتع سے منع کیا تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی مخالفت کی اور احناف بھی اس مسئلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مخالف ہیں۔ اگر یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معصوم عن الخطاء مانتے ہیں تو پھر اعلانیہ امت کو حج تمتع سے منع کریں۔ جب کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حج تمتع کا ثبوت ملتا ہے۔

جھنگوی اور توہین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ:

اعتراض ①: جھنگوی راقم ہے: ''ظالم جو غلطیاں کرے وہ فاروق اعظم کیسے ہو سکتا ہے جو فاروق اعظم ہوتا ہے وہ غلطیاں نہیں کرتا۔'' (تحفہ، ص: ۴۴)

جواب 1= لقب فاروق اعظم کا انکار:

جھنگوی کا امام مولوی سرفراز صفدر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو معصوم من الخطا تسلیم نہیں کرتا وہ لکھتا ہے: ''لہٰذا بواسطہ آپ کے امر اور حکم کے حضرات خلفاء راشدین کا ہر قول اور ہر عمل بھی سنت ہی ہوگی ہاں اگر کسی معقول دلیل سے ان کی کسی بات میں غلطی ثابت ہو جائے تو معاملہ جدا ہے۔ (الکلام المفید: ۸۷) بقول مولوی سرفراز اگر کسی معقول دلیل سے غلطی ثابت ہو جائے تو (جیسا کہ حج تمتع سے منع کرنا) پھر تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ احناف دیوبند کے نزدیک فاروق اعظم بھی نہیں کیونکہ احناف تمتع کو جائز اور درست سمجھتے ہیں۔

جواب 2= انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کوئی بھی خطاء و غلطی سے محفوظ و مامون نہیں ہے لہٰذا یہ کہنا کہ فلاں غلطی نہیں کر سکتا اگر تو وہ کوئی نبی ہے تب تو بجا بصورت دیگر اسے نبی کا درجہ دینا پڑے گا اور احناف سے یہ بھی بعید نہیں کہ کیونکہ انھوں نے امتیوں کو بزبان قال نہیں تو بزبان حال ضرور انبیاء کرام علیہم السلام کا درجہ دیا ہوا ہے۔ جس کی چند ایک امثلہ بیان ہو چکی ہیں مزید آگے حسب موقع بیان ہوں گی۔ ان شاء اللہ۔

مولوی جھنگوی کی ہی مثال لے لیں ان کا اندازِ تحریر کس بات کی غمازی کر رہا ہے۔

گویا جناب جھنگوی یہ کہہ رہے ہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو جو فاروق اعظم تسلیم کرتا ہے وہ ظالم ہے۔ جیسا ہم اوپر بھی واضح کر چکے ہیں خدا برا کرے اس فکر کا جس نے بغض و عداوت صحابہ کا بیج بویا ایک طرف تو عمر رضی اللہ عنہ کے اس لقب (فاروق) کا انکار ہے اور دوسری طرف اپنے امام کو معصوم قرار دیتے ہوئے مولوی محمود الحسن دیوبندی لکھتا ہے: ”قول مجتہد قول رسول شمار ہوتا ہے۔“ (الورد الشذی، ص:۲)

درحقیقت مقلدین صحابہ کرام کا دل سے اعتماد وقار اور عقیدت نکال کر اپنے خود ساختہ امام کا اعتماد بٹھانا چاہتے ہیں خدا برباد کرے دشمن صحابہ کو۔

کیا خلفاء راشدین کا عہد تقلیدی تھا؟

اعتراض ②: جھنگوی مفسر قرآن مولانا جونا گڑھی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتا ہے کہ انھوں نے کہا: ابوبکر و عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم اپنے اپنے دور میں دونوں لحاظ سے اولی الامر تھے لیکن کسی ایک صحابی نے بھی ان کی تقلید نہ کی اور نہ ان کی طرف منسوب ہوا بلکہ اگر ان میں سے کسی کا قول قول رسول کے مخالف نظر آیا تو صحابہ نے ان کی مخالفت کی۔ (ملخص از تحفہ اہل حدیث: ۴۵)

جواب = مولانا محمد جونا گڑھی رحمہ اللہ نے بالکل بجا فرمایا ہے جس کی تصدیق کے لیے اشرف علی تھانوی کا مراسلہ بنام رشید احمد گنگوہی کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔ وہ لکھتے ہیں:

”دل یہ نہیں مانتا کہ قول مجتہد چھوڑ کر حدیث صحیح صریح پر عمل کر لیں بعض سنن

مختلف فیہا مثلاً آمین بالجہر وغیرہ پر حرب و ضرب کی نوبت آ جاتی ہے اور قرون ثلثہ میں اس (تقلید) کا شیوع بھی نہ ہوا تھا بلکہ کیفما اتفق جس سے چاہا مسئلہ دریافت کر لیا اگرچہ اس پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ مذاہب اربعہ کو چھوڑ کر مذہب خامس مستحدث (پیدا) کرنا جائز نہیں یعنی جو مسئلہ چاروں مذہبوں کے خلاف ہو اس پر عمل جائز نہیں کہ حق دائر و منحصران چار میں ہے مگر اس پر بھی کوئی دلیل نہیں کیونکہ اہل ظاہر ہر زمانہ میں رہے۔ اور یہ بھی نہیں کہ وہ سب اہل ہوا ہی ہوں وہ اس اتفاق سے علیحدہ رہے۔'' مزید لکھتے ہیں کہ ''مگر تقلید شخصی پر تو کبھی بھی اجماع نہیں ہوا۔'' (تذکرۃ الرشید: ۱/۱۳۱)

اس اقتباس سے بھی یہ بات عیاں ہے کہ قرون ثلثہ (صحابہ، تابعین اور تبع تابعین) کے دور میں لوگ جس سے چاہتے مسئلہ پوچھ کر عمل کر لیتے کسی ایک کی بھی تقلید نہ تھی۔

مخالفت خلفاء راشدین کا طعنہ:

جھنگوی اہل الحدیث پر طعن و تشنیع کے تیر برساتے ہوئے لکھتا ہے:

اعتراض ③: غیر مقلد نما رافضی کیا لکھ رہا ہے۔ خلفاء راشدین کی بات نبی ﷺ سے ٹکرائے تو صحابی نہ مانتے تھے اس سے دو باتیں ملی:

① خلفاء راشدین نبی ﷺ کی مخالفت کرتے تھے۔

② صحابہ نے [علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین] کے حکم کو چھوڑ دیا تھا۔ (تحفہ: ۴۵)

جواب 1= جہاں تک نبی ﷺ کی بات کے مقابلہ میں صحابہ کرام کا (خلیفہ راشد صحابی) کی بات کو چھوڑنے کا تعلق ہے۔ اس کی تفصیل ہم سابقہ صفحات میں بیان کر آئے ہیں۔

مزید جھنگوی کے شیخ الاسلام تقی عثمانی نے کہا ہے اب صرف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اثر رہ جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اوّلاً تو اس میں شدید اضطراب ہے دوسرا اگر بالفرض

اسے صحیح مان بھی لیا جائے تو بھی ایک صحابی کا اجتہاد ہوسکتا ہے جو حدیث مرفوع کے مقابلہ میں حجت نہیں۔ (درس ترمذی:۱/۲۸۳)

محمود الحسن دیوبندی کا فیصلہ:

جواب 2= مولوی محمود الحسن لکھتے ہیں:

''کلام صحابی اگر مخالف حدیث ہو اور تاویل کی بھی گنجائش نہ ہو تو اس کو ترک کرنا چاہیے اور فعل رسول کو اپنا مذہب قرار دینا چاہیے۔''

(احسن القری،ص:۱٤۷، بحواله حقانیت مسلك اهل حدیث:۱۰۷)

مقلد جھنگوی صاحب لاعلمی کی بنا پر دوسروں پر ایسا الزام دھرتے ہیں جس کی ان کے گھر میں بھی کوئی تائید کرنے پر راضی نہیں ہوتا۔

جواب 3=ابن الہمام حنفی رقمطراز ہیں:

[ان قول الصحابی ،حجة فیجب تقلیده عندنا اذا لم ینفه شیئٌ آخر من السنة] (فتح القدیر:۲/۳۷)

''یقیناً قول صحابی حجت ہے اور اس کی تقلید کرنا ہمارے ہاں واجب ہے بشرطیکہ سنت میں کوئی دلیل اس کے مخالف نہ ہو۔''

اسی معنی ومفہوم اور نظریہ کے قائل کئی ایک حنفی، دیوبندی وبریلوی ہیں مثلاً:

① عبدالحئ لکھنوی دیکھیں:''امام الکلام''ص:۲۲۲، طبع اداره احیاء السنۃ گرجاکھ، ص:۲۳۵،طبع جدید۔ ظفر الامانی بتحقیق النووی،ص:۳۶۳، بتحقیق ابو غده،ص:۳۲۹،

[ان قول الصحابی حجة ما لم تنفه شیٔ من السنة]

② اشرف علی تھانوی، دیکھیں: احیاء السنن ،ص: ۳۹،تقریر ترمذی،ص:٤۸۷۔

[موقوف فلا یصلح للمعارضة بالمرفوع]

③ ظفر احمد تھانوی، دیکھیں: اعلاء السنن: ۱/۱۱٦، ۱۳٤، ۵۰۹۔

④ مفتی سلیم اللہ خان۔دیکھیں: نفحات التنقیح:۲/٦۲، ۷۸، ٤۰۷۔

⑤ مفتی تقی عثمانی۔ دیکھیں:درس ترمذی:۲/۷۵،۷۴، حضرت عبادہ کا اپنا اجتہاد ہے۔مزید لکھتے ہیں ان کا یہ استنباط احادیث مرفوعہ کے مقابلہ میں حجت نہیں ہوسکتا۔)

⑥ سرفراز خان صفدر راقم ہیں: ''موقوف روایت کو مرفوع کے مقابلہ میں کون سنتا ہے۔'' (احسن الکلام: ۴۷۱) مزید لکھتے ہیں مگر فہم صحابی اور موقوف صحابی حجت نہیں،ص: ۵۸۰،احسن الکلام)، دیکھیں:اتمام البرھان،ص:۳۸۹، ۳۹۸۔

⑦ رشید احمد گنگوہی:تالیفات رشیدیہ،ص:۳۳۱۔فتاویٰ رشیدیہ،

⑧ مولوی حنیف گنگوہی:الصبح النوری:۱/۶۸، باب المسح علی الخفین،

⑨ غلام رسول سعید،دیکھیں ذکر بالجھر،ص:۱۰۵، تذکرۃ المحدثین،ص:۸۹،

⑩ شریف کوٹلوی،دیکھیں: دلائل المسائل،ص:۲۱۰۔

............تلک عشرۃ کاملۃ............

جناب جھنگوی صاحب! منافی و مخالفت تو آپ بھی مان رہے ہیں۔جبھی تو آپ لوگوں کا یہ اصول ہے اگر ان حوالوں سے تسلی نہیں ہوتی تو پھر ان شاء اللہ چند ایک مزید امثلہ بھی پیش کردی جائیں گی۔

سردست مختصراً مزید ''دیوبندی دھرم'' کے امام ''سرفراز خان صفدر'' کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں جناب رقمطراز ہیں:

> ''لہٰذا بواسطہ آپ کے امر اور حکم کے حضرات خلفاء راشدین کا ہر قول اور ہر فعل بھی سنت ہی ہوگی ہاں اگر کسی معقول دلیل سے ان کی کسی بات میں غلطی ثابت ہو جائے تو معاملہ جدا ہے کیونکہ وہ معصوم نہ تھے۔''
>
> (الکلام المفید فی اثبات التقلید،ص:۸۷)

خط کشیدہ عبارت کسی تبصرہ کی محتاج نہیں دیوبندی مزاج اگر چاہے تو اس طرح کے بیان بھی دیتا ہے مثلاً سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

''دینی اور دنیوی معاملات میں خطائے اجتہادی اور زَلّت بڑی سے بڑی شخصیت سے بھی ہوسکتی ہے اوروں کا تو قصہ چھوڑیے خلاصہ کائنات فخر موجودات آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی باوجود ''بعد از خود بزرگ تو قصہ مختصر'' ہونے کے بھی بعض اوقات خطائے اجتہادی اور زَلّت سے دوچار ہوئی یہ الگ بات ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے غلطی پر برقرار نہیں رکھا۔ وحی کے ذریعہ اصلاح فرمادی۔'' (الکلام المفید، ص: ١٦٤)

لیجیے جناب جھنگوی صاحب اہل الحدیث کو ''غیر مقلدین رافضی'' قرار دیتے ہوئے اب جھنگوی صاحب اپنے ''امام سرفراز صاحب'' پر تو ''گستاخِ رسول'' اور ''قادیانی نما مقلد'' کی پھبتی اڑائیں پھر آپ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت ظاہر ہوگی۔ لیکن ابھی ایک اور اقتباس کا مزید مطالعہ کرلیں پھر اپنے ''امام'' کو ''پکا رافضی'' ضرور قرار دیجیے گا۔ اگرچہ آپ کو یہ الفاظ سخت محسوس ہوں۔ لیکن آپ ہی کے اڑائے ہوئے کیچڑ کے چھینٹے ہیں جس نے آپ کو آلودہ کرکے رکھ دیا ہے۔ جناب سرفراز صاحب ''جنگ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لے کر انھیں چھوڑ دینے کا واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''حضرت صحابہ کرام نے بظاہر مال کے لالچ اور طمع کے لیے فدیہ کو قبول کیا تھا اور یہ رائے مذموم اور قابل گرفت تھی۔'' (الکلام المفید، ص:۱۶۵)

اس عبارت میں قطعاً کوئی ابہام و پیچیدگی نہیں ہے لہٰذا پہلے اپنے گھر سے گند کو باہر نکال پھینکیے پھر اہل الحدیث کی طرف رخ کیجیے گا۔ الحمد للہ اہل الحدیث کا تعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ہے ان کا معاملہ الگ رہا ہم تو کسی عام آدمی کی بھی گستاخی و ہتک جائز و روا نہیں سمجھتے امید ہے کہ جھنگوی صاحب یہ حوالہ جات آپ کے اپنے قائم کردہ اصولوں کی روشنی میں آپ کی ہدایت کا سبب بن جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

ہمارا آپ کو برادرانہ مشورہ ہے کہ آپ اہل الحدیث سے دشمنی، بغض، عداوت، کینہ،

حسد اپنے دل و دماغ سے نکال کر قرآن و حدیث کا مطالعہ کریں تو اس سلسلے میں اہل الحدیث علماء سے مشاورت بھی رکھیں پھر دیکھیں آپ دین حنیف [لَيْلُهَا كَنِهَارُهَا] نظر آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

ورنہ نتیجہ ظاہر ہے آپ کا اس عبارت میں اہل الحدیث پر اچھالا گیا کیچڑ آپ ہی کے منہ کو آلودہ کر رہا ہے۔ ہم تو صرف نشاندہی کرنے والے ہیں۔

﴿ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الاِصْلَاحِ مَا اسْتَطَعْتُ وَ مَا تَوْفِيقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ ﴾

......OOO......

سنت خلفاء کا التزام اور اہل حدیث

اہل حدیث تو الحمد للہ فرمان رسول ﷺ [عليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ] (میری اور میرے خلفاء کی سنت کو داڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے تھام لو) کو واجب التعمیل مانتے ہیں۔لیکن رافضی نما مقلد جھنگوی لکھتا ہے۔

اعتراض ①: معاذ اللہ بقول غیر مقلدین صحابہ نے خلفاء کی مخالفت کر کے اس فرمان کو چھوڑ دیا تھا۔ (تحفہ:۴۵)

جواب: پوری دنیا کے مقلدین جمع ہو جائیں خلفاء اربعہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا کوئی ایک اجتماعی عمل یا قول ایسا ثابت نہیں کر سکتے جو نبی ﷺ کے مخالف ہو ...... جہاں تک صحابی رسول یا خلیفہ راشد کی انفرادی رائے یا اجتہاد کا تعلق ہے تو اس کا امت پر حجت و دلیل ہونا تو احناف کو بھی قبول نہیں۔ کما مرّ۔

شیعہ کا ہم نوا کون؟:

جھنگوی لکھتا ہے: **اعتراض ②**: روافض بھی یہی کہتے ہیں آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد العیاذ باللہ تمام صحاب مرتد ہو گئے تھے اور غیر مقلد نے بھی الفاظ کو چکر دے کر یہی ثابت کر دیا خلفاء راشدین بھی اللہ و رسول کے خلاف کرتے تھے۔(تحفہ:۴۶)

جواب: اہل حدیث پر افترا قائم کر کے ان کو رافضیوں سے تشبیہ دینا بالکل یہودیانہ حرکت ہے اہل حدیث کا نقطہ نظر خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہم واضح کر چکے ہیں جہاں تک شیعہ کا صحابہ کے بارے میں نظریہ ہے، نعوذ باللہ من ذالک (ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں)

حنفیت اصلاً رافضیت:

رافضیوں نے خلفاء ثلاثہ کی خلافت کا انکار کیا جب کہ مقلدین احناف نے نبی ﷺ پر بد اعتمادی کرتے ہوئے اور خلفاء اربعہ (ابوبکر وعمر، عثمان وعلی) خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے بغاوت کرتے ہوئے حدیث [علیکم بسنتی] کا بھی انکار کردیا اور ایک عام امتی کو نبی ﷺ اور خلفاء راشدین کے مقابلہ میں کھڑا کردیا۔ یعنی وہی بات جو رافضی کہتے تھے حنفی مقلدین نے اپنے عمل سے ظاہر کردی۔

خواجہ قاسم رحمہ اللہ پر افتراء:

اعتراض ③: جھنگوی لکھتا ہے: ''خواجہ قاسم لکھتا ہے الحمد للہ یہ کتاب ان پریشان بھائیوں کے لیے نجات دہندہ اور مشکل کشا ثابت ہوئی ...... اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۸۰ پر ہے حضرت عمر کی وقتی رائے اور ناکام تجربہ..........'' اس ظالم سے کوئی پوچھنے والا نہیں، حضرت عمر ناکام ہیں اور تو کیا ہے؟ (تحفہ، ص:۴۶)

جواب: یہ جھنگوی کا مولانا خواجہ قاسم رحمہ اللہ پر افترا ہے کہ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ناکام قرار دیا حالانکہ انھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس مسئلہ سے رجوع نقل کرکے ان کی رائے کا کامیاب نہ ہونا نقل کیا ہے جو اس بات کو مستلزم نہیں کہ معاذ اللہ وہ شخصیت ہی ناکام ہوگئی ایسی بری سوچ دشمن صحابہ حنفی مقلدین تو سوچ سکتے ہیں کسی مومن کو یہ زیب نہیں دیتی۔ خواجہ صاحب رقمطراز ہیں:

گواہ چست:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ کو بعد میں کسی نے زجر پر محمول کرکے تین کو ایک قرار دیا اور بعض نے تین کا فتویٰ ہی دینا شروع کردیا۔ حدیث شریف کو نظر انداز کرکے قول کے مطابق فتوی دینے سے بہتر تھا کہ قول کو نظر انداز کرکے حدیث شریف کے مطابق فتویٰ دیا جاتا۔ ہمیں فراخ دلی سے یہ مان لینا چاہیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ اپنی جگہ پر تعزیری تھا

ورنہ حاشا وکلا آپ اسے کبھی اپنی جانب منسوب نہ فرماتے بلکہ اگر یہ حکم کتاب و سنت سے ماخوذ ہوتا تو آپ اس کا ذکر فرماتے...... کوئی ثابت کردے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فلاں آیت یا فلاں حدیث سے استدلال کیا تھا تو خاکسار اسے انعام کا مستحق سمجھے گا۔ علامہ شبلی نعمانی نے الفاروق میں اس مسئلہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اولیات میں شمار کیا ہے تتابع کے بعد امضاء کا جو حکم ہوا ہے وہ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے کچھ تبدیلی کی گئی ہے سوال یہ ہے اگر تتابع نہ ہوتا تو کیا ہوتا۔ تفکر و تدبر۔

مدعی سست گواہ چست کی طرح تین طلاق کے مسئلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وقتی تعزیر کو اپنا مستقل فتویٰ بنا کر مقلدین نے قرآن و حدیث سے دلائل ڈھونڈنا شروع کردیے۔

میں پوچھتا ہوں آپ نے اور جو کئی تعزیرات لگائی ہیں انھیں کس کھاتہ میں ڈالیے گا اگر انہیں بھی قرآن و حدیث سے مدلول کرنے کی کوشش کی گئی تو پھر انہیں کوئی اور ہی قرآن و حدیث تلاش کرنا پڑے گا۔

ناکام تجربہ:

کہا جا سکتا ہے کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یہی ایک طریقہ رہ گیا تھا۔ آپ چاہتے تو تعزیراً یوں بھی کچھ سزا دے سکتے تھے۔ تاکہ سنت کی کسی طرح بھی مخالفت نہ ہوتی۔ بحث اس میں نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام اپنی جگہ مناسب تھا یا نہیں۔ بحث یہ ہے کہ آڈر تعزیری تھا اور تعزیر کا آپ کو حق تھا۔ تاہم عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے اس اقدام پر آخر عمر میں متاسف تھے۔ حافظ ابوبکر اسماعیلی مسند عمر میں لکھتے ہیں۔

[اخبرنا ابو یعلی حدثنا صالح بن مالك حدثنا خالد بن یزید بن ابی مالك عن ابیه قال قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ما ندمت علی شئی ندامتی علی ثلاث ان لا اكون حرّمت الطلاق و علی ان لا اكون انكحت الموالی و علی ان لا اكون قتلت

النوائح]. (اغاثة: ۱/۳۳۶)

"مجھے تین چیزوں پر بہت زیادہ ندامت ہوئی ہے۔(۱) طلاق کے حرام کرنے پر (۲) آزاد کردہ عورتوں سے نکاح نہ کرنے پر (۳) اور کاش نوحہ کرنے والیوں کے لیے قتل کا حکم نہ جاری کیا ہوتا۔"

ظاہر ہے اس سے مطلق طلاق مراد نہیں۔ آپ نے طلاق دینے سے تو منع نہیں کیا۔ یہی اکٹھی طلاق ثلاثہ کا مسئلہ تھا جس میں آپ نے تعزیر لگائی تھی اور جس کا آپ کو افسوس تھا۔ اس کے علاوہ آپ سے مسئلہ طلاق میں کوئی ردّ و بدل ثابت نہیں۔ ابن قیم لکھتے ہیں:

[فتعين قطعاً انه اراد تحريم ايقاع الثلاث] (اغاثة: ۱/۳۳۶)

"یقیناً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طلاق ثلاثہ کے وقوع کی حرمت کو چاہا تھا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعزیر کو مدنظر رکھ کر فتوے صادر کرنے سے پیشتر اُن کی ندامت کو بھی ملحوظ رکھ لینا چاہیے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا اور اُس کے پیغمبر کا فیصلہ ہی درست تھا اور تعزیر اس مقام پر نادرست تھی۔ یہ ایک ہنگامی تعزیر تھی جو لگی اور ختم ہوگئی کوئی مستقل قانون نہیں تھا۔ جسے ابد تک باقی رہنے دیا جائے اصل مسئلہ لوٹ آنا چاہیے۔ کوئی وجہ نہیں کہ اب فیصلہ نبوی پر عمل ناممکن ہو۔ اس کے لیے کوئی مانع ہی موجود ہے نہ وہ کسی ایسی شرط سے مشروط تھا جو اب مقصود ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس کے برعکس اگر تعزیر لگائی تھی تو وہ وقتی تھی اور ناکام بھی ثابت ہوئی کیونکہ آپ کا خیال تھا اس طرح لوگ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے باز آجائیں گے لیکن ایسا نہ ہوسکا بلکہ نیک نیت لوگوں کے لیے بھی خدا کی دی ہوئی سہولت کا دروازہ بند ہوگیا۔ جس کا آپ کو از حد ملال تھا۔ پھر اصل بات یہ ہے کہ سنت ثابتہ ہوتے ہوئے فتوے عمر رضی اللہ عنہ کو ترجیح کوئی وزن نہیں رکھتی۔

رائے:

امام صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[والاقرب ان هذا رأى من عمر ترجح له كما منع من متعة

الحج وغيرها و كل احد يوخذ عن قوله و يترك غير رسول الله ﷺ و كونه خالف ما كان على عهده ﷺ فهو نظير متعة الحج بلا ريب و التكلفات فی الاجوبة ليوافق ما ثبت فی عصر النبوة لا يليق فقد ثبت عن عمر رضی الله عنه اجتهادات يعسر تطبيقها على ذلك نعم ان امكن التطبيق على وجه صحيح فهو المراد] (سبل السلام:۳/۱۷۱)

''صحیح بات یہ ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی اسے آپ نے ترجیح دی جیسے آپ نے حج تمتع وغیرہ سے منع کیا تھا۔ نبی علیہ السلام کے علاوہ ہر ایک کی بات کو قبول بھی کیا جا سکتا ہے اور ردّ بھی کیا جا سکتا ہے۔ بلاشبہ حج تمتع کے بارے میں آپ کے قول کی طرح آپ کا یہ قول بھی عہد نبوی کے خلاف تھا۔ اسے عہد نبوی ﷺ کے مطابق ثابت کرنے کے لیے جوابات کا تکلف نامناسب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کئی ایسے اجتہادات ثابت ہیں جن کی مطابقت مشکل ہے ہاں اگر صحیح طریقہ پر تطبیق ہو سکے تو ٹھیک ہے۔''

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[والحق احق بالاتباع فان كانت تلك المحاماة لاجل مذاهب الاسلاف فهی احقر و اقل من ان توثر على السنة المطهرة و ان كانت لاجل عمر بن الخطاب فاين يقع المسكين من رسول الله ﷺ ثم ای مسلم من المسلمين ليستحسن عقله و علمه ترجيح قوله صحابی على قول المصطفى -] (نيل الاوطار:۷/۱۹)

''حق کی پیروی زیادہ مناسب ہے یہ مدافعت تقلیدی مذاہب کی وجہ سے ہے تو اسے سنت مطہرہ پر ترجیح نہیں دی جا سکتی اور اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہے تو کہاں بے چارے عمر رضی اللہ عنہ اور کہاں محمد مصطفیٰ ﷺ۔ کیا مسلمان کی عقل گوارہ

کرتی ہے کہ وہ کسی صحابی کے قول کو فرمان مصطفیٰ ﷺ پر ترجیح دے۔"

[و كَانَّ الْجُمْهُورُ غَلَّبُوْا حكم التغليظ فى الطلاق سدًا للذريعة و لكن تبطل بذلك الرخصة الشرعية والرفق المقصود فى ذلك المعنى فى قوله تعالىٰ: ﴿لَعَلَّ اللّٰهُ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ امرًا﴾]

(بداية المجتهد مصری:۲/۶۳)

"جمہور نے طلاق کے سلسلہ میں یہ سخت فیصلہ بوجہ مصلحت کیا تھا لیکن اس سے رخصت شرعی اور وہ نرمی جو آیت ہذا (کہ شاید اللہ تعالیٰ بعد میں کوئی صورت پیدا کردے) میں مقصود ہے ختم ہو جاتی ہے۔" (تین طلاقیں تالیف خواجہ قاسم، ص:۷۸۔۷۷، ناشر ادارہ احیاء السنۃ گوجرانوالہ لاہور۔)

اہل حدیث پر مزید افتراء:

اعتراض ④: ظالم جھنگوی لکھتا ہے: "غیر مقلد اپنے من مرضی کی تشریح دین میں کرتا ہے جب صحابہ کرام کو رکاوٹ دیکھتے ہیں تو ان پاک باز ہستیوں پر بھی تبرا سے باز نہیں آتے۔" (تحفہ، ص:۴۷)

جواب: لعنة الله على الكاذبين. جھنگوی کہہ دے آمین ہم دین میں مرضی کی تشریح کو حرام سمجھتے ہیں جب ہم سرے سے رائے کے ہی منکر ہیں تو مرضی کی تشریح کے چہ معنیٰ؟ بلکہ ہم اہل حدیث تو تشریح کے لیے فہم صحابہ کو دیکھتے ہیں جس کا اعتراف جامد مقلد جھنگوی کو بھی ہے۔ لکھتا ہے اور یہ بھی غیر مقلد مانتے ہیں "راوی الحدیث ادری بمراده من غیرہ" حدیث کا راوی حدیث کا مفہوم دوسرے لوگوں سے زیادہ سمجھتا ہے۔"

(تحفۃ الاحوذی:۱/۲۵۷) (تحفہ اہل حدیث، ص:۴۹)

لہٰذا اس جرم سے الحمد للہ اہل حدیث کا دامن پاک ہے۔ جہاں تک صحابہ کرام پر اس سلسلہ میں تبرا کا مسئلہ ہے تو یہ بدبختی بھی احناف کے حصہ میں آئی ہے نہ کہ اہل حدیث کے۔

دین میں من پسند تشریح اور احناف:

①......جمہور اہل علم نبی ﷺ کے فرمان: [لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ] (ترجمہ از کرم شاہ: اللہ کی پھٹکار ہے حلال کرنے والے پر اور جس (بے غیرت) کے لیے کیا گیا) (ترمذی مع تحفة الاحوذی:٤/٢٧٥، رقم:١١١٩، قدیمی کتب خانہ) کی بنا پر حلالہ کی نیت سے کیے گئے نکاح کو حرام قرار دیتے ہیں جب کہ حنفیوں کے ہاں پوری امت کے خلاف یہ نکاح حلالہ نہ صرف حلال بلکہ باعث رحمت ہے۔

ایک حنفی فقیہ دین کے نام پر شہوت پرستی کو رواج دینے کے لیے حدیث رسول ﷺ [لعن اللّٰه المحلل والمحلل له] کی تشریح کرتے ہوئے کہتا ہے " لعل المراد باللعنةِ الرَحمَة" کہ حلالہ کرنے اور کروانے والے پر جو لعنت کی گئی ہے اس لعنت سے مراد رحمت ہے۔(مستخلص الحقائق علی کنز الدقائق،ص:١٢٦، و فی نسخة:١٩٩)

ان بدنصیب حنفیوں کے ہاں شرابی اور سود خور بھی رحمت الٰہی کے حق دار ہوں گے کیونکہ ان پر بھی ایسے ہی لعنت کی گئی ہے۔ دیکھئے کیسی بدبختی ہے جو عمل شرعاً ملعون ہے وہ مقلدین احناف باعث رحمت وثواب ہے۔

②...... دیوبندی امام انور شاہ کاشمیری مستدرک حاکم کی حدیث [کان یوتر برکعة و کان یتکلم بین الرکعتین والرکعة] کہ نبی ﷺ دو رکعت پر سلام پھیر کر ایک رکعت وتر پڑھ لیتے) کے بارے میں راقم ہیں یہ حدیث قوی ہے اور احناف نے اس کے جواب کی طرف توجہ نہیں کی اور اس کا جواب ہے بھی مشکل۔ میں (انور شاہ) چودہ سال تک اس حدیث کا جواب سوچتا رہا پھر مجھے ایک جواب سوجھا جو شافی و کافی۔ اس حدیث میں تکلم سے مراد وتر اور سنت فجر کے درمیان کا تکلم ہے۔ (العرف الشذی:١/١٠٧، فیض الباری ،معارف السنن /٢٠٣ ،درس ترمذی:٢/٢٢٤)

حنفیہ کی دین میں رخنہ اندازی کو غور سے ملاحظہ کیجیے یہ ساری کارروائی اس وجہ سے

ہے کہ حنفی مذہب میں تین سے کم وتر جائز نہیں جب کہ نبی ﷺ نے ایک وتر خود پڑھا اور اس کی تعلیم بھی دی ہے۔

مگر مقلدین دین میں ایسی موشگافیاں کرکے اپنے مسلک کی ٹھاٹھ بٹھانا چاہتے ہیں خدا ستیاناس کرے ایسے مقلدین کا جو حدیث میں تحریف معنوی کرنے والے ہیں۔

احناف اور صحابہ رضی اللہ عنہم پر تبرا:

جھنگوی کے اکابرین ابتدا ہی سے صحابہ کرام اور بزرگانِ دین کے گستاخ رہے ہیں جب بھی کوئی مسئلہ ان کے مسلک کے خلاف آتا ہے تو یہ صحابہ کرام جیسی مقدس ہستیوں پر بھی تنقید سے باز نہیں آتے۔

① مفتی جمیل احمد تھانوی راقم ہے: ''آپ کی کرامتوں میں وہ واقعہ ہے جس کو علامہ مناوی نے اپنی ''طبقات کبریٰ'' میں طبقات کبریٰ درحلۃ ابن الصباح کے واسطہ سے زنجانی فقیہہ سے نقل کیا۔ وہ کہتے ہیں مجھ سے شیخ ابو اسحاق شیرازی نے قاضی ابو الطیب سے روایت کرکے بیان کیا کہ ہم لوگ ایک مناظرہ کی مجلس میں تھے ایک خراسانی نوجوان آیا جو مصراۃ (جس جانور کا دودھ روک کر فروخت کیا جائے) کے مسئلہ میں استفسار کرتا اور دلیل مانگتا تھا اس کی دلیل میں بخاری و مسلم کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سنائی گئی یہ شخص حنفی تھا اس نے کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مقبول نہیں اس نے ابھی بات پوری بھی نہ کی تھی اس پر ایک سانپ آ پڑا لوگ اِدھر اُدھر بھاگ گئے اور وہ سانپ سب کو چھوڑ کر اس نوجوان کے پیچھے ہولیا نوجوان نے کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں میں توبہ کرتا ہوں تو پھر اس سانپ کا پتہ بھی نہ رہا۔ (نہ معلوم کہاں چلا گیا) (جمال الاولیاء، ص: ۳۶، ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور)

معلوم ہوا مقلدین جب حدیث رسول کو اپنے نظریات کے خلاف پاتے ہیں تو صحابہ کرام جیسی مقدس ہستیوں پر بھی تبرا سے باز نہیں آتے۔

قرآن مجید احادیث رسول کا استخفاف اور ان پاکیزہ ہستیوں کو ہدف تنقید بنانا احناف کے اصولوں میں شامل ہے۔ دیکھئے :(نور الانوار،ص:۱۸۳،۱۸۴، طبع مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، اصول کرخی،ص:۱۱)

۲ توہین کاتب وحی اور احناف:

احناف نے ائمہ محدثین مثلاً امام شافعی و امام مالک وغیرہ کی توہین میں جو ادھم مچا رکھا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں بلکہ حمیت مسلکی میں ان کا قلم حضرات صحابہ کرام کا تقدس بھی محفوظ نہ رکھ سکا۔ حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس، حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہم کے بارے میں جو کچھ کہا گیا (استخفاف صحابہ اور احناف) کے تحت ہم گزشتہ صفحات میں نقل کر آئے ہیں لیکن ان کے ظلم کی انتہاء یہ ہے کہ امام شافعی کی توہین کرتے ہوئے کاتب وحی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بدعتی و جاہل ہونے کا فتویٰ داغ دیا۔ (نور الانوار،ص:۳۰۵، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

اصول فقہ حنفیہ میں مبحث الاھلیۃ کے تحت کہا گیا ہے جہالت کی ایک قسم ایسی ہے جس کی قیامت کے روز بھی معافی نہ ہوگی۔(نور الانوار،ص:۳۰۳، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور) اور نہ ہی اس کے بارے میں کوئی عذر سنا جائے جیسا کہ معاندین کا کفر یا جیسے معتزلہ کا عذاب قبر، رویت باری تعالیٰ اور شفاعت کا انکار وغیرہ اسی کے ساتھ ایک مثال یہ بھی دے دی گئی۔

[کجھل الشافعی فی جواز القضاء بشاھد و یمین فانه مخالف للحدیث المشھور و ھو قوله البینة علی المدعی و الیمین علی من انکر و اوّل من قضی به معاویة۔]

”یعنی امام شافعی کی جہالت بھی اسی قسم کی ہے جو انھوں نے ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر حق دلانے کا فیصلہ دیا ہے یہ مشہور حدیث کے خلاف ہے کہ مدعی کے ذمہ گواہ اور منکر پر قسم ہے سب سے پہلے اس اصول کے مطابق فیصلہ کرنے والے معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں یہ“۔

لیجیے جناب یہ امام شافعی کی یہ جہالت قیامت کے روز بھی قابل معافی نہیں اس جہالت کے اوّل مرتکب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔غور کیجیے یہ الزام کن لوگوں کا ہے جو ادب و احترام کے ٹھیکیدار اور اہل سنت والجماعت کے دعویدار ہیں حالانکہ رافضی ہیں۔

بدعت کا الزام:

بلکہ توضیح وتلویح میں اس کو بدعت قرار دے کر کہا ہے کہ اس بدعت کے مطابق سب سے پہلے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا۔

[أنَّ القضاء بشاهد و يمين بدعة و اوّل من قضى به مُعَاوية ۔]

(التوضيح مع التلويح :۲/۱۶، طبع قديمى كتب خانه بالمقابل آرام باغ كراچى۔ و فى نسخة ،صفحه: ۴۳۰، ط نور محمد اصح المطابع كراچى)

گستاخی کا اقرار:

ملا جیون حنفی لکھتا ہے:

[قد نَقَلْنَا كُلَّ هَذَا عَلَىٰ نَحو مَا قَالَ اسلافنا و ان كنا لم نجترِئ عَلَيْهِ]

’’ہم نے یہ سب کچھ وہی نقل کیا جو ہمارے اسلاف نے کہا اگرچہ ہم اس کی جرأت نہیں رکھتے۔‘‘

اسی آخری جملہ [لم نجترى عليه] پر حاشیہ نمبر ۲۱ کے تحت محشی نور الانوار رقمطراز ہیں:[لِاَنَّ فى هذا البيان سوءَ الادب] کیونکہ اس میں سوء ادب (گستاخی) پایا جاتا ہے۔

لیجیے جناب گستاخی کا اقرار بھی موجود ہے اور ملا جیون کا یہ لکھنا کہ ہم یہ لکھنے پر مجبور ہیں کہ ہمارے اسلاف نے کہا ہے ’’عذر گناہ بدتر از گناہ کے‘‘ مصداق ہے۔ ثابت ہوا حنفیت کی پوری تاریخ اس گستاخی سے پر ہے۔

غیر کی نظر کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر
دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

جھنگوی کا ابن عباس رضی اللہ عنہما پر افترا:

اعتراض ⑤: مقلد جھنگوی راقم ہے اس حدیث کے راوی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں وہ بیان کرتے ہیں اور یہ بھی غیر مقلد مانتے ہیں حدیث کا راوی حدیث کا مفہوم دوسرے لوگوں سے زیادہ سمجھتا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی: ۱/ ۲۵۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[مَعْنٰی هذا الحديث عندی اَنَّ ما تطلقون انتم ثلاثا كانوا يطلقون واحِدَةً فِي زَمِن النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبِی بَكْرٍ و عُمَرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔] (بیهقی: ۷/ ۳۳۸)

فرماتے ہیں اب جو تم تین طلاقیں دیتے ہوئے حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں ایک دی جاتی تھی۔ (تحفۃ اہل حدیث، ص: ۴۹، ۵۰)

جواب: یہ غالی مقلد جھنگوی کا مفسر قرآن ابن عباس رضی اللہ عنہما پر صریح بہتان ہے۔ ہمارا چیلنج ہے کہ جھنگوی میں اگر دم خم ہے تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ اثر بسند صحیح ثابت کرے۔ لیکن ان شاء اللہ تا قیامت یہ ثابت نہیں کر سکتے۔ ﴿ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ﴾

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

فیصلہ فاروقی کی حیثیت:

اعتراض ⑥: اگر ایک مجلس کی تین طلاق کو تین تسلیم کرلیں تو پھر لازم آئے گا کہ عہد نبوی و صدیقی اور ابتدائے عہد فاروقی تک قرآن سے مذاق چلتا رہا اور عمر رضی اللہ عنہ نے منع کیا اور فیصلہ عمر رضی اللہ عنہ شرعی ہے وگرنہ تین طلاق دے کر کتاب اللہ سے استہزاء جائز۔ (تحفہ، ص: ۵۰، ۵۱)

جواب 1= جہاں تک عہد نبوی و صدیقی میں اس مذاق کا جاری رہنا ہے اس کی

تردید نبی ﷺ کے اس عمل سے ہو جاتی ہے جو حدیث محمود بن لبید (نسائی) میں مروی ہے کہ آپ ﷺ اس پر شدید غصہ میں آ گئے۔ لہٰذا ہم تو صحابہ کرام کے بارے میں اس بدگمانی سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ وہ مذاق پر عمل پیرا رہے ہوں البتہ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان خطا کار ہے اگر کوئی ایسی غلطی کر بیٹھتا تو اس کے بارے میں یہی فیصلہ ہوتا کہ اس کی یکبارگی تین طلاقیں ایک ہی ہے۔

جواب 2= جہاں تک فتویٰ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہے کہ وہ اجتہادی وتعزیری تھا یا شرعی؟ تو اس میں یہ بات ملحوظ رہے کہ شریعت کو منسوخ یا تبدیل کرنے کا حق خلیفہ راشد کو بھی حاصل نہیں۔ البتہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جو فیصلہ کیا وہ ایک وقتی ضرورت تھا جس کی تصریح صحیح مسلم میں موجود ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: [فلما تتابع الناس] (صحیح مسلم، رقم: ٣٦٧٦) جب لوگ پے در پے (مسلسل) یکبارگی تین طلاقیں دینے لگ گئے تو اس موقع پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ ہم ان پر یہ چیز نافذ کر دیں۔

معلوم ہوا جب شریعت کو مذاق بنایا جانے لگا تو اس مذاق سے روکنے کے لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آرڈیننس جاری کیا اور یہ طے شدہ بات ہے کہ اجتہادی معاملات وقتی اور عارضی ہوتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ تعزیری تھا نہ کہ شرعی۔

1. اگر یہ حکم تشریعی ہوتا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے فیصلے کی بنیاد قرآن مجید کی کسی آیت یا حدیث رسول ﷺ کو قرار دیتے نہ کہ اسے اپنی طرف منسوب کرتے [فَامْضَيْنَاهُ ہم اس کو نافذ کر دیں] کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ شارع نہیں تھے بلکہ شارع علیہ السلام کے ایک خلیفہ تھے جسے تعزیر کا حق ہے۔
2. اگر کوئی کام پہلے سے رائج اور نافذ ہو تو اس کے بارے میں تو کوئی بھی یہ نہیں کہتا ہم یہ کام رائج یا نافذ کر دیں وگرنہ یہ تو ایسے ہی ہوگا جیسے کوئی زنا، قتل، یا تہمت جیسے جرائم کے متعلق کہے ہمیں انہیں حرام کر دینا چاہیے پس وہ انہیں حرام قرار دے دے یا طہارت یا وجوب رمضان یا غسل جنابت جیسے فرائض کے متعلق کہے ہمیں فرض

کر دینے چاہیے پس وہ انہیں فرض کر دے۔ یعنی جو شئے پہلے ہی شرعاً حلال یا حرام ہو اُسے کسی اور کا حلال یا حرام کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور اسے حق بھی کیا ہے؟

فیصلہ فاروقی اور علماء احناف

① علامہ شیخی زادہ المعروف بدماوافندی حنفی کا فیصلہ:

علامہ شیخی زادہ المعروف بدماوافندی حنفی (المتوفی ۱۰۷۸) رقمطراز ہیں:

[واعلم انّ فی صدر الاوّل اذا ارسل الثلاث جملة لم یحکم الا بوقوع واحدة الی زمن عمر رضی اللّٰہ عنه ثم حکم بوقوع الثلاث لکثرته بین الناس تهدیداً۔]

(مجمع الانهر فی شرح منتقی الابهر: ۶/۲، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)

”تو جان لے ! بے شک صدر اوّل (عہد نبوی و عہد صدیق اور ابتدائی عہد عمر رضی اللہ عنہ) میں جب اکٹھی تین طلاقیں دی جاتی تھیں تو صرف ایک طلاق شمار ہوتی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک ایسے ہی رہا پھر جب لوگ کثرت سے طلاقیں دینے لگ گئے پھر ڈرانے دھمکانے کے لیے بطور سزا تین کو تین شمار کیا گیا۔“

② صاحب درمختار کا فیصلہ:

علامہ محمد بن علی المعروف بالعلاء الحصکفی الحنفی (المتوفی: ۱۰۸۸ھ) لکھتے ہیں:

[واعلم انه کان فی الصدر الاوّل اِذَا ارسل الثلاث جملة لم یحکم الا بوقوع واحدة الی زمن عمر رضی اللّٰہ عنه ثم حکم بوقوع الثلاث سیاسة لکثرته من الناس کما فی القهستانی عن الترشاشی] (الدر المنتقی فی شرح الملتقی: ۶/۲، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت تحت مجمع الانهر)

۳ علامہ شمس الدین محمد قہستانی کا فیصلہ:

علامہ شمس الدین متوفی ۹۵۳ھ نے جامع الرموز شرح نقایہ ص:۲۲۱، میں یہی بات کہی ہے۔

۴ علامہ طحطاوی حنفی کا فیصلہ:

علامہ احمد بن محمد طحطاوی (المتوفی ۱۲۳۱ھ) جو کہ مشہور حنفی فقیہہ اور علامہ (ابن عابدین) شامی کے استاذ ہیں، انھوں نے طحطاوی حاشیہ درمختار (۱۰۵/۲) میں تقریباً یہی بات درج کی ہے۔

۵ حافظ محمد قاسم قاسمی دیوبندی کا فیصلہ:

> ”لیکن جب دورِ عمر رضی اللہ عنہ میں طلاقوں کی کثرت ہوئی تو ان کو تین شمار کرنے کی اجازت دے دی گئی فاروق اعظم نے یہ بات یونہی نہیں کہی بلکہ جب طلاقوں کا رواج کثرت سے ہو گیا تو آپ نے صحابہ کبار سے مشورہ لیا اور شوہروں کے کان گرم کرنے کی مصلحت سے تین طلاق شمار کرنے کی اجازت عام فرما دی۔“ (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ص:۱۵۶، مکتبۂ اعظمی، اقبال روڈ میر پور، آزاد کشمیر، تاریخ اشاعت نومبر ۱۹۸۴ء)

اس کتاب کے پیش لفظ حکیم عزیز الرحمن صاحب اعظمی استاد جامعہ طیبہ دارالعلوم دیوبند تعارف ڈاکٹر شمس تبریز خان صاحب مجلس تحقیقات ونشریات اسلامی ندوۃ العلماء لکھنو تقریظ مولوی شمیم احمد صاحب، شیخ الحدیث وصدر المدرسین مدرسہ العلوم حسین بخش دہلی، اور قاری حافظ عبد الحفیظ جنیدی خطیب جامع مسجد معسکر بنگلور کی ہے۔

ان حنفی فقہا کی مصدقہ عبارت سے واضح ہو گیا کہ صدر اوّل سے لے کر عہد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تک جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیتا تو اس پر صرف ایک طلاق کا حکم لگایا جاتا تھا۔ پھر جب لوگوں نے کثرت سے طلاقیں دینی شروع کر دی تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اس حرام فعل سے روکنے کے لیے سیاسی اور تہدیدی طور پر تین کا نفاذ کیا۔

سمجھنے کو تو وہ سب داستان غم سمجھتے ہیں
جو مطلب کہنے والے کا ہے اس کو کم سمجھتے ہیں

الزام ارباب:

اعتراض ⑥: غیر مقلد نے یقیناً شرعی حکم بدل ڈالا اور حرام کو حلال کرنے والا حرامہ کیا۔ اب غیر مقلدین کی ہر مسجد اور الدعوہ رسالہ کے دفتر میں غیر مقلدین کے رب بیٹھے ہیں جو اللہ کے حرام کو حلال کرتے ہیں۔ (ملخص تحفہ اہل حدیث:۵۲)

جواب: اہل حدیث تو صرف اللہ احکم الحاکمین کو رب مانتے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی حلال کردہ اشیاء کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتے ہیں ہمارے نزدیک تو نبی ﷺ کی بات کے مقابلہ میں ہر امتی کی بات قابل ردّ ہے جب کہ اس کے برعکس احناف نے اپنے مجتہدین اور مفتیان کو منصب رسالت دے رکھا ہے ''قول مجتہد کو قولِ رسول قرار دیا جاتا ہے'' (الورد الشذی علی جامع الترمذی،ص:۲، طبع معہد الخلیل الاسلامی بہادر آباد کراچی) کہیں لوگوں کی عزت و آبرو کو تار تار کرنے کے لیے حلالہ جیسے ملعون عمل پر شرعی کا لیبل لگا کر عورتوں کی عزت سے کھیل کر حرامہ کا ارتکاب کیا جاتا ہے اور کہیں نصوص کتاب وسنت میں تحریف وتاویل کے ذریعہ دین اسلام کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔

اعتراض ⑦: جب عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان کیا تو کتنے صحابہ کرام جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر قائم رہے اور کتنے تھے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کا حکم چھوڑ کر حضرت عمر کے غیر شرعی فیصلہ کو مانا اسی طرح حضرت عثمان وعلی کے دور میں ان کے فتاوے شریعت محمدیہ کے مطابق تھے یا شریعت عمر پر۔ (ملخص تحفہ اہل حدیث:۵۳)

جواب: آل تقلید کا یہ اعتراض کوئی وقعت نہیں رکھتا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ محض ایک وقتی آرڈیننس کے تھا نہ کہ شرعی حکم کے طور پر جیسا کہ ہم اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔ مقلدین کا یہ گروہ چونکہ حنفی مکتبہ فکر سے منسلک ہیں اس لیے وہ اس عقدہ کو حل کریں کہ قرآن مجید میں بچے کو دودھ پلانے کی مدت دو سال مقرر ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے

① ﴿ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ

الرَّضَاعَةَ﴾ (البقرة:۲/۲۲۳)

② ﴿وَ فِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ﴾ (لقمان:۱۴)"اور اس دودھ چھڑانا دو سال میں ہے)
جب کہ اس کے برعکس امام ابوحنیفہ کا فتویٰ اڑھائی سال (مدت رضاعت) کا ہے کیا امام ابوحنیفہ قرآن مجید نہیں پڑھے ہوئے تھے پھر ان نصوص قرآن کے خلاف امام ابوحنیفہ نے اجتہاد کیوں کیا؟ کیا وہ (امام) یہ اجتہاد کر کے معاذ اللہ مسلمان رہے یا کافر؟ پھر کتنے لوگ ہیں جو امام ابوحنیفہ کا یہ فیصلہ تسلیم کر کے حنفی شریعت پر رہے اور کتنے مسلمان قرآن و سنت پر گامزن؟ امام ابوحنیفہ کے اس فتویٰ پر جس میں انھوں نے ایک حرام چیز کو حلال کر دیا نہ کوئی عذاب آیا اور نہ کوئی آندھی آج بھی مقلدین بڑی ڈھٹائی کے ساتھ خلاف قرآن اڑھائی سال مدت رضاعت کا فتویٰ دیے جا رہے ہیں میرا سوال یہ ہے کہ کیا مقلدین جو اس فتویٰ پر عمل پیرا ہیں کیا وہ مسلمان ہیں یا دائرہ اسلام سے خارج ؟ جو مفتی یہ فتویٰ دے رہے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ بالتفصیل وضاحت کیجیے۔

لوگ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا
ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام

میں نے فقہ حنفی کا یہ مسئلہ اور آپ کے الفاظ میں تبصرہ اس لیے تحریر کیا ہے تاکہ ایسے غالی مقلدین جو تقلیدی جمود میں حد انصاف سے تجاوز کر جاتے ہیں ان کو آئینہ دکھایا جا سکے۔
یہ تو ایک مسئلہ ہے ورنہ بیسیوں ایسی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں کہ امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب فقہ میں کس قدر ایسے اقوال ہیں جو کہ شریعت محمدیہ سے صریح متصادم ہیں۔
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی ہے اور احناف اس کو تسلیم کر کے بھی کہہ دیتے ہیں حق اور انصاف کی بات یہی ہے کہ ازروئے قرآن و حدیث امام شافعی کا مسئلہ راجح ہیں لیکن ہم چونکہ امام ابوحنیفہ کے مقلد ہیں لہٰذا ہم پر اپنے امام کی تقلید واجب ہے۔" (تقریر ترمذی، محمود الحسن دیوبندی، ص:۴۹)

کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ ایسے لوگ کافر و مرتد خارج از اسلام ہیں یا مسلمان؟
آپ نے "اغاثة اللهفان" میں عمر رضی اللہ عنہ کے مذکور رجوع کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی سند میں خالد بن یزید بن ابی مالک ضعیف راوی ہے۔ (تحفہ اہل حدیث: ۵۳)

خالد بن یزید بن ابی مالک کی توثیق کرنے والے ائمہ محدثین:

۱ حنفی اصول کے مطابق امام بخاری کے نزدیک بھی خالد ثقہ ہے: کیونکہ امام بخاری نے ان کو اپنی تاریخ کبیر (۱۶۳/۳) پر ذکر کر کے سکوت اختیار کیا ہے۔ مولوی ظفر احمد عثانی حنفی "قواعد فی علوم الحدیث" (ص: ۳۵۸) پر رقمطراز ہیں:

[سکوت ابن ابی حاتم او البخاری عن الجرح فی الراوی توثیق له]

"امام ابن ابی حاتم رازی یا امام بخاری کا راوی پر جرح کرنے سے سکوت اختیار کرنا اس کی توثیق ہے۔"

اور صفحہ ۳۲۳ پر لکھا ہے:

[كلُّ مَن ذكره البخاری فی تواریخه وَ لَمْ يَطْعَنْ فِيه فهو ثقة]

"ہر وہ راوی جسے امام بخاری نے اپنی تواریخ میں ذکر کر کے طعن نہیں کیا وہ ثقہ ہے۔"

۲ مجتہد مطلق امام احمد بن حنبل نے ثقہ کہا ہے: امام حمزہ سہمی، امام ابن شاہین سے ناقل ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے موصوف خالد کو ثقہ کہا ہے۔ امام ابو حفص ابن شاہین نے کہا مجھے ٹھیک سے پتہ نہیں کہ یہ توثیق امام احمد بن حنبل نے خالد بن یزید بن عبد الرحمٰن بن ابی مالک کی ہے یا یہ کہ خالد بن یزید بن حبیب کی؟ مگر آخر میں امام ابو حفص ابن شاہین نے یہ کہا کہ چونکہ امام احمد بن حنبل و احمد بن صالح موصوف خالد کی توثیق پر متفق ہیں اس لیے انھیں ضعیف قرار دے کر مجروح نہیں کیا جا سکتا۔"
(تاریخ جرجان للسّهمی، ص: ۶۵۲، ۶۵۳)

اسی طرح ابن شاہین نے خالد کو تاریخ اسماء الثقات (۳۱۵) میں ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے:

[ثقه صادق قاله عثمان بن ابی شیبه۔] (نسخة اخری، ص: ۲۶۷، ط، دار الکتب العلمية)

اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ امام ابن شاہین کو آخر میں یقین ہو گیا تھا کہ امام احمد بن حنبل نے خالد موصوف کو ہی ثقہ کہا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل نے بھی موصوف کی توثیق مطلق کی ہے۔

۳ امام ابن عدی نے ثقہ کہا ہے: ۴ امام ابوزرعہ،

۵ احمد بن صالح مصری، ۶ وعجلی نے موصوف خالد کو ثقہ کہا ہے۔

۷ امام الجرح والتعدیل دُحیم نے موصوف کو "صاحب فتیا" یعنی مفتی کہا ہے۔

امام ابن عدی نے فرمایا ہے کہ موصوف کی روایت کردہ احادیث قابل قبول ہیں اِلَّا یہ کہ موصوف کسی ضعیف راوی سے روایت کریں یا موصوف سے کوئی ضعیف راوی روایت نقل کرے وہ مقبول نہیں۔

۸ امام ابن حبان نے موصوف کو "فقہاء اہل شام" میں سے قرار دیا اور کہا کہ موصوف خالد روایت میں صدوق ہیں اور جرح کے بالمقابل تعدیل وتوثیق سے قریب تر ہیں۔ الخ۔

خالد موصوف کے بارے میں منقول کلمات جرح میں ابو داؤد اور یحیٰی بن معین کی جرح کے علاوہ تمام جرحیں مبہم ہیں جو اصول حدیث کی رو سے تعدیل کے مقابلہ میں معتبر نہیں۔

امام ابو داؤد سے ایک قول یہ مروی ہے:

[كان بدمشق رجلٌ يقال له خالد بن يزيد متروك الحديث۔]

"دمشق میں خالد بن یزید نامی ایک شخص تھا جو متروک الحدیث ہے۔" (تہذیب)

خالد بن یزید نامی دمشقی کئی راوی ہیں ہمارے خیال سے دمشق کے رہنے والے جس خالد بن یزید کو امام ابوداؤد نے متروک الحدیث کہا وہ زیر نظر خالد کے علاوہ کوئی دوسرا راوی ہے اس سے اس بات کی تعیین نہیں ہوتی کہ زیر ترجمہ خالد ہی کو امام ابوداؤد نے متروک الحدیث کہا ہے اور جب یہ بات ہے تو امام ابوداؤد کی طرف تجریح مذکور کا انتساب مشکوک ہونے کے سبب ساقط ہے۔

خالد کی توثیق پر جب امام احمد بن حنبل اور احمد بن صالح مصری متفق ہیں تو موصوف

کو مطعون و مجروح قرار نہیں دینا چاہیے۔ امام ابن عدی و ابن شاہین نے موصوف کی بابت علماء جرح وتعدیل کے اقوال کا موازنہ کرنے کے بعد ہی موصوف کی توثیق کی ہے۔

امام یحییٰ بن معین کی جرح کا جواب:

امام یحییٰ بن معین کے شاگرد خاص امام ابو زرعہ دمشقی نے موصوف خالد کی توثیق مطلق کی ہے[امام ابو زرعہ علمی امور میں ابن معین سے تبادلہ خیال کیا کرتے تھے۔] (مقدمہ تاریخ دمشق لابی زرعہ،ص:۳۷) جس سے مستفاد ہوتا ہے کہ خالد پر ابن معین کی تجریح مذکور کو یا امام ابو زرعہ نے صحیح نہیں مانا یا اس کا معنی ومطلب ایسا سمجھا جو جرحِ قادح نہیں، یہ ایک حقیقت ہے کہ بعض وجوہ سے کچھ ثقہ افراد کو امام ابن معین نے غلطی سے کذاب قرار دے دیا ہے جس کو اہل علم نے نا قابل قبول قرار دے کر ان رواۃ کو ثقہ ہی مانا ہے۔

ہوسکتا ہے امام ابن معین نے خالد کی نقل کردہ جن روایات کو مکذوب سمجھ رکھا ہو وہ خالد کی اپنی مکذوبہ نہ ہوں۔ درحقیقت وہ مکذوبہ تو نہ ہوں مگر انھیں ابن معین نے مکذوب سمجھ لیا ہو۔ خالد کے دفاع میں ابن معین کے قول مذکور کے سلسلے میں یہ بات ہم اس لیے کہہ رہے ہیں کہ ابن معین کی تجریح کی طرف دھیان دیئے بغیر امام ابو زرعہ دمشقی و عجلی، ابن عدی ابن شاہین احمد بن حنبل وغیرہم نے موصوف کی توثیق کی ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل کی تین باتوں کو احادیث صحیحہ کے مطابق ظاہری اعتبار سے کذب سے تعبیر کیا گیا ہے لیکن یہ معلوم ہے کہ اس ظاہری بات کی بناء پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ثابت شدہ ثقاہت مجروح نہیں ہوسکتی اور حقیقت میں باعتبار ظاہر کذب قرار دی جانے والی یہ تینوں باتیں کذب بھی نہیں ہیں۔

اسی طرح ہم موصوف خالد کا معاملہ بھی سمجھتے ہیں کیونکہ ان کی توثیق عام علماء جرح و تعدیل نے ابن معین وغیرہ کی تجریح کا علم رکھنے کے باوجود کی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان حضرات کی نظر میں راجح بات یہ ہے کہ موصوف خالد پہ تجریح ابن معین وغیرہ قادح جرح کے درجہ میں نہیں۔ اس لیے ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ موصوف خالد ثقہ ہے ان کے بارے

میں "الجرح مقدّم علی التعدیل" کا قاعدہ اس لیے نہیں چل سکتا کہ اس اصول سے با خبر علمائے جرح وتعدیل نے موصوف پر جرح ابن معین وغیرہ کو کالعدم قرار دیا ہے۔

(منتخب از تنویر الافاق، ص: ۲۴۲)

جب موصوف خالد کا مطلقاً ثقہ ہونا ہمارے نزدیک راجح ہے تو اپنے باپ (جو کہ ثقہ ہے) سے موصوف کی نقل کردہ زیر بحث روایت یقیناً معتبر ہونی چاہیے۔اور اسے ساقط الاعتبار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ زیادہ سے زیادہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے خالد بن یزید مختلف فیہ راوی ہے اور مختلف فیہ راوی کی حدیث احناف کے ہاں درجہ حسن سے کم نہیں جیسا کہ

① دیوبندی امام سرفراز صفدر صاحب ایک راوی کا دفاع کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "ہاں وہ مختلف فیہ ہیں (فحدیثہ حسن) ان کی حدیث حسن ہے۔" (احسن الکلام: ۱/ ۱۱۸، واخفاء الذکر ص ۶۶)

② یہی بات (کہ مختلف فیہ راوی کی روایت درجہ حسن سے کم نہیں) مفتی تقی عثمانی حنفی دیوبندی نے (درسِ ترمذی: ۳/ ۹۸، ۱۶۸، ۱۷۳) اور (۳/ ۳۴۱) پر لکھی ہے اور

③ مولوی عبد القیوم حقانی نے توضیح السنن (ص: ۶۹۱) اور

④ ظفر احمد تھانوی نے اعلاء السنن میں متعدد مقامات مثلاً صفحہ نمبر (۱/ ۶۲، ۱/ ۷۴، ۱/ ۱۶۹، ۱/ ۳۴۲) پر اور اسی طرح

⑤ صاحب "نفحات التنقیح" شرح مشکوۃ المصابیح نے اپنی کتاب میں (۲/ ۱۶۱، ۳۹ ۷) پر لکھی ہے۔ لہٰذا خالد موصوف کو مختلف فیہ بھی کہہ لیں تب بھی یہ روایت درجہ حسن سے کم نہیں بنتی۔

⑥ مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی لکھتے ہیں۔ مختلف فیہ راوی حجت ہیں اگرچہ وہ صحیح کے راوی کی طرح حجت نہیں۔ (قواعد فی علوم الحدیث: ۳۵۰)

⑦ متعصب مقلد ماسٹر امین اوکاڑوی لکھتا ہے تو راوی مختلف فیہ ہوگا۔ درجہ حسن میں آئے گا۔ (مجموعہ رسائل ط: جدید: ۱/ ۱۹۶، ط، قدیم: ۱/ ۲۲۷)

ادلہ اہل حدیث از قرآن مجید

دلیل نمبر ۱:

﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾ (ترجمہ) طلاق (رجعی) دو دفعہ ہے یا تو اچھے طریقہ سے روک لینا ہے یا پھر شائستگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

استدلال:

اس آیت مبارکہ میں کلمہ ﴿مَرَّتَانِ﴾ قابل غور ہے ﴿مَرَّتَانِ﴾ یہ مرۃ کا تثنیہ ہے جس کا معنی ایک بار یا ایک دفعہ ہے تو ﴿مَرَّتَانِ﴾ کا معنی ہوا مرۃ بعد مرۃٍ ایک دفعہ کے بعد دوسری دفعہ نہ کہ محض لفظی تکرار اس کی امثلہ قرآن مجید سے ملاحظہ ہوں۔

① ﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ﴾ ''ہم ان کو دو بار عذاب دیں گے۔ (التوبۃ:۱۰۱)

② ﴿اَوَ لَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ﴾ ''کیا وہ نہیں دیکھتے کہ بے شک وہ ہر سال ایک یا دو مرتبہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں۔'' (التوبۃ:۱۲۶)

③ ﴿وَ قَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ﴾ ''ترجمہ: ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں فیصلہ سنا دیا تھا تم زمین ہر صورت دوبارہ فساد کرو گے۔'' (بنی اسرائیل:۴)

④ ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ﷾﴾ ''ترجمہ: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، لازم ہے کہ تم سے اجازت طلب کریں وہ لوگ جن کے مالک تمہارے

دائیں ہاتھ ہوئے اور وہ بھی جو تم سے بلوغت کو نہیں پہنچے فجر کی نماز سے پہلے اور جس وقت دوپہر کو تم اپنے کپڑے اتار دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد یہ تین اوقات تمہارے لیے پردے کے اوقات ہیں۔(النور:۵۸)

اس آیت میں ﴿ثلاث مرّات﴾ تین دفعہ کا معنی واضح کیا گیا ہے کہ یہاں تین الگ الگ اوقات ہیں نہ کہ ایک زمانہ میں تین اوقات کا اجتماع ان قرآنی آیات سے واضح ہو گیا کہ لفظ ﴿مَرَّتَانِ﴾ میں تفریق کا مفہوم شامل ہے لہٰذا اس قاعدہ کے مطابق ﴿مَرَّتَانِ﴾ کا معنی بھی لازمی طور پر طلاق دو دفعہ ہی ہے اکٹھی دو طلاقیں ہرگز نہیں بلکہ دو الگ الگ مواقع میں طلاق دینا ہے اور ان ہر دو مواقع میں مرد کو دوران عدت رجوع کا حق حاصل ہے۔

لفظ ﴿مَرَّتَانِ﴾ اور مفسرین:

① امام رازی لکھتے ہیں: [طلّقوا مرتین یعنی دفعتین] دو مرتبہ طلاق دو یعنی دو دفعہ (تفسیر الکبیر:۶/۱۰۳) پھر مزید لکھتے ہیں:

[انّ الطلاق المشروع متفرق لانّ المرّات لا تکون الا بعد تفرق بالاجماع]

''مشروع طلاق یہ ہے کہ الگ الگ طلاق دی جائے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ مرّات تفریق کے بعد ہی ممکن ہے۔''

اور ماسٹر امین اوکاڑوی لکھتا ہے:''اجماع کا تارک بنص کتاب وسنت دوزخی ہے۔''

(تجلیات:۷/۲۳۸)

علامہ زمخشری کا فیصلہ:

② علامہ زمخشری (محمود بن عمر، التوفی:۵۲۸ھ) اپنی تفسیر کشاف میں لکھتے ہیں:

[الطلاق بمعنی التطلیق کالسلام بمعنی التسلیم ای التطلیق

الشرعی تطلیقة بعد تطلیقة علی التفریق دون الجمع والارسال دفعة واحدة۔]

"طلاق تطلیق (طلاق دینے) کے معنی میں ہے جیسا کہ سلام تسلیم (سلام کرنے) کے معنی میں ہے یعنی شرعی طور پر طلاق دینے کا مطلب یہ ہے کہ طلاق کے طلاق دی جائے اور علیحدہ علیحدہ نہ کہ ایک ساتھ اور ایک بار ایک دم۔"

اور علامہ زمخشری کے بارے مشہور مقلد دیو بندی امام سرفراز صفدر لکھتا ہے (ہم نے علامہ زمخشری کی عبارت سے) صرف امام عربیت ہونے کی وجہ سے حل عبارات میں استدلال کیا ہے اور ان کے امام اہل عربیت ہونے کا کوئی منکر نہیں ہے۔ (ازالہ الریب، ص:۱۳۵، طبع ہفتم)

امام عربیت کے قول سے بھی واضح ہو گیا کہ ﴿مَرَّتَانِ﴾ کا معنی الگ الگ اوقات میں طلاق دینا ہے نہ کہ یکبارگی۔

محمد تھانوی حنفی کا فیصلہ:

③ اشرف علی تھانوی کا استاد محمد تھانوی حاشیہ نسائی میں لکھتا ہے:

[الطلاق مرتان معناه مرّة بعد مرّةٍ فالتطليق الشرعي على التفريق دون الجمع والارسال مرّة واحدةً]

"شرعی طلاق متفرق طور پر ایک طلاق کے بعد دوسری طلاق ہونی چاہیے نہ کہ ایک ہی بار اکٹھی طلاقیں۔" (دیکھیے حاشیہ نسائی:۲/ ۲۹ بحوالہ مجموعہ مقالات علمیہ، ص:۲۶)

④ تقریباً یہی بات سندھی حنفی نے حاشیہ نسائی میں کہی ہے۔ (حاشیہ نسائی درسی:۲/ ۹۹)

⑤ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا فیصلہ:

اللہ تعالیٰ کے ﴿مَرَّتَانِ﴾ فرمانے اور ثنتان نہ فرمانے میں اس امر کی دلیل ہے کہ ایک ہی دفعہ دو طلاقیں دینا مکروہ ہے کیونکہ ﴿مَرَّتَانِ﴾ کا لفظ عبارۃ تو تفریق پر دلالت کرتا ہے اور اشارۃ عدد پر اور الطلاق میں الف لام جنس کے لیے ہے اور جنس کے علاوہ اور کچھ

نہیں پس قیاس تو یہ چاہتا تھا کہ اکٹھی دو طلاقیں معتبر نہ ہوں اور جب دو طلاقیں معتبر نہ ہوئیں تو تین طلاقیں اکٹھی دے دینی بدرجہ اولیٰ معتبر نہ ہوں گی کیونکہ تین میں دو کے علاوہ اور زیادتی ہے۔(تفسیر مظہری اردو:۴۹۳) مزید تفصیل کے لیے دیکھئے تفسیر ذخیرۃ الجنان، فی فھم القرآن از سرفراز صفدر:۲/ ۲۱۸)

امام رازی کا فیصلہ:

[ثم القائلون اختلفوا علی قولین الاوّل هو اختیار کثیر من علماء الدین انه لو طلقها اثنین او ثلاثا لا تقع الا واحدة و هذا القول هو الاقیس لان النهی یدل علی اشتمال المنهی عنه علی مفسدة راجحة والقول بالوقوع سعی فی إدخال تلك المفسدة فی الوجود انه غیر جائز فوجب ان یحکم بعدم الوقوع]

"کثیر علمائے دین کا کہنا ہے جو شخص بیک وقت دو یا تین طلاقیں دیتا ہے وہ صرف ایک ہی واقع ہوتی ہے اور یہی قول قیاس کے سب سے زیادہ موافق ہے کیونکہ کسی چیز سے منع کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ چیز کسی بڑے مفسدہ اور خرابی پر مبنی ہے اور وقوع طلاق کا قائل ہونا اس مفسدہ اور خرابی کو وجود میں لانے کا سبب ہے اور یہ جائز نہیں پس طلاق کے واقع نہ ہونے کا حکم لگانا لازم ٹھہرا۔" (التفسیر الکبیر:۶/ ۱۰۳)

مذکورہ بالا تصریح سے واضح ہو گیا کہ قرآن مجید کا منشاء یہ ہے کہ وقفہ بعد وقفہ طلاق ہونی چاہیے نہ کہ ایک ہی دفعہ کئی طلاقیں لہٰذا اکٹھی طلاقیں ایک رجعی طلاق کے حکم میں ہیں اور دو رجعی طلاقوں کے بعد اگر تیسری طلاق دے ڈالے تو عورت اس شوہر پر قطعی طور پر حرام ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿ فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ﴾ "اور جو لوگ اکٹھی تین طلاقیں نافذ کر دیتے ہیں وہ مرد

کا حق رجوع ضبط کر لیتے ہیں حالانکہ یہ حق اس کو اللہ تعالیٰ نے تفویض کیا ہے۔ ﴿وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ﴾ اور اللہ کا دیا ہوا حق ضبط کرنا سراسر ظلم و نا انصافی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے طلاق کو حدود اللہ قرار دیا: ﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا﴾ (البقرۃ:۲۲۹) یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے تجاوز کرو جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کرتے ہیں وہی ظالم ہیں۔

معلوم ہوا قانون الٰہی سے ہٹ کر طلاقیں دینا حدود اللہ سے تجاوز اور ظلم ہے اور اکٹھی تین طلاقیں دینا بھی ظلم ہے۔

دلیل نمبر۲:

آیت مذکورہ کا شان نزول:

اگر ہم محولہ بالا آیت کے پس منظر یا شان نزول پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ دورِ جاہلیت میں طلاق کی تعداد کا کچھ شمار ہی نہ تھا اور ہر طلاق کے بعد مرد کو عدت کے دوران رجوع کا حق حاصل تھا اس طرح مرد حضرات مظلوم عورت کو خاصا پریشان اور تنگ کرتے رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے مردوں کے حق رجوع کو دو تک محدود کر دیا تاہم بالکل ختم نہیں کیا اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ طلاقوں کے درمیان وقفہ ہو۔

شان نزول سے متعلق حدیث عائشہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرد جتنی بھی طلاقیں چاہتا اپنی عورت کو دیے جاتا اور پھر عدت کے اندر رجوع کر لیتا اگرچہ وہ مرد سو بار یا اس سے بھی زیادہ طلاقیں دیتا جاتا یہاں تک کہ ایک (انصاری) مرد نے اپنی عورت سے کہا:

[وَاللّٰهِ لَا اُطَلِّقُكِ فَتَبِيْنِيْنَ مِنِّيْ وَ لَا اٰوِيْكَ اَبَدًا قَالَتْ وَ كَيْفَ ذَاكَ قَالَ اُطَلِّقُكِ فَكُلَّمَا هَمَّتْ عِدَّتُكِ اَنْ تَنْقَضِيَ رَاجَعْتُكِ]

''اللہ کی قسم میں نہ تو تجھے طلاق دوں گا کہ تو مجھ سے جدا ہو سکے اور نہ ہی تجھے

بساؤں گا اس عورت نے پوچھا وہ کیسے؟ کہنے لگا میں تجھے طلاق دوں گا جب تیری عدت گزرنے کے قریب ہوگی تو رجوع کرلوں گا۔''

وہ عورت یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور اپنا دکھڑا سنایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ماجرا بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموش رہے حتی کہ قرآن نازل ہوا طلاق صرف دو بار ہے پھر یا تو ان مطلقہ عورتوں کو ٹھیک طور پر اپنے پاس رکھو یا پھر اچھے طریقے سے رخصت کردو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس دن سے لوگوں نے نئے سرے سے طلاق شروع کی جس نے طلاق دی تھی اس نے بھی اور جس نے نہ دی تھی، اس نے بھی۔

(جامع الترمذی مع تحفۃ الاحوذی: ۴/ ۴۱۷، رقم: ۱۱۹۲، کتاب الطلاق واللعان، مطبعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس واقعہ میں بھی جو طلاقیں مذکور ہیں وہ متفرق اوقات کی طلاقیں ہیں جنھیں شریعت اسلامیہ نے تین تک محدود کیا نہ کہ یکبارگی طلاقیں۔ معلوم ہوا ﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ﴾ سے مراد بھی متفرق مواقع کی طلاقیں ہیں نہ کہ اکٹھی دی گئی طلاقیں۔

دلیل نمبر۳:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَ لَا يَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ﴾

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (مسلمانوں سے کہہ دیجیے) جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کی عدت کے لیے طلاق دو اور عدت کا شمار کرتے رہو...... تجھے کیا معلوم شاید اللہ اس کے بعد (بہترین یعنی رجوع کی) سبیل کردے۔'' (الطلاق: ۱)

اس آیت میں خطاب مردوں کو ہے عورتوں کو نہیں اور عدت کے شمار کرنے کا حکم ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب یکبارگی تین طلاقوں کو بھی ایک ہی شمار کیا جائے اور

عورت خاوند کی زوجیت میں بھی ہو وگرنہ بہتری اور رجوع کا کوئی موقع باقی نہیں رہ جاتا اور ﴿لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا﴾ کے الفاظ بھی اسی بات کے متقاضی ہیں کہ اگر طلاق دی جائے تو وہ رجعی ہی ہونی چاہیے اور عدت کا شمار بھی اسی لحاظ سے فائدہ مند ہو سکتا ہے۔

دلیل نمبر۴:

﴿فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ﴾

"جب مطلقہ عورتیں اپنی میعاد (یعنی انقضائے عدت) کو پہنچ جائیں تو انہیں یا تو ٹھیک طرح اپنی زوجیت میں رکھو یا اچھی طرح سے علیحدہ کر دو۔" (الطلاق:۲)

۱ اللہ تعالیٰ نے ﴿اَجَلَهُنَّ﴾ کے بعد ﴿فَاَمْسِكُوْهُنَّ﴾ فرمایا ہے اور مطلب یہ ہے کہ بیک وقت تم کتنی ہی طلاقیں کیوں نہ دے دو جب تمہاری بیویاں عدت کے اختتام کو پہنچیں تو تم اگر چاہو تو ان کو روک رکھو یا رکھنا نہیں ہے تو خوبصورتی کے ساتھ انہیں گھر رخصت کر دو" کیونکہ ﴿فَطَلِّقُوْهُنَّ﴾ میں طلاق مطلق ہے تصریح نہیں کہ بیک وقت کتنی طلاق دے کر ﴿اِمْسَاكٌ﴾ کا اختیار ہے لہٰذا یہ اپنے اطلاق پر ہی رہے گا اور مجلس واحد کی ساری طلاقیں ایک طلاق رجعی ہی شمار ہوں گی۔

۲ آیت بالا میں اللہ تعالیٰ طلاق کے بعد مرد کو رجوع کا حق دیا ہے اور دورِ جاہلیت کے لا محدود حق رجوع کو دو بار تک محدود کر دیا ہے کتاب وسنت میں کوئی ایسی نص موجود نہیں جو مرد کے اس حق رجوع کو ساقط قرار دے اب مسئلہ تو ہے کہ اگر کوئی آدمی جہالت یا حماقت کی وجہ سے اکٹھی تین طلاقیں دے بیٹھے اور ان کو تین ہی شمار کر لیا جائے تو یہ حق رجوع کہاں باقی رہا؟ ثانیاً کتاب وسنت میں کوئی دلیل ایسی نہیں جس میں مدخولہ عورت کی کسی ایسی طلاق کا ذکر ہو جو اس کی پہلی طلاق بھی ہو اور آخری بھی ہو اور مرد کا حق رجوع بھی ساقط کر دے۔

ادلہ اہل حدیث از احادیث

دلیل نمبر ۱: حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں حضور ﷺ کے عہد مبارک میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں دو سال تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ایک ساتھ تین طلاق دینے کو ایک طلاق خیال کیا جاتا تھا، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جس کام میں لوگوں کو تاخیر کرنی چاہیے تھی وہ اس میں جلدی کرنے لگے ہیں تو ہم کیوں نہ اس کو نافذ کردیں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نافذ کردیا۔ (صحیح مسلم)

حدیث ابن عباس از مسلم پر دس اعتراضات کی حقیقت:

[از تحفہ اہل حدیث، ص۵۴]

اعتراض ①: اس حدیث میں مجلس واحد کا ذکر نہیں۔

جواب 1= جب بات کا مفہوم واضح ہو تو خاص لفظ کا ہونا ضروری نہیں اور یکبارگی تین طلاق سے مجلس کا مفہوم واضح ہے لہٰذا یہ اعتراض لغو ہے۔

جواب 2= حنفی مقلد ماسٹر امین اوکاڑوی کہتا ہے: ’’جب لفظ کا مطلب موجود ہو تو لفظ کا مطالبہ کرنا یہ ایک دھوکہ ہوتا ہے۔‘‘ (فتوحات صفدر: ۱/ ۲۰۸)

مزید لکھتا ہے: مدعی سے دلیل خاص کا مطالبہ کرنا...... الخ۔ یہ محض دھوکہ وفریب و مرزا قادیانی کی سنت ہے۔‘‘ (مجموعہ رسائل: ۱/۱۶۵)

مزید کہتا ہے:

’’مدعی سے بھی دلیل کا مطالبہ تو کیا جا سکتا ہے مگر دلیل خاص کا مطالبہ جائز

نہیں ہوتا یہ تو کافروں کا طریقہ تھا کہ وہ ان معجزات کو نہیں مانتے تھے جو نبی پاک کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے بلکہ اپنی طرف سے شرطیں لگا لگا کر فرمائشی معجزات کا مطالبہ کرتے تھے۔'' (تجلیات صفدر ۱/۹۰، ط۔ مکتبہ مدادیہ)

معلوم ہوا جھنگوی نے دلیل خاص کا مطالبہ کر کے بقول امین اوکاڑوی کافروں و قادیانیوں کا طریقہ اپناتے ہوئے دھوکہ دینا چاہا ہے۔

اعتراض ②: محدثین نے اس میں کلام کیا ہے۔ (تحفہ:۵۴)

جواب 1= محدثین کا وہ کلام نقل کیا جاتا تو بہتر تھا تاکہ اس کی بھی وضاحت ہو جاتی۔

جواب 2= بخاری و مسلم کی صحت پر امت کا اجماع ہے جیسا کہ دیوبندی امام سرفراز صفدر صاحب راقم ہیں:

''امام مسلم (المتوفی ۲۶۱ھ) صحیح مسلم شریف کے مؤلف ہیں جو بخاری شریف کے بعد تمام حدیث کی کتابوں میں پہلے درجہ پر صحیح تسلیم کی جاتی ہے اور امت کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ بخاری و مسلم دونوں کی تمام روایتیں صحیح ہیں۔'' (احسن الکلام، ص ۲۳۳۔۲۳٤، حاشیہ نمبر ۱)

بقول ماسٹر امین اوکاڑوی تارک اجماع بنص کتاب وسنت دوزخی ہے۔ (تجلیات :۷/ ۲۳۸)

احناف بالعموم اور دیوبندی بالخصوص صحیح مسلم پر تنقید کر کے کیوں دوزخی بن رہے ہیں۔

اعتراض ③: اس میں تفصیل نہیں کہ ان مقدمات کا فیصلہ حضور ﷺ اور شیخین کے سامنے ہوتا تھا۔

جواب 1= عہد نبوی ﷺ میں مقدمات کے فیصلوں کے لیے کیا معاذ اللہ کوئی الگ عدالت بھی قائم تھی؟ نہیں اور یقیناً نہیں تو معلوم ہوا یہ فیصلہ (تین طلاق کے ایک ہونے کا) آپ ﷺ خود سماعت فرماتے رہے۔

اسی طرح عہد صدیقی میں بھی لوگوں کے معاملات کا فیصلہ سیدنا صدیق اکبر کیا کرتے

تھے نہ کہ کوئی الگ عدالت قائم تھی۔ لہٰذا یہ اعتراض بھی فضول ہے۔

جواب 2=متعصب دیوبند محمود عالم صفدر اوکاڑوی راقم ہے۔ صحابی کہے :[انهم كانوا يفعلون في زمان النبي ﷺ كذا] یہ بھی حکماً مرفوع ہی ہے یہ اس لیے کہ چونکہ صحابہ کو دینی امور کے متعلق آنحضرت ﷺ سے تحقیق کرنے کا نہایت شغف تھا۔ لہٰذا ممکن نہیں کہ آپ اطلاع کیے بغیر انھوں نے اس فعل کو کیا ہو علاوہ اس کے وہ وحی کا زمانہ تھا اس لیے اگر وہ فعل ناجائز ہوتا تو ممکن نہیں صحابہ اس کو ہمیشہ کریں اور بذریعہ وحی روکے نہ جائیں۔ (قطرات العطر :۲۴۹-۲۴۸)

اعتراض ④: یہ مسلم کی حدیث دوسری متعہ والی حدیث کی طرح ہے جس میں آرہا ہے کہ ہم حضور ﷺ کے زمانہ میں متعہ کرتے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں متعہ کرتے عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں منع کر دیا۔

جواب 1=متعہ کی حرمت الی یوم القیامۃ (قیامت کے دن تک) تو نبی ﷺ سے ثابت ہے جیسا کہ صحیح مسلم ہی میں مذکور ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

[يايها الناس انى قد اذنت لكم فى الاستمتاع من النساء و اِنّ الله قد حرم ذالك الى يوم القيامة۔ الخ۔]

"اے لوگو! میں نے تم کو عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کی اجازت دی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قیامت تک کے لیے حرام کر دیا۔" (صحيح مسلم كتاب النكاح باب الاذن فى المتعة ثم تحريمها الى الابد، رقم:٣٤٤٢)

کیا یکبارگی تین طلاقوں کو ایک قرار دینے کی حرمت بھی نبی ﷺ سے ثابت ہے؟ جب ایسا نہیں اور یقیناً نہیں تو یہ اس کی مثل کیسے؟

جواب 2=کیا وہ تمام احادیث جن میں [على عهد رسول الله ﷺ وغيره] کے الفاظ منقول ہیں کیا وہ سب روایات بھی متعہ والی حدیث کی طرح سمجھی جائیں گی؟ اگر

جواب نفی میں ہے تو آخر اس صحیح حدیث کا انکار کیوں؟

اگر جواب اثبات میں ہے پھر تو امت مسلمہ کو کئی ایک احادیث صحیحہ سمیت معتد بہ ذخیرہ حدیث سے ہاتھ دھونا پڑے گا جب کہ امت میں سے کوئی معتبر اہل علم اس کا قائل نہیں۔ رہی جھنگوی صاحب کی پیش کردہ صحیح مسلم کی روایت متعہ تو عرض ہے کہ خلفائے راشدین کے دور میں متعہ وہ کرتے تھے جنھیں اسی کی نسخ کی خبر نہ تھی۔ یعنی پوری امت متعہ کی قائل نہ تھی صرف ممانعت سے لاعلم لوگوں کا فعل تھا۔ آپ کے علامہ عثانی فرماتے ہیں:

[هذا محمول على ان الذى استمتع فى عهد ابى بكر و عمر لم يبلغه النسخ] (فتح الملهم: ٣/ ٤٤١)

''ان لاعلم لوگوں کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے منع کیا ہے اور یہ نہیں کہا میں ان کو متعہ سے منع کرتا ہوں، بلکہ کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں:

[لما ولى عمر بن الخطاب خطب الناس فقال ان رسول الله ﷺ اذن لنا فى المتعة ثلاثا ثم حرمها، والله لا اعلم احد يتمتع و هو محصن ان رجمته بالحجارة، الا ان ياتينى باربعة يشهدون ان رسول الله ﷺ احلها بعد اذ حرمها] (ابن ماجة: ١٩٦٣)

''جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے لوگوں سے خطاب فرمایا اس میں انھوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تین دن تک متعہ کی اجازت دی تھی پھر اسے حرام فرما دیا اللہ کی قسم مجھے جس شخص کے بارے میں متعہ کرنے کی اطلاع ملے گی اگر وہ شادی شدہ ہوا تو میں اسے پتھروں سے رجم کرادوں گا۔ سوائے اس کے کہ وہ چار گواہ لے آئے جو اس بات کی گواہی دیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس حرمت کا اعلان کرنے کے بعد اسے حلال کر دیا تھا۔''

دوسری روایت میں ہے:

[قال صعد عمر علی المنبر فحمد اللّٰہ و أثنی علیہ ثم قال ما بال رجال ینکحون ھذہ المتعۃ و قد نھی رسول اللّٰہ ﷺ الا و انی لا اوتی باحد نکحھا الا رجمتہ] (السنن الکبریٰ للبیھقی: ۲۰۶/۷)

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اللہ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا نبی ﷺ کے متعہ سے منع کرنے کے باوجود لوگ کیوں متعہ کر رہے ہیں اور میرے پاس جو بھی متعہ کرنے والا لایا گیا میں رجم کردوں گا۔''

ان دونوں روایات سے ثابت ہے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے متعہ سے منع کرتے وقت یہ کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے، اگر آپ کے پاس بھی کوئی ایسی حدیث ہے جس میں وضاحت ہو کہ نبی علیہ السلام نے یکبارگی تین طلاقوں کو تین قرار دیا ہے اور میں (عمر) اسے نافذ کرتا ہوں۔ پیش کریں۔ واللہ ہم قبول کرلیں گے۔

اعتراض ⑤: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث پر محدثین نے اور بھی کئی وجہ سے کلام کیا ہے۔

جواب: وہ کلام کیا ہے تاکہ اس کی حقیقت بھی واضح ہو۔ بعض محدثین کا کلام بلا دلیل ہونے کی وجہ سے قابل التفات نہیں جب کہ صحیحین کی صحت پر امت کا اجماع بھی ہے جیسا کہ ہم نقل کر آئے ہیں۔

اعتراض ⑥: صحابہ، تابعین و تبع تابعین سے لے کر سات سو سال تک کے سلف صالحین صحابہ و تابعین و محدثین سے تو تین طلاق کا ایک مجلس میں واحد (ایک) شمار ہونا ثابت نہیں۔

جواب 1= کیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے نہ تھے؟ کیا ان کی خلافت کے ابتدائی دو، تین سال، سات سو سال سے خارج ہیں؟

جواب 2= عہد صدیق رضی اللہ عنہ میں صحابہ موجود نہ تھے۔ کیا معاذ اللہ خلیفہ راشد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابی نہیں؟

مفتی کفایت اللہ دیوبندی کا فتویٰ:

مفتی صاحب راقم ہیں: ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے تینوں پڑ جانے کا مذہب جمہور علماء کا ہے اور ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کے علاوہ بعض علماء اس کے ضرور قائل ہیں کہ ایک رجعی طلاق ہوتی ہے اور یہ مذہب اہل حدیث نے بھی اختیار کیا اور حضرت ابن عباس اور طاؤس اور عکرمہ وابن اسحاق سے منقول ہے۔ پس کسی اہل حدیث کو اس وجہ سے کافر کہنا درست نہیں اور نہ ہی وہ مستحق اخراج عن المسجد ہے۔(محمد کفایت اللہ عفا عنه ربه منقول از اخبار الجمیعة دهلی:۱۶/۴۴، ۶ شعبان ۱۳۵۰ھ (ماخوذ از عمدة الاثاث،ص: ۵۰)

لہٰذا سات صدیوں تک اس مسئلہ کو اتفاقی باور کروانا محض دھوکہ ہے۔

اعتراض ⑦: محدثین نے مسلم کی حدیث مذکور کو شاذ بتایا ہے۔

جواب 1= حدیث کے کسی لفظ یا ٹکڑے کا شاذ ہونا تو صحیحین میں مل جاتا ہے لیکن مکمل حدیث کا شذوذ غلط ہے۔

جواب 2= شذوذ موجب ضعف ہوتا ہے جب کہ بخاری ومسلم کی تمام روایات کی صحت پر اجماع کا اعتراف تو فریق مخالف کو بھی ہے۔دیکھئے:[''احسن الکلام'' (۲۳۴/۱۔ ۲۳۳، حاشیہ نمبر:۱] لہٰذا اجماع امت کے مقابلہ میں بعض محدثین کا یہ فیصلہ بلا دلیل ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

جواب 3= بقول ماسٹر امین اوکاڑوی اجماع کا مخالف بنص کتاب وسنت دوزخی ہے۔ (تجلیات:۲۸۷/۱)

اعتراض ⑧: اس حدیث میں اضطراب ہے۔

جواب: صحیح مسلم کی حدیث کو مضطرب کہنے والا بذات خود مضطرب ہے۔جو اضطراب کی تعریف سے واقف ہے وہ کبھی بھی جھنگوی کی اس بات کو تسلیم نہیں کرے گا۔

اعتراض ⑨: یہ مذکورہ حدیث مرفوع نہیں۔

جواب: یہ اعتراض بھی اصول حدیث سے لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ ڈاکٹر محمود الطحان راقم ہیں:

(ترجمہ) ''یا صحابہ کا یہ بیان کرنا کہ ہم ایسے ایسے کیا کرتے تھے یا کہا کرتے تھے یا صحابہ اس میں کوئی حرج نہ سمجھتے تھے وغیرہ'' اگر مذکورہ بیان میں نبی ﷺ کے دور کا ذکر ہو [جیسا کہ حدیث مسلم میں ہے (عارفی)] تو صحیح بات یہی ہے کہ یہ روایت مرفوع ہوگی۔ (تیسیر مصطلح الحدیث بحث الموقوف)

''مرکز اہل السنۃ سرگودھا'' کا دیوبندی استاد محمود عالم صفدر ''قطرات العطر شرح اردو ''شرح نخبۃ الفکر'' میں ''حدیث مرفوع'' کی بحث میں رقمطراز ہے:

''مرفوع تقریری حکمی:

اس کی مثال یہ ہے کہ صحابی کہے: [انهم كانوا يفعلون فى زمان النبى ﷺ كذا] یہ حکما مرفوع ہی ہے یہ اس لیے کہ چونکہ صحابہ کو دینی امور کے متعلق آنحضرت ﷺ سے تحقیق کرنے کا نہایت شغف تھا لہٰذا ممکن نہیں کہ آپ کو اطلاع کئے بغیر انھوں نے اس فعل کو کیا ہو، علاوہ اس کے چونکہ وہ زمانہ وحی کا زمانہ تھا، اس لیے اگر وہ فعل ناجائز ہوتا تو ممکن نہیں کہ صحابہ کرام اس کو ہمیشہ کریں اور بذریعہ وحی روکے نہ جائیں......'' (قطرات العطر، ص: ۲۴۸-۲۴۹)

اعتراض ⑩: یہ حدیث کتاب اللہ وسنت صحیحہ، اجماع صحابہ وغیرہ ائمہ محدثین کے خلاف ہے لہٰذا حجت نہیں۔

جواب 1= کیا قرآن مجید میں یکبارگی تین طلاق کو تین قرار دیا گیا؟ (نہیں اور یقیناً نہیں)

جواب 2= ① یکبارگی تین طلاقیں اگر ازروئے قرآن تین ہیں جیسا کہ فریق مخالف کا (بے دلیل) دعویٰ ہے، تو پھر ان کو بدعت اور حرام کہنا جائز نہیں کیونکہ قرآن مجید سے ثابت چیز کو بدعت کہنا بذات خود بدعت ہے۔ جب کہ ایک طرف تو قرآن مجید سے ثبوت کے

دعویدار ہیں تو دوسری طرف اس کو حرام اور بدعت بھی کہتے ہیں جو صریح تضاد ہے۔لہٰذا یہ حدیث کتاب اللہ کے خلاف نہ ہوئی۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[فدبرت القرآن فلم اجد فيه اِلا الرجعى] (مجموع الفتاویٰ ۷۲/۳۳)

''میں نے قرآن مجید میں غور وفکر کیا میں نے صرف اس میں رجعی طلاق ہی (مذکور) پائی۔''

② رسول اللہ ﷺ سے یکبارگی تین طلاقوں کو تین طلاقیں قرار دینا ہرگز ثابت نہیں تو یہ حدیث سنت صحیحہ کے خلاف نہ ہوئی بلکہ سنت صحیحہ تو یہ حدیث ہوئی کہ یکبارگی تین طلاق ایک ہوتی ہے۔

③ اجماع صحابہ: عہد نبوی وعہد صدیقی اور ابتدائی دو سال خلافت عمر رضی اللہ عنہم کے تمام صحابہ اسی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما پر کاربند رہے۔لہٰذا اصل وقدیم اجماع تو یکبارگی تین طلاق کے ایک ہونے کا ہے۔

④ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں شرعی ابدی فیصلہ مذکور ہے جب کہ فیصلہ فاروقی وقتی عارضی اور اجتہادی ہے لہٰذا یہ اس کے مخالف نہ ہوئی۔جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما از مسلم پر وارد شدہ دس اعتراضات کے جوابات ہم نے بیان کر دیے جس سے یہ حقیقت آشکار ہوگئی کہ الحمد للہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما بالکل صحیح اور اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے اور عہد نبوی وصدیقی اور ابتدائے عہد فاروقی تک یکبارگی تین طلاق کو ایک شمار کیا جاتا تھا جیسا کہ مذہب اہل حدیث ہے۔

دلیل نمبر۲۔حدیث رکانہ از سنن ابی داؤد:

مقلد جھنگوی اہل حدیث کی دلیل نمبر② کے تحت سنن ابی داؤد سے رکانہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک ضعیف روایت کو اہل حدیث کا مستدل قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:

''صحیح ترین بات یہ ہے کہ حضرت رکانہ نے تین طلاق نہیں دی تھی بلکہ طلاق بتہ دی تھی جیسا کہ علامہ شوکانی نے لکھا۔'' (نیل الاوطار:٦/٢٤٦) (تحفہ:٥٦)

جواب 1=اہل حدیث حضرات ابوداؤد کی ضعیف روایت سے قطعاً استدلال نہیں کرتے بلکہ جس حدیث رکانہ سے اہل حدیث استدلال کرتے ہیں وہ ابوداؤد میں مذکور ہی نہیں بلکہ مسند احمد میں ہے جس پر تفصیلی بحث دلیل نمبر ③ کے تحت آرہی ہے۔

علامہ شوکانی اور طلاق بتہ:

یہ جھنگوی صاحب کا ہوائی تیر ہے کیونکہ علامہ شوکانی رحمہ اللہ کی قطعاً یہ رائے نہیں کہ رکانہ رضی اللہ عنہ نے طلاق بتہ دی تھی بلکہ علامہ شوکانی حدیث رکانہ از مسند احمد پر اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

[ومنها انَّ اباداؤد رجّح انّ رکانة طلّق اِمرأته البتّۃ کما تقدم و یُمکنُ اَنْ یکون من روٰی ثلاثًا حمل البتَّةَ علی معنی الثلاث و فیه مخالفة للظاهر۔......الخ] (نیل الاوطار:٦/٢٤٦،٢٤٧)

''ایک اعتراض یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔(جواب) ممکن ہے جس نے لفظ ثلاثا بیان کیا ہے اس نے بتہ کو ثلاثا کے مفہوم میں لے لیا ہو۔ لیکن ایسا (ممکن نہیں) کیونکہ اس میں حدیث کے ظاہر الفاظ کی مخالفت ہے۔''

یعنی صحیح حدیث میں ثلاثا کے لفظ ثابت ہیں جب کہ بتہ والی روایت ضعیف ہے۔

اعتراض: امام ابوداؤد نے البتۃ والی روایت کو دو وجہ سے ترجیح دی:

1. رکانہ کے خاندان سے مروی ہے:''و ھم اعلم''
2. ثلاث لفظ سے مروی روایت مضطرب لہٰذا ہم (احناف) نے طلّق ثلاثا کو متروک لیا اور بتۃ والی حدیث کو لیا۔(ملخص تحفہ:٥٧)

جواب: طلاق بتہ اور احناف:

حنفیہ رکانہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت جس میں بتہ طلاق کا ذکر ہے اس سے استدلال کرتے ہیں۔ اس روایت پر تفصیلی کلام تو مقلدین کے دلائل کے ضمن میں دلیل نمبر۹ کے تحت آ رہا ہے۔

لیکن یہ لفظ بتہ والی روایت ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ حنفی مذہب کے بھی خلاف ہے کیونکہ حنفی مذہب میں جب بتہ طلاق سے ایک مراد لی جائے تو وہ ایک بائنہ ہوتی ہے جس کے بعد رجوع نہیں ہوسکتا اور بیوی واپس نہیں دلوائی جا سکتی۔

جیسا کہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

[طلاق البتة عند الشافعي واحدة رجعية و ان نوى بها اثنتين أو ثلاثا فهو ما نوىٰ و عند ابى حنيفة واحدة بائنة و ان نوىٰ ثلاثا فثلاث] (مرقاة المفاتيح:٦/٤٣٥)

''امام شافعی کے نزدیک لفظ بتہ سے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے اگر نیت دو کی ہو یا تین کی جب کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اگر تین کی نیت کرے تو تین واقع ہوگی۔''

حالانکہ حضرت رکانہ کی مذکورہ حدیث کے مطابق لفظ بتہ سے ایک طلاق کو رجعی بنایا گیا ہے۔ اور بیوی اس کو واپس دلوائی گئی ہے جب کہ حنفی مسلک میں تو بائنہ ہونے کی وجہ سے اس کا نکاح ہی ختم ہو چکا تھا لہٰذا حنفی حضرات کا استدلال اس حدیث سے باطل ہے کیونکہ ان کے مذہب میں تو ایک کی نیت کے بعد رجوع کی گنجائش ہی نہیں۔

حدیث رکانہ بن عبد یزید از ابی داوٗد:

رکانہ نے طلاق بتہ دی نبی ﷺ نے نیت کا اعتبار کر کے ایک قرار دے دیا۔ رکانہ نے دوسری طلاق عہد عمر میں اور تیسری طلاق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں دی۔

(ابوداؤد:۱/۳۰۰، مترجم:۲/۱۸۷، دارقطنی:۲/۳۹، مع العون:۲/۲۳۱)

جواب: اس کی سند میں نافع بن عجیر ہے جو مستور الحال ہے اور یہ روایت منقطع بھی ہے لہٰذا حجت نہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں اس حدیث میں اضطراب ہے۔ (ترمذی، کتاب الطلاق)
اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی صحیح مسلم والی حدیث کے مخالف بھی ہے۔

۱ ...... لفظ بتہ اور اہل علم کی مختلف تعبیر:

امام ترمذی فرماتے ہیں:

"طلاق بتہ میں صحابہ کرام وغیرہم کا اختلاف ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ طلاق بتہ کو ایک قرار دیتے ہیں جب کہ علی رضی اللہ عنہ اس کو تین طلاقیں قرار دیتے ہیں اور بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اس میں آدمی کی نیت کا اعتبار ہوگا اگر ایک طلاق کی نیت ہوگی تو ایک طلاق شمار ہوگی اور اگر تین طلاق کی نیت کرے گا تو تین طلاقیں اور اگر دو طلاقوں کی نیت کرے گا تو صرف ایک طلاق واقع ہوگی اور یہ اہل کوفہ کا مسلک ہے اور امام مالک بن انس کا قول ہے کہ اگر عورت مدخولہ ہے تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی جب کہ امام شافعی کا موقف یہ ہے کہ اگر ایک کی نیت کرے گا تو ایک طلاق ہوگی اور خاوند کو رجوع کا حق حاصل ہوگا اگر دو طلاقوں کی نیت کرے گا تو دو طلاقیں واقع ہوں گی اور اگر تین کی نیت کرے گا تو تین واقع ہوگی۔" (جامع الترمذی مع تحفۃ الاحوذی: ۴/۳۸۶، طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

۲ ...... حدیث رفاعہ القرظی و حدیث فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا میں لفظ بتہ مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ لفظ بتہ طلاق کی کسی مخصوص صورت کا نام نہیں بلکہ اس سے مراد ہر وہ طلاق بھی ہو سکتی ہے جس میں رجوع کا حق باقی نہیں رہتا اور نکاح ٹوٹ جاتا ہے خواہ وہ غیر مدخول بہا کی ہو یا مختلعہ کی یا سنت طریقہ پر دی گئی تیسری طلاق ہو لہٰذا اس لفظ کو کنایہ قرار دے کر بدعی طلاق کے مفہوم میں لینا قطعاً درست

نہیں۔ (مجموعہ مقالات علمیہ، ص:۲۰۹، نعمانی کتب خانہ) (بتغییر یسیر)

حدیث رکانہ از مسند احمد:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دی تھیں جس پر وہ بہت ہی پریشان ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم رجوع کرلو۔" (مسند احمد:۱/ ۲۶۵، بیہقی: ۷/ ۳۳۹) (تحفہ اہل حدیث، ص:۶۰)

۱ احناف مقلدین کو احادیث کی تصحیح وتضعیف پر کلام کا حق حاصل نہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ اجتہادی معاملہ ہے دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث، ص:۴۹) لہٰذا ان پر لازم ہے کہ اس تصحیح وتضعیف اور راوی کو ثقہ اور ضعیف قرار دینے میں بسند صحیح قول امام پیش کریں (جس سے پوری ملت حنفیت عاجز ہے) بصورت دیگر بقول خود یہ غیر مقلد قرار پائیں گے۔

۲ بالخصوص مسند احمد پر کسی حنفی مقلدِ کو تنقید کا حق نہیں کیونکہ ان کی اصول حدیث کی کتاب میں لکھا ہے [وَ كُلّ مَا فِيُ مسند احمد فهو مقبول] "مسند احمد کی تمام احادیث مقبول ہیں۔" (قواعد فی علوم الحدیث، ص:۶۹)

تصحیح حدیث رکانہ از احناف:

حدیث رکانہ از مسند احمد کی سند درج ذیل ہے:

"محمد بن اسحاق از داؤد بن الحصین از عکرمہ از ابن عباس الخ۔

① سعد بن ابراہیم ثقہ محدث ہیں دیکھئے تہذیب الکمال:۶/ ۴۹، ۵۰۔

② ابراہیم بن سعد یہ بھی ثقہ محدث ہیں دیکھئے: تہذیب الکمال:۱/ ۲۴۲، رقم:۱۷۴

① مولوی ظفر احمد تھانوی حنفی کا فیصلہ:

وہ لکھتے ہیں:

[قال الحافظ فِي الفتح(۹/ ۳۱۶) اِنَّ محمد بن اسحاق و

شیخہٗ (داؤد بن الحصین عن عکرمة) مختلف فیھما و أجیب بانّھم اِحتَجُّوا فِی عِدَةِ الْاَحْکَامِ بِمِثْلِ ھذَا الاسناد کحدیث انّ النبی ﷺ ردّ علی اَبی العاص ابن الربیع زینب ابنته بالنکاح الاوّل و لیس کُلّ مختلف فیه مردوداً۔

و قال ابن القیم فی "زاد الماد" (۱۱۶/٤) و اَمّا داؤد بن الحصین عن عکرمة فَلَمْ تَزِلِ الْأَئِمَّةُ تحتج به۔

و ھذا یؤید ما قَدَّمْنَا اَنَّ الْمختلف فیه من الرواۃ حُجَّةٌ وَ اِنْ لَمْ یَکُنْ کَحُجَّةِ راوی الصحیح۔] (قواعد فی علوم الحدیث مع تحقیق و تعلیق عبد الفتّاح ابو غدۃ،ص: ۳۵۰)

مولوی ظفر احمد تھانوی لکھتے ہیں:

"حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "فتح الباری" میں کہا ہے بے شک محمد بن اسحاق اور اس کا استاد (داؤد بن الحصین از عکرمہ) مختلف فیہ ہیں اس کا جواب یہ دیا گیا کہ انھوں (محدثین) نے کئی احکامات میں ایسی اسناد سے دلیل لی ہے۔ جیسے یہ حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کو (اپنے داماد) ابی العاص بن الربیع پر پہلے نکاح کے ساتھ لوٹایا اور ہر مختلف فیہ (راوی) مردود نہیں ہوتا۔ اور ابن القیم نے "زاد المعاذ" میں بیان کیا ہے داوٗد بن الحصین عن عکرمہ (ایسی سند سے) ائمہ محدثین ہمیشہ دلیل پکڑتے رہے ہیں۔ (زاد المعاد:۱۱۶/۴)

(حتمی فیصلہ) یہ (دونوں قول) ہماری اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ مختلف فیہ راوی حجت (دلیل) ہوتا ہے اگرچہ وہ الصحیح کے رواۃ کی طرح نہیں۔"

معلوم ہوا مولوی ظفر احمد تھانوی حنفی صاحب کے نزدیک بھی یہ سلسلہ سند حسن درجہ سے کم نہیں۔

② مفتی تقی عثمانی حنفی کا فیصلہ:

حنفیہ نے بھی عبداللہ بن عباس کی روایت (بطریق محمد بن اسحاق از داؤد بن الحصین از عکرمہ از ابن عباس۔ عارفی) کو قوت سند کی بناء پر ترجیح دے کر تعارض رفع کیا۔
(درس ترمذی: ۳/۴۳۲، ط دار الکتاب دیوبند، یوپی)

③ مولوی انور شاہ کاشمیری کا فیصلہ:

مذکورہ روایت کو انھوں نے صحیح قرار دیا۔ (العرف الشذی: ۲/۳۸۱، بیروت (طبع مکتبہ رحمانیہ: ۱/۳۴۶، سطر نمبر: ۸)

④ خلیل احمد سہارنپوری حنفی:

نے "بذل المجہود" میں اسی سند سے مروی روایت سے استدلال کیا۔
(بذل المجهول: ٤/ ٩٠)

⑤ امین اوکاڑوی کا فیصلہ:

ماسٹر امین اوکاڑوی نے اپنے "مجموعہ رسائل" میں مسئلہ نابالغ کی امامت کے ضمن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت سے استدلال کیا وہ سند بھی (داؤد بن الحصین عن عکرمہ عن ابن عباس) اسی سلسلہ رواۃ پر مبنی ہے۔ دیکھئے: مجموعہ رسائل: ۲/۴۶۰، مسئلہ: ۵، ناشر نعمانی اکیڈمی گوجرانوالہ پاکستان)

اور بقول آپ (دیوبندی) حضرات کے پرائمری ماسٹر تو ماہر فن رجال تھا۔ لیجیے آپ کے ماہر فن رجال اس روایت سے حجت پکڑ رہا ہے۔

⑥ اشرف علی تھانوی کا فیصلہ:

حدیث عمرو بن شعیب اور حدیث (داؤد بن الحصین عن عکرمہ عن) ابن عباس کے بارے میں فرماتے ہیں:

[لم يترك الامام الاعظم احد الحديثين الثابتين كما صرح به

الشيخ صاحب التقرير و قد مرّ (يعني ابو الطيب)]

تھانوی صاحب فرماتے ہیں:

"ابو الطیب نے کہا ہے امام اعظم (ابوحنیفہ) نے دونوں ثابت شدہ حدیثوں (حدیث عمرو بن شعیب و حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما) کو ترک نہیں کیا۔"

(تقریر ترمذی، ص:۲۸۵، تقدیم و نظر ثانی مفتی تقی عثمانی۔ و نسخہ اخری، ص:۳۳۱، تحقیق و تخریج مفتی عبد القادر ، ادارہ تالیفات اشرفیہ۔ملتان)

[فقول الترمذی عن یزید بن هارون والعمل علی حدیث عمرو بن شعیب یوهِمُ اَنَّ حَدیثَ ابنِ عباس رضی اللہ عنهما غیر معمول به و لیس کذالك بل الحدیثان معمولانا بهما عندنا فافهم زاده الجامع عفی عنه](تقریر ترمذی از اشرف علی تھانوی، ص:۳۳۱، وفی نسخة اخری،ص:۲۸۵، باب ما جاء فی الزوجین المشرکین یسلم احدهما)

"امام ترمذی کا یہ کہنا :"عن یزید بن هارون" (حدیث ابن عباس اجود اسناداً یہ الفاظ درسی نسخہ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ میں منقول ہے) اور عمل عمرو بن شعیب کی حدیث پر ہے۔" یہ وہم پیدا کرتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث معمول بہ نہیں ہے جب کہ ایسا نہیں بلکہ ہمارے نزدیک دونوں حدیثیں (حدیث عمرو بن شعیب و حدیث ابن عباس) معمول بہ ہیں۔"

مذکورہ بالا تقریر سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما (جو محمد بن اسحاق از داؤد بن الحصین از عکرمہ کے طریق سے مروی ہے) امام ابوحنیفہ کے نزدیک قابل عمل ہے متروک نہیں امام ابوحنیفہ کے اس روایت کو قبول کرنے کے بعد کسی حنفی مقلد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس حدیث کی سند وغیرہ پر ناحق کلام کر کے امام ابوحنیفہؒ کی تحقیق پر بداعتمادی کا ثبوت دے۔

حدیث رکانہ کی تصحیح از ائمہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم:

اس سلسلہ سند کو محدثین کی ایک معتد بہ تعداد نے صحیح قرار دیا ہے۔

① امام اہل سنت احمد بن حنبل۔ (مجموع الفتاویٰ:۳۳/ ٦٧، اعلام الموقعین :٢/ ٢٧١)

② امام ابو یعلی الموصلی ۔ (فتح الباری:٢/ ٣٦٢)

③ امام ابو عیسیٰ ترمذی اسی سلسلہ سند (محمد بن اسحاق از داوٗد بن الحصین از عکرمہ از ابن عباس) کے بارے میں فرماتے ہیں:[هذا حديث لَيْسَ باسناده باسٌ] (تحفۃ الاحوذی:٢/ ١٩٦، وفی ط:٣/ ٣٢٨، جامع الترمذی مع العرف الشذی:١/ ٣٤٦، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

④ حافظ عماد الدین ابن کثیر۔ (تحفۃ الاحوذی:٢/ ١٩٦)

⑤ امام یزید بن ہارون۔ (عون المعبود:٢/ ٢٣٩)

⑥ امام ابن تیمیہ (مجموعہ الفتاویٰ :٢/ ٨٦)

⑦ علامہ ناصر الدین البانی۔ (ارواء الغلیل:٧/ ١٤٥)

⑧ حافظ ابن حجر ''شارح بخاری'' راقم ہیں:''هذا حديث نصٌّ فی المسألَةِ لا يَقْبَلُ التاويل۔'' (فتح الباری:٩/ ٣٦٢)

⑨ شیخ احمد شاکر فرماتے ہیں:''اسناده صحيح۔'' (تعلیق مسند احمد:٤/ ١٢٣)

⑩ علامہ شوکانی رقمطراز ہیں:[اخرجه احمد و ابو يعلى و صححهٗ و هذا الحديث نصٌّ فى محل النزاع۔] (نیل الاوطار:٦/ ٢٤٦، ٢٤٧)

⑪، ⑫ امام حاکم فرماتے ہیں:''صحيح على شرط مسلم'' اسے ذہبی نے بھی صحیح کہا ہے۔ (المستدرک :٢/ ٢٠٠، نصب الرایہ:٣/ ٢٠٩)

⑬ علامہ عینی ۔ (عمدۃ القاری:١/ ٢٧٣)

⑭ علامہ زیلعی ۔(نصب الرایہ:٣/ ٢٠٩۔ ٢١٤)

⑮ علامہ خطابی ۔ (تحفۃ الاحوذی (١١٥٣))

⑯ ابن قیم رحمہ اللہ کا فیصلہ:

عبدالفتاح ابو غدہ حنفی راقم ہیں:

[نقل الشیخ ابن القیم فی اعلام الموقعین(۳/۴۳۔۴۴) عن الامام احمد تحسین حدیث رکانۃ فی طلاق امرأتہ ثلاثا فی مجلس واحد فقال فقد صح الامام احمد ھذا الاسناد و حسّنہ]

(قواعد فی علوم الحدیث مع التعلیق، ص: ۱۰۴)

حدیث رکانہ پر مقلدین کے اعتراضات

اعتراض نمبر ①

امام بیہقی فرماتے ہیں:

[و ھذا الاسناد لا تقوم بہ الحُجَّۃ مع ثمانیۃ رووا عن ابن عباس رضی اللہ عنھما فتیاہ بخلاف ذالك مع روایۃ اولاد رکانۃ ان طلاق رکانۃ کان واحدۃ و باللہ التوفیق۔]

”یہ سند قابل حجت نہیں ۔ اس لیے کہ آٹھ راوی ابن عباس سے ان کا فتویٰ اس روایت کے خلاف نقل کر رہے ہیں۔(دوسری وجہ اس حدیث کے ناقابل اعتبار ہونے کی یہ ہے کہ) رکانہ کی اولاد کہہ رہی ہے کہ رکانہ نے تین طلاقیں نہیں دی تھیں بلکہ ایک دی تھی۔“ (تحفہ اہل حدیث، ص:۶۱)

جواب 1=ہم نے ایک درجن سے زائد محدثین سے اس حدیث کی تصحیح نقل کر چکے ہیں۔ جس میں امام ترمذی کا یہ فیصلہ بھی ہے:[ھذا حدیث لیس باسناد بأس] اس سند میں کوئی حرج نہیں۔ (تحفۃ الاحوذی:۲/۱۹۶)

جواب 2=مسند احمد میں مذکور حدیث جس میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک قرار دیا گیا

ہے یہ فیصلہ رسول ﷺ ہے۔ مرفوع ہے جب کہ باقی راوی ابن عباس کا اپنا فتویٰ نقل کرتے ہیں۔

جواب 3= ① دیوبندی امام سرفراز صفدر صاحب راقم ہیں: یہ اعتراض چنداں وقعت نہیں رکھتا۔

- (اوّلاً) اس لیے کہ مرفوع حدیث کو موقوف اثر کے تابع بنا کر مطلب لینا خلاف اصول ہے۔
- (ثانیاً) اس کی بحث اپنے مقام پر آئے گی کہ اعتبار راوی کی مرفوع حدیث کا ہوتا ہے اس کی اپنی ذاتی رائے کا اعتبار نہیں ہوتا۔ (احسن الکلام:۱/ ۲۹۸)

② مزید لکھتے ہیں: ''روایت کے مقابلہ میں راوی کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔''

(احسن الکلام:۲/ ۱۱۸)

اہل الحدیث کی دلیل مرفوع حدیث ہے جب کہ مخالفین سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے نقل کر رہے ہیں حالانکہ یہ بھی محل نظر ہے۔

④ اولاد رکانہ والی روایت ضعیف ہے۔

تنبیہ= بعض اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی روایات کے خلاف فتویٰ اس لیے بھی دیدیتے تھے کہ ان کے پیش نظر کوئی مصلحت ہوتی ہے اور ان کا مقصد لوگوں کو غلط روش اختیار کرنے سے روکنا ہوتا ہے۔

آل دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کرتا ہے اور اس کے کسی حصہ سے اختلاف نہیں کرتا تو وہ ہی مصنف کا نظریہ اور (مذہب) ہوتا ہے۔ (تفریح الخواطر:۲۹)

آل دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے:

''یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ آفتابِ نبوت سے اکتساب نور کرنے کے بعد تمام حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نجوم ہدایت تھے۔ مگر بعض کو ایسے جزوی فضائل حاصل تھے کہ

دوسرا کوئی ان میں ان کا ہم پایہ نہیں ہو سکتا تھا۔ ان میں ایک شخصیت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معلمین قرآن میں سب سے پہلا نمبر ان کا بیان کیا ہے۔ (بخاری:۱/ ۵۳۱ و مسلم:۲/ ۲۹۲) اور فرمایا ہے جس چیز کو تمہارے لیے ابن مسعود رضی اللہ عنہ پسند کرتے ہیں میں اس پر راضی ہوں۔ (مستدرک :۳/ ۳۱۹، ۱۰۱۹ صحیح) نیز فرمایا اگر بغیر مشورہ کے تمہارے لیے میں خلیفہ کا انتخاب کروں تو وہ صرف ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی ہوں گے اور جس چیز کو ابن مسعود تمہارے لیے پسند نہ کرے میں بھی اس کو تمہارے لیے پسند نہیں کروں گا۔ (الاستیعاب:۱/ ۳۵۹) اور فرمایا ابن مسعود کے عہد اور تحقیق کو مضبوطی سے قائم رکھو۔ (ایضاً) حضرت عقبہ بن عمرو فرماتے تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نے ما انزل اللہ (یعنی جو کچھ خدا تعالیٰ نے نازل کیا ہے) کا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں نہ ہو وہ ہر وقت حضور کے پاس رہتے تھے اور حضور ان سے کسی وقت حجاب نہیں کرتے تھے۔ (مسلم:۲/ ۲۹۳) مشہور تابعی شقیق رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر کسی صحابی کو ترجیح نہیں دیتا۔ (مستدرک:۳/ ۳۱۹)

یہی وجہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ علی رَوس الاشہاد فرمایا کرتے تھے۔ اس خدا کی قسم جس کے بغیر کوئی دوسرا الٰہ نہیں۔ قرآن کریم کی کوئی سورت اور کوئی آیت ایسی نہیں جس کا شان نزول مجھے معلوم نہ ہو کہ کس موقع اور کس حالت میں نازل ہوئی ہے اور میں کتاب اللہ کا اپنے سے بڑا عالم کسی کو نہیں پاتا۔ (بخاری:۲/ ۴۸، و مسلم:۲/ ۲۹۳، ۷) اور فرمایا تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں ان سب سے کتاب اللہ کا بڑا عالم ہوں۔ (ایضاً) امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرات خلفائے راشدین سے بھی کتاب اللہ کے بڑے عالم ہیں۔ (شرح مسلم:۲/ ۲۹۳) اور اہل علم نے ان کو علم کا انبار کہا۔ اور اہل کوفہ کی طرف تعلیم قرآن کے لیے ارسال کیا۔ (بغدادی:۱/ ۱۴۷) (احسن الکلام :۱/ ۱۲۲، دوسرا نسخہ:۹۲۔۹۳)

قارئین کرام......!! آپ نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فضیلت ملاحظہ فرمائی اور

آل دیوبند کے امام سرفراز صفدر کے بقول سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین سے بھی قرآن کے بڑے عالم ہیں۔ قارئین محترم جب آپ نے اتنی بات جان لی ہے تو اب صحیح بخاری کی روایت بھی ملاحظہ فرمالیں کیونکہ صحیح بخاری وہ کتاب ہے جس کے متعلق آل دیوبند کے امام نے لکھا ہے: ''امت کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ بخاری و مسلم دونوں کی تمام روایتیں صحیح ہیں۔'' (احسن الکلام: ۱/۲۳۴)

بَابُ = اَلتَّيَمُّمُ ضَرْبَةٌ.

[حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ وَ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ مُوْسٰى لَوْ اَنَّ رَجُلًا اَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدِ الْمَآءَ شَهْرًا مَا كَانَ يَتَيَمَّمُ وَ يُصَلِّيْ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَتَيَمَّمُ وَ اِنْ كَانَ لَمْ يَجِدْ شَهْرًا فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ مُوْسٰى فَكَيْفَ تَصْنَعُوْنَ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ فِيْ سُوْرَةِ الْمَآئِدَةِ ﴿ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا ﴾ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ رُخِّصَ فِيْ هٰذَا لَهُمْ لَاَوْشَكُوْا اِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَآءُ اَنْ يَّتَيَمَّمُوا الصَّعِيْدَ قُلْتُ وَ اِنَّمَا كَرِهْتُمْ هٰذَا لِذَا قَالَ نَعَمْ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى اَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَاجَةٍ فَاَجْنَبْتُ فَلَمْ اَجِدِ الْمَآءَ فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيْدِ كَمَا تَمَرَّغُ الدَّآبَّةُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ اَنْ تَصْنَعَ هٰكَذَا وَ ضَرَبَ بِكَفِّهٖ ضَرْبَةً عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ نَفَضَهَا ثُمَّ مَسَحَ بِهَا ظَهْرَ كَفِّهٖ بِشِمَالِهٖ اَوْ ظَهْرَ شِمَالِهٖ بِكَفِّهٖ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اَفَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِقَوْلِ عَمَّارٍ وَ زَادَ يَعْلٰى عَنِ الْاَعْمَشِ

عَن شَقِيقٍ قَالَ كُنتُ مَعَ عَبدِ اللّٰهِ وَ اَبِيْ مُوسٰى فَقَالَ اَبُو مُوسٰى اَلَم تَسمَعُ قَولَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَ سَلَّمَ بَعَثَنِيْ اَنَا وَ اَنتَ فَاَجنَبتُ فَتَمَكَّتُ بِالصَّعِيدِ فَاَتَينَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَ سَلَّمَ فَاَخبَرنَاهُ فَقَالَ اِنَّمَا كَانَ يَكفِيكَ هٰكَذَا وَ مَسَحَ وَجهَهُ وَ كَفَّيهِ وَاحِدَةً]

باب ''تیمم میں ایک دفعہ مٹی پر ہاتھ مارا جائے۔''

ہم سے محمد سلام نے بیان کیا، کہا ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی، اعمش کے واسطے سے، وہ شقیق سے، انھوں نے بیان کیا کہ میں عبد اللہ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر ایک شخص کو غسل کی ضرورت ہو اور وہ مہینہ بھر پانی نہ پائے تو کیا وہ تیمّم کر کے نماز نہیں پڑھے گا۔ شقیق کہتے ہیں کہ عبد اللہ نے جواب دیا وہ تیمّم نہ کرے اگر چہ ایک مہینہ تک اسے پانی نہ ملے۔ ابو موسیٰ نے اس پر کہا کہ پھر سورہ مائدہ کی اس آیت کا کیا کریں گے: ''پس اگر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو۔'' عبد اللہ نے جواب دیا کہ اگر لوگوں کو اس کی اجازت دے دی جائے تو جلد ہی یہ حال ہو جائے گا کہ پانی اگر ٹھنڈا محسوس ہوا تو مٹی سے تیمّم کرلیں گے، میں نے کہا گویا آپ لوگوں نے یہ صورت اس وجہ سے ناپسند کی ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہاں! ابو موسیٰ نے فرمایا کہ کیا آپ کو عمار رضی اللہ عنہ کا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ قول نہیں معلوم ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کے لیے بھیجا تھا سفر میں مجھے غسل کی ضرورت پیش آ گئی، لیکن پانی نہیں ملا۔ اس لیے میں نے مٹی میں جانوروں کی طرح لوٹ پوٹ لیا۔ پھر میں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے لیے صرف اس

طرح کرنا کافی تھا اور آپ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر ایک مرتبہ مارا، پھر ان کو جھاڑ کر بائیں ہاتھ سے داہنے کی پشت کا مسح کیا یا بائیں ہاتھ کا داہنے ہاتھ سے مسح کیا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے چہرے کا مسح کیا۔ عبد اللہ نے اس کا جواب دیا کہ آپ عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھتے کہ وہ عمار کی بات سے مطمئن نہیں ہوئے تھے۔ اور یعلی نے اعمش کے واسطے شقیق سے روایت میں یہ زیادتی کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھا اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ آپ نے عمر رضی اللہ عنہ سے عمار رضی اللہ عنہ کا یہ قول نہیں سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور آپ کو بھیجا پھر مجھے غسل کی ضرورت ہوگئی اور میں مٹی میں لوٹ پوٹ لیا پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے صورت حال کے متعلق کہا تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں صرف اتنا کافی تھا اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا۔'' (صحیح بخاری مترجم۔ ترجمہ ظہور الباری دیوبندی: ۲۰۹، ۲۱۰ جلد: ۱)

بَابٌ= اِذَا خَافَ الْجُنُبُ عَلٰی نَفْسِهِ الْمَرَضَ اَوِ الْمَوتَ اَوْ خَافَ الْعَطَشَ تَیَمَّمَ وَ یُذْکَرُ اَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ اجْنَبَ فِیْ لَیْلَةٍ بَارِدَةٍ فَتَیَمَّمَ وَ تَلَا ﴿ وَ لَا تَقْتُلُوْآ اَنْفُسَکُمْ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا﴾ فَذُکِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَلَمْ یُعَنِّفْ۔

''جب جنبی کو (غسل کی وجہ سے) مرض کا یا جان کا خوف ہو یا پیاس کا اندیشہ ہو پانی کے کم ہونے کی وجہ سے تو تیمم کرلے، کہا جاتا ہے کہ عمرو بن العاص کو ایک سرد رات میں غسل کی ضرورت ہوتی تو آپ نے تیمم کیا اور یہ آیت تلاوت کی: ''اپنی جانوں کو ضائع نہ کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑا مہربان ہے۔'' پھر اس کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوا تو آپ نے کوئی نکیر نہیں فرمائی۔''

[حدَّثَنا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ قَالَ اَبُوْ مُوسىٰ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَآءَ لَا يُصَلِّيْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ نَعَمْ اِنْ لَّمْ اَجِدِ الْمَآءَ شَهْرًا لَّمْ اُصَلِّ لَوْ رَخَّصْتُ لَهُمْ فِيْ هٰذَا كَانَ اِذَا وَجَدَ اَحَدُهُمُ الْبَرْدَ قَالَ هٰكَذَا يَعْنِيْ تَيَمَّمَ وَ صَلّٰى قَالَ قُلْتُ فَاَيْنَ قَوْلُ عَمَّارٍ لِعُمَرَ قَالَ اِنِّيْ لَمْ اَرَ عُمَرَ قَنِعَ بِقَوْلِ عَمَّارٍ]

''ہم سے بشر بن خالد نے بیان کیا، کہا ہمیں خبر دی محمد نے جو غندر کے عرف سے مشہور تھے۔ شعبہ کے واسطے سے، وہ سلیمان سے وہ ابو وائل سے کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر غسل کی ضرورت ہو، اور پانی نہ ملے تو کیا نماز نہ پڑھی جائے۔ عبداللہ نے فرمایا ہاں اگر مجھے ایک مہینہ تک پانی نہ ملے تو میں نماز نہیں پڑھوں گا۔ اگر اس میں بھی لوگوں کو اجازت دی جائے تو سردی محسوس کر کے بھی لوگ تیمم کرلیا کریں گے اور نماز پڑھ لیں گے۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے کہا پھر عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قول کا کیا جواب ہو گا۔ انھوں نے جواب دیا کہ مجھے تو نہیں معلوم ہے کہ عمر عمار کی بات سے مطمئن ہو گئے تھے۔'' (صحیح بخاری ترجمہ ظہور الباری دیوبندی: ۱/ ۲۰۸)

قارئین کرام......!! آپ نے صحیح بخاری کی روایات ملاحظہ فرمائی ہیں تو اب ان روایات پر ظہور الباری دیوبندی کا حاشیہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

صاحب ''ظہور الباری'' دیوبندی نے لکھا ہے:

''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی بات میں تامل کا اظہار اسی مصلحت کے پیش نظر کیا تھا لیکن قرآن و حدیث اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے طرز عمل میں اس رجحان کے لیے زبردست دلائل موجود ہیں کہ

تیمّم جنابت کے لیے بھی ہو سکتا ہے یہاں پر یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جنابت کے تیمّم کو صرف وہی چیزیں توڑ سکتی ہیں جن سے غسل واجب ہوتا ہے۔'' (تفہیم البخاری:۱/۲۰۹)

قارئین کرام......!! مذکورہ حوالوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن مجید میں تیمّم کی آیت موجود ہے اور قرآن کے سب سے بڑے عالم سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ صرف اس خوف سے کہ کہیں لوگ غلط روش اختیار نہ کر لیں سرے سے تیمّم کی اجازت ہی نہیں دیتے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر ایک مہینہ تک پانی نہ ملے تو نماز ہی نہ پڑھی جائے۔ لیکن اس کے باوجود آل دیوبند کے مفتیوں نے اپنی کتابوں میں تیمّم کی اجازت دے رکھی ہے جب کہ اہل کوفہ نے قرآن سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سیکھا تھا اور وہ ان کی ہی سکھائی ہوئی آیات تیمّم کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔

ال دیوبند کے مفتی جمیل احمد نذیری نے تیمّم کے ثبوت کے لیے قرآن کی آیت پیش کی ہے۔ (دیکھئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز، ص:۳۴)

ال دیوبند کے مفسر قرآن صوفی عبد الحمید سواتی نے بھی ''نماز مسنون'' (۶۸) پر تیمّم کے ثبوت کے لیے قرآن کی آیت پیش کی ہے ہماری معلومات کے مطابق ال دیوبند کے تمام مفتیوں کا تیمّم کے جواز پر اتفاق ہے۔

اب اگر کوئی شخص تیمّم کے جواز کا انکار کرے تو ال دیوبند کے پاس سب سے بڑا ثبوت قرآن کی آیات ہی ہیں لیکن وہ شخص یہ کہے کہ کیا یہ آیات سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ تھیں یا پھر یوں کہے کہ کیا تم سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بڑے قرآن کے عالم ہو؟ کیا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ آیات معلوم نہ تھیں؟ اور پھر ان دونوں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل بیان کرنا شروع کر دے اور آل دیوبند کے مفتیوں پر

گستاخ صحابہ کی پھبتی اڑائے تو ایسے شخص کو اہل دیو بند کیا جواب دیں گے۔؟

اعتراض نمبر ② ۔محمد بن اسحاق اور شیخ ارشاد الحق اثری:

اثری صاحب لکھتے ہیں:

''بلاشبہ ابن اسحاق صحیح کی شروط پر نہیں۔'' (توضیح الکلام:۱/ ۲۴۸)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''محمد بن اسحاق کی وہی روایت معتبر ہوگی جو ثقات کے خلاف نہ ہو اور تدلیس بھی نہ ہو۔'' (۱/۲۶۳) (تحفہ اہل حدیث:۶۲)

جواب: جھنگوی نے شیخ اثری حفظہ اللہ کی عبارت نقل کرنے میں بقول ماسٹر امین اوکاڑوی سبیل یہود پر عمل کیا ہے۔

شیخ اثری حفظہ اللہ کی عبارت ملاحظہ ہو: بلاشبہ ابن اسحاق الصحیح یعنی صحیحین کی شرط کے مطابق نہیں مگر اس سے یہ کیوں کر لازم آیا کہ اس کی حدیث حسن نہیں بلکہ بعض محدثین نے تو اس کی روایات کو صحیح بھی کہا ہے۔ (کما سیأتی) (توضیح الکلام:۱/ ۲۳۶، ط جدیدہ، ۱/ ۲۴۸ ط قدیم)

دوسری عبارت میں بھی جھنگوی نے قطع برید کی ہے شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ راقم ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے ابن اسحاق کی روایات خواہ وہ احکام و مسائل سے متعلق ہوں یا مغازی و سیر سے وہی مقبول جن میں تدلیس اور ثقات کی مخالفت نہ ہو۔ (توضیح الکلام ط، جدید:۱/ ۲۴۹)

معلوم ہوا مذکور شرائط کے تحت محمد بن اسحاق کی روایات احکام و مسائل و مغازی و سیر میں معتبر ہے لہٰذا یہ تو ابن اسحاق کی توثیق پر دلالت کرتا ہے نہ کہ تضعیف پر۔

شیخ مکرم ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے تو ''محمد بن اسحاق'' کی توثیق باقوال ائمۃ الجرح والتعدیل توضیح الکلام میں نقل کی ہے۔ جب کہ متعصب مقلد جھنگوی مغالطہ سے کام چلا رہا ہے۔

جرح امام مالک اور محمد بن اسحاق:

اعتراض: امام مالک نے دجال کہا۔ (تحفہ اہل حدیث:۶۲)

جواب: ابن ہمام حنفی کا فیصلہ:

[و ما نقل عن مالك فيه لا يثبت و لو صح لم يقبله اهل العلم و إِنَّ مالكاً رجع عن الكلام فى ابن اسحاق و اصلح معه و بعث اليه هدية۔] (فتح القدير: ۱/۱۵۹)

''ابن اسحاق کے بارے میں امام مالک سے جو کچھ منقول ہے وہ ثابت نہیں اگر صحیح بھی ہو تو اہل علم نے اس کو قبول نہیں کیا اور بلاشبہ امام مالک نے اس سے رجوع کر لیا تھا اور ان سے صلح کر لی تھی اور ان کے پاس تحفہ بھیجا تھا۔

عبدالحئی لکھنوی حنفی کا فیصلہ:

[الجرح اذا صدر من تعصب او عداوة أو منافرة او نحو ذالك فهو جرح مردود و لا يومن به الا المطرود و لهذا لم يقبَلُ قول مالك فى محمد ابن اسحاق صاحب المغازى انه دجّال من الدجاجلة لما صدر من منافرة باهرة بل حققوا انه حَسَنُ الحديث واحتجت به ائمّة الحديث۔] (الرفع والتكميل، ص: ۲۵۹۔ ۲۶۰)

''جرح جو تعصب یا آپس میں عداوت اور منافرت وغیرہ کی بناء پر ہو تو وہ مردود ہے اس کو وہی معتبر سمجھتا ہے جو خود منافرت میں مبتلا ہے اس لیے امام مالک کا محمد بن اسحاق کے متعلق دجال من الدجاجلة کا قول قبول نہیں کیا گیا کیونکہ یہ جرح منافرت پر مبنی تھی بلکہ ان (اہل علم) کے نزدیک محقق قول یہ ہے کہ یہ (محمد بن اسحاق) حَسَنُ الحَدِيْث ہے اور ائمہ حدیث نے اس کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔''

اکابر احناف کے فیصلوں سے بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام مالک کی اس جرح کا علما احناف نے بھی اعتبار نہیں کیا بلکہ بقول مولانا عبدالحئی حنفی ایسی جرح کو قبول کرنے والا خود

منافرت میں مبتلا ہے۔ لیکن اس کے باوجود جھنگوی کہتا ہے امام مالک نے اس کو دجال قرار دیا۔

① آل دیوبند کے نزدیک انتہائی معتبر محدث طحاوی حنفی نے محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کی ایک حدیث کے متعلق کہا:[فھٰذا حدیث متصل الاسناد ، صحیح] (شرح معانی الآثار:۲/۲۰۸) دوسرا نسخہ:۳/۲۲)

② آل دیوبند کے امام زیلعی حنفی نے لکھا ہے:[وابن اسحاق الاکثر علٰی توثیقہ و ممن وثقہ البخاری.] ''اکثر محدثین نے ابن اسحاق کو ثقہ کہا ہے اور توثیق کرنے والوں میں امام بخاری بھی ہیں۔'' (نصب الرایہ:۴/۷)

③ آل دیوبند کے امام بدر الدین عینی حنفی نے لکھا ہے:[ان ابن اسحا ق من الثقات الکبار عند الجمھور.] '' جمہور کے نزدیک ابن اسحاق بڑے ثقہ لوگوں میں سے ہے۔'' (عمدۃ القادری:۷/۲۷۰)

④ محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''جمہور علماء نے اس کی توثیق کی ہے۔'' (سیرت المصطفیٰ:۱/۷۶)

⑤ سہیلی رحمہ اللہ نے فرمایا: [ثبت فی الحدیث عند اکثر العلماء] اکثر علماء کے نزدیک وہ حدیث میں ثبت ہے۔'' (الروض الانف:۱/۴)

⑥ آل دیوبند کے شیخ الحدیث فیض احمد ملتانی نے محمد بن اسحاق کی احکام کے متعلق ایک حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ''یہ حدیث مسند احمد، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ، بیہقی میں بھی مروی ہے۔ اور اس کی سند صحیح ہے ، امام بخاری علیہ السلام فرماتے ہیں:[ھو عندی صحیحٌ] (نماز مدلل:۷۸)

⑦ آل دیوبند کے ''شیخ'' محمد الیاس فیصل نے اپنی تائید میں محمد بن اسحاق کی حدیث کے متعلق لکھا ہے:[قال الزیلعی ھذا ثابت صحیح] (نماز پیغمبر ﷺ:۱۰۵)

⑧ آل دیوبند کے شیخ الحدیث زکریا تبلیغی نے محمد بن اسحاق کو ثقہ مدلس تسلیم کیا ہے۔

دیکھئے (فضائل اعمال: ۵۰۳، مکتبہ فیضی کتب خانہ)

⑨ مفتی جمیل احمد نذیری دیوبندی نے احکام میں محمد بن اسحاق کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے: رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز: ۳۶۴)

⑩ ماسٹر امین اوکاڑوی نے احکام میں محمد بن اسحاق کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ دیکھئے (تجلیات صفدر: ۲/۷۷، ۵/۳۲۹)

⑪ دیوبندیوں کے ''مولانا'' امجد سعید (دوغلی پالیسی والے) نے بھی محمد بن اسحاق کی احکام کے متعلق حدیث کو صحیح کہا اور اس سے استدلال بھی کیا۔ (سیف حنفی: ۳۱۳، ۳۱۴)

⑫ ماسٹر امین اوکاڑوی کی پسندیدہ کتاب حدیث اور اہل حدیث کے مؤلف انوار خورشید نقلی نام والے نے بھی محمد بن اسحاق کی احادیث سے احکام میں استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے: حدیث اور اہل حدیث ۴۶۳، اور ۷۶۱، ۴۰۱)

⑬ حبیب الرحمٰن اعظمی استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے احکام میں محمد بن اسحاق کی حدیث کو ''جید السند'' کہا۔ (غیر مقلدین کیا ہیں؟ ۱/۴۸۰)

⑭ آل دیوبند کے مفسر قرآن صوفی عبدالحمید سواتی نے بھی محمد بن اسحاق کی حدیث سے احکام میں استدلال کیا۔ دیکھئے: نماز مسنون: ۳۴۸، حدیث نمبر: ۵۔

⑮ آل دیوبند کے شہید اور مفتی محمد یوسف لدھیانوی نے محمد بن اسحاق کی سند سے ایک روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ''زیر نظر حدیث کی سند بھی صحیح اور ثقہ ہے۔'' (اختلاف امت اور صراط مستقیم: ۲/۱۳۳، دوسرا نسخہ: ۳۶۵)

⑮ آل دیوبند کے انتہائی معتبر محدث نیموی رحمہ اللہ نے محمد بن اسحاق کی احادیث کو صحیح حسن اور قوی قرار دیا ہے۔ دیکھئے: آثار السنن (صحیح: ۸۳۴، ۹۱۳)، (حسن، ۳۹، ۲۶۳، ۳۴۹، ۸۴۹) (قوی: ۱۰۸۱)

الزامی جواب [جرح مالک علی ابی حنیفہ]:

امام مالک علیہ الرحمہ کی جرح علی ابن اسحاق کی حقیقت تو ہم نے بالتفصیل واضح

کر دی ہے ہم جھنگوی ٹولہ اور گستاخ اوکاڑوی پارٹی کو (بطورالزام) ایک اور قول کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ امام عبد اللہ بن احمد فرماتے ہیں مجھے منصور نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں میں نے (امام دار الھجرۃ) امام مالک سے سنا کہ انھوں نے ابوحنیفہ کے بارے میں ایسی بات بیان فرمائی جو اس (ابوحنیفہ) کو دین سے خارج کر دیتی ہے انھوں نے فرمایا:

[مَا كَادَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ اِلَّا الدين] ''ابوحنیفہ نے دین کو فراڈ لگائے ہیں۔'' (اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں) (کتاب السنۃ: ۱/۱۹۹، رقم: ۲۹۳)

ہم اوکاڑوی پارٹی سے عرض کرتے ہیں کہ امام مالک کی مرجوح جرح کی بناء پر جب وہ ابوحنیفہ و قاضی ابو یوسف کے استاد امام المغازی محمد بن اسحاق علیہ الرحمہ پر اپنے آلات جراحی چلائیں تو ساتھ ہی ساتھ ابوحنیفہ کے بارے میں امام مالک کا تبصرہ و فیصلہ بھی اسی زور و شور سے بیان کیا کریں تاکہ انصاف کے تقاضے پورے ہو جائیں اور آپ کے مقلد پن کی حقیقت بھی آشکار ہو جائے۔

محمد بن اسحاق پر شیعہ و قدری ہونے کا الزام:

اعتراض: اس پر شیعہ و قدری ہونے کا الزام لگایا گیا۔ (تحفہ اہل حدیث، ص: ۶۲)

جواب: [1] دیوبندی امام سرفراز صفدر کا فیصلہ: وہ لکھتے ہیں:

''اصول حدیث کی رو سے ثقہ راوی کا خارجی جہمی، معتزلی یا مرجی وغیرہ ہونا اس کی ثقاہت پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتا اور صحیحین میں ایسے راوی بکثرت موجود ہیں۔'' (احسن الکلام: ۱/ ۴۹)

مزید لکھتے ہیں:

'' اور ایسے راوی جو شیعہ، مرجی اور قدری وغیرہ ہیں صحیحین میں ان کی بے شمار روایتیں موجود ہیں یہ ان کے ضعف کی وجہ نہیں۔'' (احسن الکلام: ۱/ ۱۳۱)

نیز دیکھیں: ''المسلك المنصور '' (ص: ۹۷)

۲ ماسٹر امین اوکاڑوی کا فیصلہ:

ماسٹر صاحب احادیث کے طبقات بیان کرتے ہوئے پانچویں طبقہ کے ضمن میں راقم ہیں:

''اور بدعتی راوی بھی اس طبقہ میں شامل ہیں جیسے کہا جائے یہ شیعہ ہے، یہ قدری ہے، یہ ناصبی ہے، یہ مرجیٔ ہے یہ جہمی ہے اور یہ اپنی بدعت کی طرف دعوت دیتا ہے یا نہیں وغیرہ۔(اس طبقہ کی احادیث حسن لذاتہ) کہلائیں گے۔''

(تجلیات صفدر:۴/۱۹۔۲،۲۰/۹۷۔۹۸، مکتبہ امدادیہ ملتان)

امام المغازی محمد بن اسحاق بن یسار رحمہ اللہ پانچویں طبقہ کے ہیں۔ دیکھئے: (تقریب:۲۹۰) معلوم ہوا محمد بن اسحاق کی روایت ماسٹر امین اوکاڑوی کے بقول بھی حسن لذاتہ ہے۔

۳ متعصب مقلد حبیب اللہ ڈیروی لکھتا ہے:

''محدثین کرام کے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ مرجی معتزلی قدری شیعی وغیرہ جب تک ان کا غلو فی المذہب ثابت نہ ہو ان کی روایت صحیح تسلیم کی جاتی ہے اور ایسے راوی صحیحین میں بکثرت موجود ہیں۔'' (نور الصباح ، حصہ اوّل ،ص:۹۶۔۹۷)

۴ محمود عالم صفدر دیوبندی ابن حجر رحمہ اللہ کے تقریب میں بیان کردہ طبقات کی توضیح کرتے ہوئے پانچویں طبقہ کے تحت لکھتا ہے: اور بدعتی راوی بھی اس طبقہ میں شامل ہیں جیسے کہا جائے یہ شیعہ ہے یہ قدری ہے یہ ناصبی ہے یہ مرجئ ہے یہ جہمی ہے اور یہ اپنی بدعت کی طرف دعوت دیتے ہا یا نہیں اس طبقہ کی احادیث حسن لذاتہ کہلائیں گی۔'' (قطرات العطر ،ص:۲۰۳)

معراج جسمانی اور محمد بن اسحاق:

اعتراض: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی معراج کا منکر تھا۔'' (تحفہ اہل حدیث:۶۲)

جواب 1=اس کا تحقیقی جواب تو آگے آ رہا ہے الزامی طور پر عرض ہے کہ جھنگوی کے امام سرفراز صفدر نے ایک بریلوی ''مفتی'' کو مخاطب کر کے لکھا ہے مفتی صاحب کیا

آپ حضرات شاہ ولی اللہ صاحب کو مسلمان اور عالم دین اور اپنا بزرگ تسلیم کرتے ہیں اگر ایسا ہے تو آپ کو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی بات تسلیم کرنا پڑے گی۔‘‘

(باب جنت بجواب راہ جنت ص:۴۹)

اور سرفراز صفدر صاحب ہی نے لکھا ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ شق قمر کے وقوع کے قائل نہیں۔ (طائفہ منصورہ ۱۴۷)

کیا اب جھنگوی شاہ ولی اللہ کو بھی ایسی تنقید کا نشانہ بنائے گا؟

جواب 2= یہ جھنگوی کا محمد بن اسحاق پر افترا ہے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف آپ کی روح کو معراج ہوئی اسی وجہ سے اہل علم میں اس بات پر اختلاف ہے بعض اہل علم معراج جسمانی کے قائل ہیں اور بعض اس کے قائل نہیں۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ ان اہل علم کے ادلّہ (جو صرف آپ کی روح کے لیے معراج کے قائل ہیں) نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’محمد بن اسحاق بن یسار اپنی کتاب ”السیرۃ“ میں فرماتے ہیں مجھے یعقوب بن عتبہ بن المغیرہ بن الاخنس نے بیان کیا کہ جب معاویہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا یہ اللہ کی طرف سے سچا خواب تھا۔‘‘

اور امام محمد بن اسحاق فرماتے ہیں: ’’مجھے بعض آل ابی بکر نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم گم نہیں ہوا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو سیر کرائی تھی۔‘‘ امام محمد بن اسحاق کہتے ہیں: ’’حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کا انکار نہیں کیا گیا۔‘‘

اور اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے:

﴿وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ (بنی اسرائیل:۶۰)

''اور نہیں ہم نے بنایا وہ خواب جو ہم نے آپ کو دکھایا تھا مگر لوگوں کے لیے آزمائش۔''

اس آیت سے استدلال یہ ہے کہ رؤیا بمعنی خواب ہے یعنی شب معراج میں آپ ﷺ کو جو خواب دکھلایا گیا تھا اس کی وجہ سے لوگ فتنہ میں پڑ گئے۔'' (از عارفی)

اور قول ابراہیم علیہ السلام (سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے) جو انھوں نے اپنے بیٹے سے کہا تھا:

﴿ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰی ﴾

''اے میرے بیٹے! بے شک میں نے خواب میں یہ دیکھا ہے کہ میں تمھیں ذبح کر رہا ہوں تو غور کرو تمہاری کیا رائے ہے۔'' (الصّٰفّٰت:۱۰۲)

پھر حضرت ابراہیم نے اپنے خواب پر عمل کیا اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے پاس دونوں حالتوں میں وحی نازل ہوتی تھی اور خود نبی ﷺ نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے۔ (بخاری کتاب التہجد باب قیام النبی باللیل فی رمضان وغیرہ، رقم:۱۱۴۷)

محمد بن اسحاق کا فیصلہ:

یہ تمام دلائل نقل کر کے امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''واقعہ معراج آپ کو نیند میں دکھایا گیا یا بیداری میں اور یہ واقعہ جس حالت میں بھی پیش آیا تھا وہ حق اور سچ ہے۔'' (انتہی کلام ابن اسحاق) (تفسیر ابن کثیر: ۲۳/۳، ناشر امجد اکیڈمی اردو بازار لاہور)

تفسیر ابن کثیر سے ہم نے محمد بن اسحاق کا مکمل کلام نقل کر دیا جس سے واضح ہو گیا کہ محمد بن اسحاق قطعاً نبی ﷺ کے جسمانی معراج کا منکر نہ تھے جب کہ مقلد ضال انکار باور کروا رہا ہے کیا آل تقلید کے ہاں 'انصاف اسی قطع برید کا نام ہے؟

انکار معراج اور احناف:

فقہ حنفی کی معتبر کتاب ''فتاویٰ عالمگیری'' میں مرقوم ہے:

[وَ مَنْ انکر المعراج يُنظَرُ اِنْ انكر الاِسراء من مكة الى بيت المقدس فهو كافر وَ اِنْ اَنكَرَ المِعْرَاجَ مِن بيت المقدس لا يُكَفَّر]

”جو شخص معراج کا انکار کرے اس کو دیکھا جائے گا اگر وہ اسراء (مکہ سے بیت المقدس تک کا زمینی سفر) کا انکار کرے تو کافر ہے اگر وہ بیت المقدس سے (آسمانوں پر جانے کا) انکار کرے تو اس کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔“

[الفتاویٰ العالمگیریہ المعروف بالفتاویٰ الہندیہ: ۱/۸۴، سطر نمبر: ۱۰-۱۱، طبع مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ پاکستان]

فتاوی عالمگیری کا مقام:

بقول مقلدین اس فتاویٰ پر پانچ سو حنفی علماء کا اجماع ہے۔ (قافلہ حق، ص: ۲۹، جلد: ۴، شمارہ: ۱)

التزام تشیع اور محمد بن اسحاق:

اعتراض: جھنگوی اس بات پر مصر کہ محمد بن اسحاق (متوفی ۱۵۰ھ) پر صرف شیعیت کا الزام ہی نہیں بلکہ التزام شیعیت بھی تھا۔“ (تحفہ: ۶۳)

جواب 1= شیعہ ہونا حنفیوں کے ہاں کوئی جرح نہیں جیسا کہ متعدد مقلدین کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ (دیکھئے ص: ۲۱۰-۲۱۱)

جواب 2= جھنگوی ٹولے کا یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ متقدمین کی اصطلاح میں شیعہ سے مراد رافضی نہیں بلکہ غلبہ محبت اہل بیت کا نام ہے لہٰذا جھنگوی لفظ شیعہ کی اصطلاح سے نابلد ہے۔ (جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے) جو اس کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

جواب 3= جدید دیوبندیوں میں جھنگوی ٹولے نے امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کے متعلق شیعہ شیعہ کی رٹ لگائی ہوئی ہے حالانکہ اسی جھنگوی ٹولے کا ایک نعرہ ہے کافر کافر شیعہ کافر جو نہ مانے وہ بھی کافر اب جھنگوی اینڈ کمپنی بتائے کیا امام محمد بن اسحاق کافر ہیں؟ نعوذ باللہ اور جو ان کو کافر نہ مانے وہ کافر ہیں؟ جھنگوی اینڈ اوکاڑوی پارٹی کی امانت و

دیانت کا ان شاء اللہ پتہ چل جائے گا۔

دیوبندی امام سرفراز صفدر اور لفظ شیعہ:

سرفراز صفدر صاحب راقم ہیں: ''متقدمین حضرات محدثین کرام کے نزدیک متقدمین اور متاخرین کے درمیان حد فاصل ۳۰۰ھ ہے۔'' (لسان المیزان: ۱/۸،۵/۳۹۶)

اور حضرات فقہاء عظام کے نزدیک امام شمس الائمہ الحلوانی المتوفی: ۴۵۶ھ ہیں۔ (فوائد البھیہ، ص: ۲۴۱) اور متاخرین کی اصطلاح لفظ شیعہ کے بارے میں جدا جدا ہے حضرت متقدمین کے نزدیک لفظ شیعہ کا اور مفہوم ہے اور حضرات متاخرین کے نزدیک اور ہے بعض خواص بھی اس فرق سے ناواقف ہیں اور بات کو گڈ مڈ کر دیتے ہیں اور متاخرین کی اصطلاح کو متقدمین کی اصطلاح پر فٹ کر دیتے ہیں۔ (جیسا کہ مقلد اعمیٰ جھنگوی نے کیا (از عارفی) اور اس سے پیچ در پیچ غلطیاں پیدا ہوتی ہیں۔ (ارشاد الشیعہ، ص: ۱۹۔ ۲۰)

معلوم ہوا ۱۵۰ھ میں فوت ہونے والے امام المغازی پر چوتھی صدی کی رافضیت کا الزام آل تقلید کے خیر القرون کے افراد سے بغض عناد کی واضح دلیل ہے۔

محمد بن اسحاق پر وضع حدیث کا الزام:

اعتراض: محمد بن اسحاق رسول پاک ﷺ کی وفات کا ذکر کرتے ہیں اور یہ الفاظ فرما رہے ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول اپنی طرف سے بنا کر پیش کرتے ہیں۔

''پھر میں نے حضور علیہ السلام کا سر مبارک تکیہ پر رکھا اور کھڑی ہو گئی اور دوسری عورتوں کے ساتھ ماتم میں منہ پر طمانچہ مار رہی تھی اور اپنے چہرے کو پیٹ رہی تھی۔'' (مسند احمد: ۶/۲۷۴، بحوالہ ہدایہ علماء کی عدالت میں: ۱۷۴) (تحفۃ اہل حدیث: ۶۳)

جواب: ہمارے علم کے مطابق کسی محدث نے امام محمد بن اسحاق کو وضع حدیث سے متہم نہیں کیا۔ یہ جھنگوی کا امام موصوف پر الزام ہے۔ بلکہ یہ حضرات تو امام محمد بن اسحاق کے متعلق بازاری و عاصیانہ انداز اختیار کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔

مثلاً متعصب مقلد حبیب اللہ ڈیروی تو امام محمد بن اسحاق سے دشمنی میں اس قدر آگے بڑھ گیا کہ اپنے منصب "شیخ الحدیث" ہونے کا بھی پاس نہ کیا اور امام موصوف کے بارے میں بازاری زبان استعمال کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"اس کی سند میں عن ابی اسحاق جو دراصل محمد بن اسحاق ہے۔ جو کہ مشہور دَلّا ہے۔" (توضیح الکلام پر ایک نظر:۱۱۷)

ان حضرات نے امام موصوف کے بارے میں یہ انداز اختیار کرنے سے قبل اتنا بھی نہ سوچا کہ امام محمد بن اسحاق امام ابوحنیفہ کے استاد ہیں۔ دیکھیں: مسند ابی حنیفہ لابی نعیم، ص:۱۴۱۔

اور احناف کے ہاں امام ابوحنیفہ کے تمام اساتذہ ثقہ ہیں۔

جیسا کہ انہی کا ایک بزرگ ظفر احمد تھانوی لکھتا ہے:

[قلت: و كذا شيوخ إمامنا الأعظم أبي حنيفة رضى الله عنه ثقات۔ قال الامام العلامة الشعراني...... و قد من الله تعالىٰ هى بمطالعة "مسانيد الامام أبي حنيفة" الثلاثة...... فرأيته لا يروى حديثاً الا عن خيار التابعين العدول الثقات...... فكل الرواة الذين بينه و بين رسول الله ﷺ عدول ثقات أعلام أخيار ليس فيهم كذاب و لا متهم بالكذب]

"میں کہتا ہوں کہ اسی طرح ہمارے امام اعظم کے تمام اساتذہ بھی ثقہ ہیں۔ امام علامہ شعرانی فرماتے ہیں...... اللہ تعالیٰ نے مجھے امام ابوحنیفہ کی تینوں مسانید کے مطالعے کا شرف بخشا......تو میں نے دیکھا کہ امام صاحب صرف عادل، ثقہ تابعین سے ہی روایت کرتے ہیں...... پس ہر وہ راوی جو رسول اللہ ﷺ اور امام صاحب کے درمیان ہیں سب کے سب عادل، ثقہ، اعلام و اخیار ہیں۔ ان میں کوئی کذاب ہے، نہ متہم بالکذب۔"

(قواعد فی علوم الحدیث، ص:۲۱۹۔۲۲۰)

اس کے بعد ''ظفر احمد تھانوی'' صاحب مزید راقم ہیں:

[فمن روی ابو حنیفة عنه و لم یبین فیه جرحاً فهو ثقة۔]

''ہر وہ راوی جس سے امام ابوحنیفہ نے روایت لی اور اس پر جرح بیان نہیں کی تو وہ ثقہ ہے۔'' (قواعد فی علوم الحدیث، ص:۲۲۱)

نیز ماسٹر امین اوکاڑوی لکھتا ہے:

''رہے عمرو بن شعیب تو ان سے امام صاحب رحمہ اللہ نے مسند میں حدیث لی ہے پھر آپ کو اعتراض زیب نہیں دیتا۔'' (تجلیات صفدر:۳/۵۲۳، طبع فیصل آباد)

معلوم یہ ہوا کہ جن سے امام صاحب روایت لیں ان پر اعتراض کرنا عند المقلدین لغو و مردود ہے۔ جب کہ اسی ماسٹر امین کا علم یہ ہے کہ مذکورہ عبارت سے چند سطور قبل ''محمد بن اسحاق'' کے متعلق یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ''حضرت امام اعظم رحمہ اللہ نے مسند میں...... اس سے کوئی حدیث نہیں لی۔'' (تجلیات:۳/۵۲۳)

حالانکہ بحمد اللہ ہم نے باحوالہ ثابت کر دیا ہے کہ ''محمد بن اسحاق'' مسند میں ہی ابوحنیفہ کا استاد ہے۔ یہ ہے ان کا مبلغ علم۔

مفتی تقی عثمانی اور محمد بن اسحاق:

مفتی صاحب راقم ہیں:

''جہاں تک محمد بن اسحاق کا تعلق ہے خود حنفیہ نے ایسی بہت سی روایتوں سے استدلال کیا ہے جو محمد بن اسحاق سے مروی ہیں اور یہ وہ راوی ہیں جن کے بارے میں ائمہ حدیث کا اتنا شدید اختلاف ہوا ہے کہ شاید کسی دوسرے راوی کے بارے میں اس قدر شدید اختلاف نہ ہوا ہو۔

امام مالک تو ان کے بارے میں یہ کہتے ہیں:

[اُقِمْتُ بَینَ الحجر و باب بیت اللّٰه لقلت انه دجال کذاب و قال دجال من الدجاجلة]

اور شعبہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: ''امیر المومنین فی الحدیث دوسرے علماء جرح و تعدیل کی آراء بھی اُن کے بارے میں مختلف ہیں بعض حضرات نے ان کے بارے میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان کی جو روایت حدثنا کے صیغے کے ساتھ ہو وہ مقبول ہے اور عن کے ساتھ مروی ہو وہ یعنی معنعن ہو وہ مقبول نہیں لیکن ان کے بارے میں معتدل فیصلہ جسے حضرت شاہ صاحب نے بیان کیا وہ یہ ہے:

''کہ یہ حافظہ میں کچھ کمزور تھے عدالت کے اعتبار سے قابل اعتماد لہٰذا یہ رواۃ حسان میں سے ہیں البتہ یہ تدلیس کے عادی ہیں اس لیے ان کا عنعنہ مشکوک ہے۔ (درس ترمذی:۱/۱۹۲،طبع دار الکتاب دیوبند یو۔پی)

لیکن محمد بن اسحاق کے بارے یہ تحقیق کتاب الطهارة میں گزر چکی ہے کہ وہ رواۃ حسان میں سے ہیں اور ان کی احادیث قابل استدلال ہیں۔(درس ترمذی:۱/۴۴۰، دارالکتاب دیوبند یوپی)

تقریباً ۲۰ سے زائد اکابر احناف نے محمد بن اسحاق کی توثیق کی ہے اور خود کئی مسائل میں اس کی روایات سے دلیل لی ہے جس کا اعتراف مولانا تقی عثانی حنفی دیوبندی نے بھی اپنی کتاب درس ترمذی میں کیا ہے۔

کیا تمام حنفی اکابرین بھی اس حقیقت سے جاہل تھے جس کا انکشاف پندرھویں صدی کے بعض متعصب مقلدین پر ہوا؟

محمد بن اسحاق کے متعلق قول فیصل:

ماسٹر امین اوکاڑوی ''تقریب التھذیب'' کے بارہ (۱۲) طبقات نقل کر کے لکھتا ہے:

''ان بارہ طبقات میں سے پہلے نو طبقات تو وہ ہیں جن پر جرح مفسر ہے ہی نہیں۔ اس لیے یہ راوی ہمارے ہاں مجروح نہیں ہے اگرچہ اس کو ضعیف لکھا ہو۔'' (تجلیات:۲/۹۸، مکتبہ امدادیہ ملتان)

مزید ''تجلیات'' (۴/۲۰) پر راقم ہے:

''ہمارے ہاں خیر القرون میں جہالت مضر نہیں اور پہلے ۹ طبقے خیر القرون کے ہیں اس لیے ہمارے ہاں وہ حدیث درجہ حسن میں ہوگی...... خیر القرون نویں طبقے تک ہے ان ۹ طبقات کی احادیث ہمارے ہاں احکام میں مقبول ہوں گی۔''

اس صفدری اصول کو ذہن میں رکھتے ہوئے ''التقریب'' اٹھایئے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

[محمد بن اسحاق بن یسار، ابوبکر المطلبی مولدھم المدنی ...... من صغار الخامسة] (تقریب التهذیب، ص:۴۰۳، (۵۷۲۵))

یعنی (ابن اسحاق) پانچویں طبقے کا ہے جس کی احادیث ماسٹر کے اصول کے مطابق حسن درجہ کی اور احکام میں مقبول ہیں۔

جھنگوی صاحب اگر اپنی کتب و اصول سے واقفیت نہ ہو تو ہم سے رابطہ کیجیے ہم آپ ہی کے گھر سے آپ کی ضیافت کا اہتمام کیے بیٹھے ہیں بتوفیق اللہ وعونہ۔

حدیث عائشہ اور الزام ماتم:

جھنگوی صاحب کا مبلغ علم چند متعصبین کے پمفلٹ ہیں وہ مسند احمد کی ایک روایت پر تقلیدی تیشہ چلاتے ہوئے سبیل یہود پر عمل پیرا ہے اور محمد بن اسحاق پر بغض و عناد کی آگ برساتے ہوئے راقم ہے: ''جو شخص عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر ماتم کا الزام لگائے وہ شیعہ نہیں تو اور کیا ہے۔'' (تحفہ، ص:۶۳)

جواب: بطریق محمد بن اسحاق مروی حدیث عائشہ ملاحظہ ہو:

[حدثنا عبد الله حدثنی ابی حدثنی یعقوب قال ثنا ابی عن ابن اسحاق قال حدثنی یحیی بن عباد بن عبد الله بن الزبیر عن ابیه عباد قال سمعت عائشه تقول مات رسول الله ﷺ بین سحری و نحری و دولتی و لم اظلم فیه احداً فمِن سفهی و

حداثة سنّی انَّ رسول الله ﷺ قبض و هو فی حجری ثم وضعت رأسه علی وسادة و قمتُ اَلْتَدِمُ مَع النِّسَآءِ وَ اَضرِبُ وَجْهِیْ] (مسند احمد:٦/٢٧٤)

''عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا وہ کہتی ہیں نبی ﷺ نے میرے گھر میں میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے فوت ہوئے میں نے اس میں کسی کے ساتھ ظلم نہیں کیا میں نے اپنی بے دانشی اور کم سنی کی وجہ سے آپ ﷺ کا سر مبارک تکیہ پر رکھ دیا اور میں عورتوں کے ساتھ کھڑی ہو کر آہ وبکا کرنے لگی اور اپنے چہرے پر مارنے لگی۔''

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے اور اس سے قطعاً رافضیانہ ماتم صدیقہ کائنات سے ثابت نہیں ہو رہا بلکہ خود امی عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے اس عمل کو اپنی کم عمری پر محمول کر رہی ہیں اور اپنے فعل کو ''سفھی'' کہتی ہیں، جو حرمت ماتم کو مستلزم ہے، یہ رافضی بھی عجیب ہے جو سیدہ سے ماتم کے رد پر قول نقل کر رہا ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی بنا پر امام المغازی محمد بن اسحاق رحمہ اللہ پر التزام شیعیت (رافضیت) محض ایک الزام ہے جس سے ان کا دامن بالکل پاک ہے۔

پارے بکری کھا گئی:

اعتراض: مقلد ضال کا ایک اور افتراء ملاحظہ ہو:

''قرآن پاک کے پارے بکری کھا گئی تھی یہ روایت بھی شیعہ پیش کرتے ہیں اس کا راوی بھی خیر سے محمد بن اسحاق ہے۔'' (ابن ماجہ،ص:۱۳۹)(تحفہ:۶۴)

جواب: سنن ابن ماجہ میں محولہ صفحہ تو کیا مکمل ابن ماجہ پڑھ لیں کہیں بھی آپ کو ایسی کوئی روایت نہیں ملے گی جس کا معنی یہ ہو کہ پارے بکری کھا گئی۔ مقلدین کو کبھی قرآن و حدیث پڑھنے کی توفیق ہو تو انھیں معلوم ہو اصل بات کیا ہے امت مسلمہ کا قرآن مجید تو مکمل و محفوظ ہے شاید کوئی حنفی قرآن ہو جس کے پارے بکری کھا گئی ہو اور اس میں وہ

آیت بھی ضائع ہوگئی جس کا انتساب مولوی محمود الحسن دیوبندی نے بڑی ڈھٹائی سے قرآن کی طرف کیا ہے اور باقاعدہ آیت تحریر کی اور کہا: تمھیں یہ آیت تو نظر آ گئی لیکن یہ نظر نہ آئی جس قرآن میں وہ آیت ہے اسی قرآن میں آیت معروضہ بالا احقر بھی موجود ہے۔ دیکھئے: (ادلہ کاملہ،ص:۱۸،حضرت شیخ الہند کے غیر مقلدین سے لاجواب سوالات" طیب اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان)

کیونکہ بعض دیوبندی بھی رافضیوں کی طرح تحریف قرآن کا عقیدہ رکھتے ہیں دیکھئے: (فیض الباری:۳/۳۹۵،طبع مکتبہ حقانیہ پشاور)

ابن ماجہ اور قصہ بکری:

سنن ابن ماجہ کی جس روایت کا حنفی مقلد نے حوالہ دیا ہے اس میں یہ قطعاً نہیں کہ پارے بکری کھا گئی بلکہ اس روایت میں صرف اتنا ہے امی عائشہ بیان کرتی ہیں آیت رجم اور رضعات کبیر دس مرتبہ دودھ پلانا (جو دونوں منسوخ آیتیں تھیں) وہ ورق میں لکھی ہوئی میری چارپائی کے نیچے پڑی ہوئی تھے جب نبی ﷺ بیمار ہوئے تو ہم آپ ﷺ کے معاملہ میں مشغول ہو گئے اور اس ورق کو ہماری چھوٹی بکری کھا گئی۔ (ابن ماجہ،ابواب النکاح باب رضاع الکبیر،رقم:۱۹۴۴،مسند احمد:۶/۲۶۹،رقم:۲۶۳۱۶)

① کیا دو آیات کو پارے کہا جاتا ہے؟

② کیا ورق جو بکری کھا گئی وہ محض ایک ورق تھا یا روافض کے مزعومہ (دس) پارے تھے۔

③ جب وہ آیات منسوخ ہو چکی تھیں تو ان کی حفاظت کا اہتمام ضروری نہ رہا۔ لہٰذا اس کو بکری نہ بھی کھاتی تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

اعتراض: عکرمہ کے شاگرد داؤد بن الحصین جو اس روایت کا راوی ہے کا حال بتا دوں وہ بھی خارجی تھا۔ (تحفہ،ص:۶۵)

جواب: داؤد بن الحصین:

① داؤد بن الحصین عن عکرمہ عن ابن عباس کا طریق عند الاحناف کابل احتجاج ہے جس پر ہم متعدد حوالہ جات پیش کر چکے ہیں۔

② داؤد بن الحصین (درجہ سادسہ) چھٹے طبقے کے راوی ہیں جن کی روایت دیوبندیوں کے ہاں ضعیف نہیں ہوتی۔ (تجلیات:۴/۲۰) اور ماسٹر امین اوکاڑوی نے مزید لکھا ہے ہمارے ہاں خیر القرون کی جہالت کوئی جرح نہیں اور خیر القرون نویں طبقہ تک ہے ان نو طبقات کی احادیث ہمارے ہاں احکام میں مقبول ہوں گی۔ لہٰذا جھنگوی کا داؤد بن الحصین پر نقد ظلم عظیم ہے۔

③ جھنگوی کے پیرو مرشد ماسٹر امین اوکاڑوی نے داؤد بن الحصین کی سند سے ایک روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: [واسناده صحيح] (تجلیات صفدر:۳/۲۰۱)

④ داؤد بن الحصین صحیح بخاری کے راوی ہیں دیکھئے صحیح بخاری رقم الحدیث (۲۱۹۰ و ۲۳۸۲)، اور اٰل دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے لکھا ہے کہ صحیح بخاری کے سب راوی ثقہ ہیں۔ (تسکین الصدور:۲۴۴، ۳۳۹) لہٰذا مقلدین دیابنہ کو داؤد بن الحصین پر جرح کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

خارجیت کا الزام:

یہ بھی محض الزام ہے جس کی کوئی مستند دلیل نہیں مزید یہ کہ خارجیت بھی عند الاحناف جرح نہیں۔

ماسٹر امین اوکاڑوی لکھتا ہے:

"بدعتی راوی بھی اس طبقہ میں شامل ہے جیسے یہ کہا جائے یہ شیعہ ہے یہ قدری ہے یہ ناصبی ہے یہ مرجئ ہے یہ جہمی ہے یہ اپنی بدعت کی طرف دعوت دیتا ہے یا نہیں وغیرہ (اس طبقہ کی احادیث حسن لذاتہ کہلائیں گی)"

تقریباً یہی بات دیوبندی مقلد محمود صفدر اوکاڑوی نے ''قطرات العطر'' (ص ۲۰۳) پر لکھی ہے لہٰذا یہ الزام مردود ہے۔

عکرمہ رحمہ اللہ پر مردود جرح:

جھنگوی راقم ہے: **اعتراض**: ''اس سند کا ایک راوی عکرمہ ہے یہ حضرت ابن عباس کا غلام ہے۔ خارجی تھا حضرت ابن عباس کے بیٹے اس کو لیٹرین کے پاس باندھ دیتے تھے جب پوچھا جاتا کیونکر باندھا تو کہتے ہمارے باپ پر جھوٹ بولتا ہے۔'' (میزان الاعتدال: ۳/۹۴) (تحفۂ اہل حدیث، ص: ۶۵، ۶۶)

جواب 1= عکرمہ رحمہ اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں ان کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

[عکرمة بن عبد اللّٰه مولىٰ ابن عباس اصله بربری ثقة ثبت عالم بالتفسير ......الخ] (تقريب التهذيب، ص: ۲٤۱۔۲٤۰)

''عکرمہ بن عبداللہ مولیٰ ابن عباس ثقہ ثبت اور تفسیر قرآن کا عالم تھا۔''

جواب 2= متعصب مقلد کا ذکر کردہ واقعہ مردود ہے کیونکہ یہ قصہ بسند صحیح ثابت ہی نہیں اس کی سند میں یزید بن ابی زیادہ نامی ایک راوی ہے جس کے بارے میں اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ضعیف ہے۔ (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب: ۲۴۴)

جواب 3= حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ راقم ہیں: [والجمهور على تضعيفه] جمہور محدثین اس (یزید) کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ (ھدی الساری: ۴۵۹)

لہٰذا ایک غیر ثابت قصہ کی بنا پر عظیم تابعی عکرمہ رضی اللہ عنہ پر طعن اکابرین امت اور سلف صالحین و خیر القرون کے بارے مقلدین کے خبث باطن کی عکاسی ہے۔

اکابر آل دیوبند اور عکرمہ تابعی رحمہ اللہ:

① جھنگوی پارٹی کے امام سرفراز صفدر نے بحوالہ ''تقریب التہذیب'' لکھا ہے: ''عکرمہ

ثقہ تھے۔'' (احسن الکلام: ۳۱۰/۱، حاشیہ و نسخہ اخری: ۳۸۲/۱، حاشیہ)

۲ زکریا تبلیغی دیوبندی نے لکھا ہے حضرت عبداللہ بن عباس کے غلام حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ مشہور علماء میں سے ہیں اسی چیز کا اثر تھا کہ پھر عکرمہ غلام حضرت عکرمہ بن گئے کہ بحر الامۃ اور حبر الامۃ کے القاب سے یاد کیے جانے لگے قتادہ کہتے ہیں تمام تابعین میں زیادہ عالم چار ہیں جن میں سے ایک عکرمہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (تبلیغی نصاب: ۱۷۲/۲، حکایات صحابہ: ۱۷۲/۲، گیارہواں باب حکایت نمبر: ۱۵، فضائل اعمال: ۱۷۲/۲)

۳ ماسٹر امین اوکاڑوی نے اپنی تائید میں شعرانی کا قول یوں نقل کیا ہے امام صاحب حدیث کی روایت نہیں کرتے تھے مگر تابعین سے جو عدالت اور ثقاہت میں ممتاز ہیں اور یہ شہادت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیر القرون میں شامل ہیں مثلاً اسود، علقمہ عطاء، عکرمہ، مجاہد، مکحول، حسن بصری اور ان کے درجہ کے راوی رضی اللہ عنہم تو جس قدر راوی امام صاحب اور رسول خدا کے درمیان ہیں وہ ثقہ اور عادل اور عالم اور خیارِ ناس میں سے ہیں نہ ان میں کوئی کاذب (جھوٹا) اور نہ ہی دروغ گوئی سے متہم اور کیا چیز مانع ہے تم کو ان حضرات کی عدالت کے اعتراف سے جن سے احکام دینیہ حاصل کرنے میں ابوحنیفہ جیسا شخص راضی ہے۔ (تجلیات صفدر: ۵۶۵/۳)

۴ جھنگوی کے معتمد انوار خورشید اصلی نام نعیم الدین راقم ہے:

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کے حالات و توثیق:

حضرت عکرمہ حضرت عبداللہ بن عباس کے خصوصی شاگرد ہیں آپ نے ان کو انتہائی محنت سے تعلیم دی ہے حضرت عکرمہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ حضرت علی، حضرت حسن بن علی، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت ابوسعید خدری، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت جابر، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کرام سے روایت لی ہے۔ یوں تو انوار صاحب نے اپنی کتاب ''شب براءت کی فضیلت'' کے ص: ۸۵ سے لے کر ۹۲ تک آٹھ صفحات پر ان کا دفاع اور توثیق ائمہ محدثین

سے نقل کی ہے ہم اس میں سے چند اہم اقوال کا یہاں تذکرہ کریں گے اور یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ نقل کردہ تمام اقوال نہ صرف ائمہ محدثین کا فیصلہ ہے بلکہ مقلد انوار خورشید کا بھی یہی موقف ہے کیونکہ ال دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے لکھا ہے جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کرتا ہے اور اس کے کسی حصہ سے اختلاف نہیں کرتا تو وہی مصنف کا نظریہ (اور مذہب) ہوتا ہے۔ (تفریح الخواطر:۲۹)

1. حضرت عمرو بن دینار فرماتے ہیں: مجھے حضرت جابر بن زید نے چند مسائل کی فہرست دی اور فرمایا جاؤ عکرمہ سے پوچھ کر آؤ نیز فرمایا عکرمہ مولیٰ ابن عباس بحر العلوم ہیں ان سے مسائل پوچھا کرو۔ (تہذیب:۷/۲٦٦)
2. حضرت امام شعبی فرماتے ہیں: ''ہمارے زمانے میں کتاب اللہ کا کوئی عالم عکرمہ سے بڑا باقی نہیں رہا۔ (تہذیب التہذیب:۷/۲٦٦)
3. حضرت قتادہ فرماتے ہیں: تابعین میں چار آدمی سب سے زیادہ عالم تھے عطاء بن ابی رباح، سعید بن جبیر، عکرمہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہم۔ (تہذیب التہذیب:۷/۲٦٦)
4. امام مروزی کہتے ہیں میں نے امام احمد سے پوچھا عکرمہ کی حدیث سے احتجاج کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں کیا جا سکتا ہے۔ (تہذیب:۷/۲۷۰) (شب براءت کی فضیلت:۸٦،۸۷)
5. جعفر طیالسی یحییٰ بن معین سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ عکرمہ اور حماد بن سلمہ کی برائی کر رہا ہے تو اسے اسلام کے بارے میں متہم جانو۔ (تہذیب التہذیب:۷/۲۷۰)

معلوم ہوا عکرمہ رحمہ اللہ پر ناحق جرح کرکے ماسٹر امین اوکاڑوی اور جھنگوی متہم فی الاسلام ہیں۔

6. امام عجلی فرماتے ہیں: عکرمہ مکی ہیں اور ثقہ ہیں اور ان پر جو خارجی ہونے کا الزام لگایا

جاتا ہے(جس طرح کہ بدنصیب جھنگوی نے بے بنیاد واقعہ کی بناء پر لگایا ہے) وہ اس سے بری ہیں۔ (تہذیب:۷/۲۷۰)

7. امام بخاری فرماتے ہیں: ''ہمارے تمام اصحاب عکرمہ سے احتجاج کرتے ہیں۔''

(تہذیب: ۷/۲۷۰) (شب براٗت کی فضیلت:۸۷)

8. امام نسائی فرماتے ہیں: ''عکرمہ ثقہ ہیں۔'' (تہذیب:۷/۲۷۰)

9. ابن ابی حاتم کہتے ہیں میں نے اپنے والد سے پوچھا عکرمہ کیسے ہیں؟ فرمایا: ثقہ ہیں میں نے عرض کیا ان سے احتجاج کیا جا سکتا ہے، فرمایا ہاں جب کہ ان سے ثقہ راوی روایت کریں۔ (تہذیب التہذیب:۷/۲۷۰، شب براءت کی فضیلت:۸۸)

10. عثمان دارمی کہتے ہیں میں نے یحیٰی بن معین سے پوچھا آپ کو حضرت ابن عباس کے شاگردوں میں سے عکرمہ زیادہ محبوب ہے یا عبید اللہ فرمایا دونوں۔ میں نے عرض کیا: عکرمہ اور سعید بن جبیر میں سے کون ہیں فرمایا دونوں ثقہ ہیں۔ (تہذیب التہذیب: ۷/۲۷۰) (شب براٗت کی فضیلت:۸۷)

............تلک عشرۃ کاملۃ............

مسئلہ طلاق اور مقلدین

یہاں ہم آل تقلید سے چند ایک سوالات کریں گے کیونکہ مسئلہ طلاق ہو یا دیگر مسائل ان پر مقلدین نصوص قرآن و حدیث سے استدلال کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں جس کا ان کو کوئی حق نہیں جیسا کہ ان کی کتب فقہ و فتاویٰ جات میں منقول ہے۔

۱ مسلم الثبوت (ص:۷) پر ہے ''مقلد کی دلیل قول امام ہے۔''

۲ مفتی رشید احمد لدھیانوی لکھتا ہے: ''رجوع الی الحدیث وظیفہ مقلد نہیں۔'' (احسن الفتاویٰ:۳/۵۰)

۳ مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں مقلد کی دلیل صرف قول امام ہے۔ (ارشاد القاری، ص:۲۸۸)

فیصلہ قرآن اور مقلدین:

1. مقلدین حضرات کا دعویٰ ہے کہ یکبارگی تین طلاقیں دینا بدعت، حرام، معصیت ہے تو کیا بدعت و حرام کا ثبوت و جواز قرآن و حدیث سے ہوگا؟
2. جو کام بدعت و حرام ہے اس کا واضح مطلب ہے کہ اس کا ثبوت و جواز دین سے ثابت نہیں'' کیا شریعت اسلامیہ میں ایسی امثلہ ہیں کہ جو امور گناہ، بدعت و معصیت و حرام ہوں لیکن شریعت نے ان کو جائز قرار دیا ہو؟
3. کیا امام ابوحنیفہ نے ان نصوص سے استدلال کیا ہے؟ اگر کیا ہے تو باسند صحیح حوالہ نقل فرمائیں۔
4. کیا مقلد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے امام کے مسئلہ کے لیے ایسے دلائل بیان کرے یا استنباط کرے جو امام سے منقول نہیں؟ (جواب معتبر کتب اصول فقہ حنفیہ سے دیں)

5. اس طرز عمل سے کیا مقلد دائرہ تقلید سے خارج ہوتا ہے کہ نہیں؟ کیونکہ مقلد کی دلیل صرف قولِ امام ہے نہ کہ ادلہ اربعہ۔ (قرآن مجید، سنت رسول، اجماع، قیاس شرعی)
6. اگر مقلد ادلہ اربعہ سے ایسے استدلال و استنباط کر سکتا ہے جو کہ امام صاحب سے منقول نہیں ہیں تو کیا یہ مقلد امام صاحب سے بڑا عالم ہے؟
7. مقلد جب قرآن وسنت سے استدلال و استنباط کر سکتا ہے تو اسے تقلید کی کیا حاجت؟ کیا وہ اپنے اس عمل میں غیر مقلد نہیں گا؟

اب ملاحظہ کریں مقلدین کے دلائل و استدلات اور ان کے جوابات۔ بتوفیق اللہ وعونہ۔

مقلدین کی پہلی دلیل:

﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾

[ترجمہ از جھنگوی] ''پس اگر تیسری طلاق دی پس اس لیے حلال نہیں اس کے بعد جب تک دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔'' (بلفظہ) تحفہ اہل حدیث، ص:۴۷۔ عمدۃ الاثاث مؤلفہ سرفراز خان صفدر، ص:۵۱ تحفۃ المناظر مؤلفہ مولوی منظور مینگل، ص:۳۲۸۔

استدلال: [قال الشافعی فالقرآن واللہ اعلم یدُلُّ عَلٰی اَنَّ من طَلَّقَ زَوْجَةً لَهٗ دَخل بها اَو لم یدخل بها ثلاثاً لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیرہ۔]

''امام شافعی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں دخول کیا تھا یا نہیں کیا تھا وہ بیوی اس کے لیے حلال نہیں ہے یہاں تک کہ دوسرا نکاح نہ کرے۔''

علامہ ابن حزم فرماتے ہیں:

[فهذا یقع علی الثلاث مجموعة و مفرقة] (محلّی: ۹/۳۹۴)

''اس بات سے معلوم ہوا تینوں واقع ہو جاتی ہے الگ ہوں یا اکٹھی۔''

دعویٰ جھنگوی: مقلدین کا موقف بھی عام ہے قرآن بھی عام حکم بتا رہا ہے۔ (تحفہ ص: ۴۷، سطر نمبر: ۱۴)

جواب: جھنگوی کا یہ صریح جھوٹ ہے کہ ان کا موقف عام ہے احناف جب اس موضوع پر گفتگو کرتے ہیں تو اسی کا سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں۔

احناف کا دعویٰ خاص ہے عام نہیں:

احناف کے ہاں مطلقہ مدخولہ (ایسی طلاق یافتہ عورت جس کے خاوند کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم ہو چکے ہوں) کی تین طلاقیں تین شمار ہوں گی جب کہ غیر مدخولہ (ایسی طلاق یافتہ عورت جس کا نکاح تو ہوا لیکن خاوند کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم نہ ہوئے تھے کہ جدائی ہو گئی) کی تین طلاقیں ایک طلاق ہے جیسا کہ دیوبندی مولوی سرفراز صفدر صاحب ''عمدۃ الاثاث'' (ص: ۵۲، سطر نمبر ۹ تا ۱۳) میں امام شافعی کا رد کرتے ہوئے راقم ہیں [او لم یدخل بھا] تو تین طہر تک وہ بھلا غیر مدخولہ رہ کر دوسری اور تیسری طلاق کی اہل کیسے رہے گی۔ مزید دیکھئے: (الہدایۃ: ۲/۳۷۱)

مسئلہ طلاق اور احناف و شوافع کا اختلاف:

مقلد جھنگوی، منظور مینگل، سرفراز صفدر وغیرھم نے اپنے مستدل میں امام شافعی کے قول کو سرفہرست شامل کیا کیا حنفی مقلد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مزعومہ امام کی تقلید سے نکل جائے بقول اوکاڑوی امام شافعی کے پاؤں چاٹے یا اُس کی چوکھٹ پر سجدہ کرے؟ (تجلیات، ص: ۲/۴۹۳) یہ وہی امام شافعی ہیں جن پر بداعتادی کا اظہار کرتے دیوبندی شیخ الہند یوں توہین کا مرتکب ہوتا ہے: ''حضرت امام شافعی نے آدھا تیتر آدھا بٹیر کر دیا۔'' (الورد الشذی، ص: ۵۶) لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ ہذا میں دونوں فریق کے دعویٰ کو واضح کر دیا جائے تا کہ بات سمجھنا آسان ہو جائے۔ احناف کا دعویٰ و موقف تو آپ پڑھ چکے۔

شوافع کا موقف:

① امام شافعی کے نزدیک یکبارگی تین طلاقیں دینا سنت ہے۔

② ان کے ہاں مدخولہ وغیر مدخولہ کا کوئی فرق نہیں یعنی شافعیہ کا موقف عام ہے۔اسی طرح ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ کا موقف بھی عام ہے۔

جب کہ احناف کا موقف اس کے برعکس ہے لہٰذا امام شافعی کا یہ قول احناف کے لیے مفید نہیں۔

کیونکہ آیت عام ہے جب کہ احناف کا دعویٰ خاص ہے عند الشافعی یکبارگی تین طلاقیں سنت ہیں عورت خواہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ)جب کہ عند الاحناف یکبارگی تین طلاقیں دینا بدعت وحرام ہے (مدخولہ کی تین طلاقیں تین جب کہ غیر مدخولہ کی تین طلاقیں ایک)

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا﴾ (میں حرف فاء سے) استدلال:

فاء تعقیب بلا مہلت کے لیے جس کا معنی فوراً کا بنتا ہے یعنی تیسری طلاق فوراً ہی دے دے تو بیوی خاوند پر حرام ہوگئی۔(تحفہ،ص۲۷)(عمدۃ الاثاث،ص:۱۵۵،تحفۃ المناظر،ص:۳۲۸)

جواب 1=عربی زبان میں حرف فاء کے چھ(۶) مختلف استعمالات ہیں:① ترتیب،② تعقیب مع الوصل ③ شرط ④ سبب ⑤ رابطہ ⑥ زائدہ۔آیت بالا میں فاء تعقیب مع الوصل پر کوئی دلیل نہیں کیونکہ ابتدا آیت میں ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ پھر اسی آیت میں ہے:﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾"اگر تم ڈرو کہ وہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہیں رکھیں گے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں جو عورت اپنی جان چھڑانے کے بدلے میں دے دے) یعنی خلع کا بیان ہے پھر ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا﴾ میں متفرق طور پر دی گئی تیسری طلاق کا بیان ہے دیکھیے آیت مذکورہ میں ﴿فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ﴾ کے الفاظ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں تین طلاقیں اکٹھی تو درکنار دو طلاقیں بھی بیک وقت دینا آیت کے مفہوم کے صریح خلاف

ہے۔ پھر ﴿فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ﴾ کا تعلق پہلی طلاق کے بعد بھی ہے اور دوسری کے بعد بھی یہ چیز بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس صورت میں تیسری طلاق کے موقع پر جو حرف فاء استعمال ہوا ہے وہ تعقیب مع الوصل کے لیے نہیں ہو سکتا۔

جواب 2=اگر مذکورہ بالا آیت میں فاء کو بلا مہلہ قرار دیں تو پھر یکبارگی تین طلاق کو تین تسلیم کرنا قرآنی فیصلہ ہوا تو پھر یہ احناف کے ہاں بدعت ومعصیت اور حرام کیوں؟ کیا قرآن کے فیصلوں پر عمل پیرا ہونا بدعت ومعصیت شمار ہوتا ہے یا اجر وثواب وادائیگی فریضہ؟

جواب 3=فاء کو بلا مہلہ ماننے کا دوسرا مطلب یہ ہوگا کہ قرآن مجید اکٹھی تین طلاق دینے کا حکم بیان کر رہا ہے یعنی جو شخص اکٹھی تین طلاقیں دے گا وہ تینوں شمار ہوں گی وہ عورت اس مرد پر حرام ہو جائے گی اور اسے تحلیل (حلالہ کروانے) کی ضرورت ہوگی۔لیکن اس کے برعکس اگر کوئی شخص وقفہ وقفہ سے تین مہینوں میں یا تین مختلف اوقات میں تین طلاقیں دے تو اس کی تین طلاقوں کو تین شمار نہ کیا جائے اور نہ ہی اسے تحلیل کی ضرورت ہو گویا فاء کو بلا مہلہ (تعقیبیہ) ماننے والوں کے نزدیک حسن طلاق کا جو طریقہ ہے قرآن مجید نے اس کو نظر انداز کر دیا جو طریقہ طلاق بدعت کا ہے اسے قرآن نے جائز قرار دے دیا۔[فتعلی اللہ عن ذالك]

فاء تعقیبیہ کی تردید از گکھڑوی صاحب:

دیوبندی مولوی سرفراز صاحب اپنی کتاب ''احسن الکلام'' کے حاشیہ میں فاء تعقیب بلا مہلہ کا رد کرتے ہوئے راقم ہیں:

[فما قضی رسول اللہ ﷺ الصلوٰۃ حتی ثقل جداً فخرج یھادیٰ بین الرجلین و ان رجلیه لتخطان الارض فمات رسول اللہ ﷺ و لم یوصِ] (سنن الکبریٰ: ۸۱/۳)

''سو آپ نے نماز پوری نہ کی تھی حتی کہ آپ پر بیماری کا غلبہ ہوگیا پس آپ

دو آدمیوں کے سہارے سے تشریف لے گئے اور آپ کے پاؤں زمین پر گھسٹتے جاتے تھے پس آپ کی وفات ہوگئی اور آپ نے کوئی وصیت نہ کی۔''

[فَمَاتَ] میں حرف فاء ہے یہاں پر بھی مقلدین کی تحقیق میں مسجد سے نکلنے کے فوراً بعد آپ کی وفات ہوگئی تھی۔(از عارفی) یا چار پانچ دن کے بعد وفات ہوئی تھی؟ دیکھئے ''البدایہ والنہایہ'' (۵/ ۲۲۸) وغیرہ اگر ان کے نزدیک ہر مقام پر فاء تعقیب بلا مہلہ کے لیے آتا ہے تو وہ ﴿ اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا ﴾ (الآیة) میں اور ﴿ اِذَا قَرَأْتِ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ﴾ میں اور [اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَا] اور [تزوج فُلَان فوُلِدَ لَه] ''فلاں نے شادی کی تو فوراً اس کے بچہ پیدا ہوگیا۔'' وغیرہ مقامات میں کیا ارشاد فرمائیں گے۔ اگر ان مقامات پر حرف فاء تفصیل کے لیے یا کسی اور مناسب معنی میں مستعمل ہے تو آیت ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا﴾ میں حرف فاء سے کوئی اور مناسب اور موزوں معنی کیوں نہیں لیا جا سکتا تاکہ قرآن مجید کی دیگر آیات اور احادیث صحیحہ سے معارضہ نہ ہو۔ (از عارفی) [احسن الکلام، ص: ۳۱۶۔ ۳۱۵، حاشیہ نمبر: ا بتغییر یسیر]

علامہ شوکانی اور آیت مذکورہ:

جھنگوی اپنے روایتی دھوکہ دہی کے انداز میں اپنے مزعومہ استدلال کو علامہ شوکانی رحمہ اللہ سے مؤید باور کرواتے ہوئے کہتا ہے، علامہ شوکانی غیر مقلد لکھتا ہے آیت کے تحت:[وَ ظاهرها جواز ارسال الثلث او ثنتين دفعة او مفرقة وقوعها] ظاہر یہ بتارہی ہے تین یا دو طلاقیں دینا یک دم بھی جائز ہے اور واقع ہو جاتی ہیں۔'' (نیل الاوطار: ۱/ ۲۴۵) (تحفہ: ۷۵)

جواب: علامہ شوکانی رحمہ اللہ شوافع وغیرہ کا آیت ہذا سے استدلال بیان کرتے ہوئے ان کا ردّ فرما رہے ہیں۔ وہ لکھتے:[واستدلوا ایضاً] (یہ جملہ جھنگوی صاحب شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے اور بقول اوکاڑوی سبیل یہود پر عمل کیا) کہ انھوں نے اس آیت سے بھی استدلال کیا۔ مزید اس استدلال کی تردید کرتے ہوئے راقم ہیں:

[و اُجِیبَ بِاَنَّ هٰذِهِ عمومات مخصصة و اطلاقات مقيدة بما ثبت من الادلة الدالة على المنع من وقوع فوق الواحد]

''ان کے استدلال کا یہ جواب دیا گیا کہ یہ عمومات و اطلاقات ایسے دلائل سے مختص ومقید ہیں جو ایک سے زائد طلاق کے وقوع کے منع پر دلالت کرتے ہیں۔'' (نیل الاوطار:۶/۲۴۶)

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾ اور علامہ کرمانی:

جھنگوی مزید لکھتا ہے:

[الطلاق مرتان قال الكرمانی يدل على جواز جمع اثنتين و اذا جاز جمع الثنتين دفعةً جاز جمع الثلاث۔]

''امام کرمانی فرماتے ہیں آیت دلالت کرتی ہے کہ دو اور تین طلاقیں ایک دم دینی جائز ہیں۔'' (تحفہ اہل حدیث،ص:۷۵) (بحوالہ نیل الاوطار:۶/۲۴۵)

جواب: جھنگوی ظالم نے ''نیل الاوطار'' کے حوالہ سے علامہ کرمانی کا قول تو نقل کردیا اس کے ساتھ ہی علامہ شوکانی کا جواب مذکور تھا اس کو نظر انداز کردیا گیا دیابنہ کے ہاں دیانت اسی کا نام ہے؟

علامہ شوکانی راقم ہیں: علامہ کرمانی کے اس قیاس کا تعاقب کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ اکٹھی دو طلاقیں بیونت کبریٰ (مستقل جدائی) کو مستلزم نہیں (جب کہ تین طلاقیں بیونت کبریٰ کو مستلزم ہیں) (نیل الاوطار:۶/۲۴۵)

[وَلَا تَتَّخِذُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ] سے وقوع ثلاث کا استدلال:

مقلد اعمیٰ جھنگوی راقم ہے:

''اس آیت میں آیات و احکام الٰہی کو مذاق بنانے سے منع فرمایا گیا اگر کوئی مذاقاً بھی اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو نافذ ہو جاتی ہے جس طرح ابوداؤد،

ابن ماجہ، ترمذی کے حوالہ سے گزر چکا آیت کا شان نزول بھی یہی ہے۔''

[مقلد اعمٰی نے ''تین طلاق کا شرعی حکم'' نامی کتاب کے حوالہ سے تفسیر قرطبی کے حوالہ سے شان نزول لکھا] اس کے بعد مزید لکھتا ہے:

''جب مذاق سے ہو جاتی ہے باوجود منع کے تو تین ایک مجلس میں باوجود منع کے نافذ کیوں نہیں ہوتیں۔'' (تحفہ،ص:۷۵تا۷۷)

جواب: جھنگوی صاحب کا یہ استدلال بالکل ایجاد ابلیس ہے اس نالائق کو یہ بھی خبر نہیں کہ مذاق میں بیوی کو طلاق دینے والا اپنی بیوی سے مذاق کر رہا ہے، وہ قرآن کی کسی آیت کا مذاق نہیں اڑا رہا، لہٰذا یہ قیاس باطل ہے، اس بات میں کوئی شک نہیں کہ فکر خداداد بھی ایک نعمت ہے مگر اسی حد تک جب تک کہ شریعت کے مطابق ہو ورنہ بقول اقبال:

گو فکر خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادی افکار ہے ابلیس کی ایجاد

جناب ہازلؓ(مذاق کرنے والا) کی طلاق کے وقوع میں ہمیں بھی اختلاف نہیں لیکن اصل مسئلہ طلاق کے وقوع وعدم وقوع کا نہیں بلکہ ما بہ النزاع (متنازعہ مسئلہ) تعداد وقوعہ کا ہے یعنی کتنی طلاقیں واقع ہوتی ہیں؟ اس آیت میں کس لفظ کا معنی ہے کہ ھازل کی تینوں طلاقیں ہی شمار ہوں گئیں؟

.... فافہم وتدبر ولاتکن من الجاہلین ....

احادیث رسول ﷺ اور مقلدین

دلیل ا: حدیث رفاعہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

[ان رجلا طلّق امرأته ثلاثا فتزوّجتْ فطلق فسئل النبی ﷺ اتحل للاوّل قال لا حتي يذوق عسيلتها كما ذاقها الاوّل]

''ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں پھر اس مطلقہ عورت نے کسی اور مرد سے نکاح کر لیا پھر اس نے بھی اس عورت کو طلاق دے دی پھر کریم ﷺ سے مسئلہ پوچھا گیا کہ وہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہوئی ہے یا نہیں؟ یعنی پہلے خاوند سے اب نکاح کر سکتی ہے یا نہیں تو آقا علیہ السلام نے فرمایا پہلے خاوند کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک دوسرا خاوند پہلے خاوند کی طرح لطف اندوز نہ ہو۔'' (بخاری:۲/۷۹۱، از مسلم:۱/۴۶۳، بیہقی:۷/۳۳۴) (تحفہ اہل حدیث،ص ۷۷) (عمدۃ الاثاث ،ص:۵۴ وتحفۃ المناظر، ص: ۳۲۹ـ تجلیات صفدر:۴/۵۹۹)

استدلال مقلد: آپ ﷺ کا حکم مطلق ہے ہر صورت میں تین نافذ ہو جاتی ہیں اور یہی مذہب ہے اہل حق اہل سنت والجماعت کا۔ (بلفظہ تحفہ،ص:۷۸)

جواب 1= دیوبندی و احناف صرف مدخولہ کی اکٹھی تین کو تین قرار دیتے ہیں جب کہ غیر مدخولہ کی تین طلاقیں ان کے ہاں ایک شمار ہوتی ہے لہٰذا جھنگوی اور اس کی دیوبندی پارٹی اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں۔

یہ حدیث دراصل رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کی حدیث کا اختصار ہے اسی لیے اس کو امام بخاری نے رفاعہ قرظی کی مفصل حدیث کے بعد ذکر کیا ہے حضرت رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں نہیں دی تھی بلکہ متفرق اوقات میں تین طلاقیں دی تھیں اسی لیے حدیث میں ثلاثا کا لفظ استعمال ہوا ہے اس حدیث کو امام بخاری نے ''کتاب الادب'' میں بھی ذکر کیا ہے تو وہاں وضاحت موجود ہے کہ یہ تین طلاقیں وقفہ وقفہ سے تھیں۔ حدیث کے الفاظ ملاحظ ہوں:

[عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَفَاعَةَ الْقَرظِی طَلَّقَ اِمْرَأَتَهُ فبتّ طلاقها فتزوّجها بعده عبد الرحمن بن الزبير فجاء َتِ النَّبِی ﷺ فقالت يا رسول اللّٰه انها كانت عند رفاعة فطلّقها اٰخر ثلث تطليقات .]

(صحیح بخاری(درسی):۲/۸۹۹، وصحیح مسلم،رقم:۳۵۱۴-۳۵۱۳،
سنن الکبریٰ للبیھقی:۷/۳۷٤)

اس حدیث میں ''فَطَلَّقَهَا آخر ثلاث تطليقات'' کے الفاظ واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ رفاعہ رضی اللہ عنہ نے تین طلاقیں وقفے وقفے سے دی تھیں اور اسی تیسری طلاق کو جو آخری طلاق تھی بتہ طلاق کہا گیا۔

جواب 2=احمد علی سہارنپوری کا فیصلہ:

مولوی احمد علی سہارنپوری حنفی حاشیہ بخاری پر راقم ہیں اس لفظ ''بتة '' میں ترجمة الباب کی مطابقت پائی جاتی ہے اور یہ لفظ عام ہے جو بیک وقت تین طلاقیں دینے اور متفرق طور پر تینوں طلاقیں دینے کے معنی ظاہر کرتا ہے مگر اس روایت میں دوسرا معنی (متفرق طور پر تین) مراد ہونے پر صحیح بخاری کتاب الادب میں مروی اس حدیث کے الفاظ [اٰخر ثلاث تطليقات] دلالت کرتے ہیں۔

مولوی احمد علی کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

[فيه الترجمة فانه ظاهر فی انه قال له انت طالق البَتّة ويحتمل

انِ يكون المراد انّه طلقها طلاقاً حصل به قطع عصمتها و هو عام من ان يكون طلّقها ثلاثا مجموعة او مفرّقة و يؤيّد الثانى انه سيأتى فى كتاب الادب من وجه آخر انها قالت طلّقنى آخر ثلاث تطليقات و هذا يرجِّح......الخ .]

یہی بات شبیر احمد عثمانی حنفی نے ''شرح مسلم'' میں حدیث مذکور کے تحت کہی ہے۔

جواب 3= اگر بالفرض ''ثلاثاً'' کے لفظ کو عموم پر بھی رکھا جائے تو بھی یکجائی تین (اکٹھی تین مراد لینے) کے لیے قرینہ مطلوب ہے جو کہ موجود نہیں۔

جواب 4= اگر عند الاحناف اس سے اکٹھی تین طلاقیں مراد ہیں تو پھر اکٹھی تین طلاقیں دینا سنت قرار پائیں جب کہ احناف کے ہاں یہ عمل بدعت و معصیت اور حرام ہے آخر کیوں؟

حافظ ابن حجر کا فیصلہ:

شارح صحیح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس روایت سے اکٹھی تین طلاقوں کے تین ہونے کے استدلال کو باطل قرار دیا ہے۔ دیکھئے: ''فتح الباری'' (۹/ ۴۶۸)

دلیل نمبر۲۔ حدیث محمود بن لبید رضی اللہ عنہ:

ترجمہ: '' حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایسے شخص کی خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دی تھیں آقا علیہ السلام ناراض ہو کر کھڑے ہو گئے فرمایا میرے ہوتے ہوئے قرآن سے کھیلا جا رہا (اتنے ناراض ہوئے ایک شخص کھڑا ہوا کہنے لگا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو قتل نہ کردوں؟) (تحفہ اہل حدیث، ص:۷۹، وعمدة الاثاث، ص:۵۶، تجلیات صفدر: ۴/ ۶۰۳)

استدلال جھنگوی: اگر بیوی کے خاوند کے پاس رہنے کا کوئی جواز ہوتا تو آقا اتنے ناراض نہ ہوتے کہ دوسرا قتل کے لیے تیار ہو جاتا معلوم ہوتا ہے بیوی نکاح سے خارج ہو چکی تھی۔ (تحفہ: ۷۹)

جواب = یہ استدلال باطل ہے کیونکہ آپ علیہ السلام کی ناراضگی کا سبب بیوی کا حرام ہونا نہ تھا بلکہ غلط طریقہ طلاق تھا۔ اور آپ علیہ السلام کے یہ الفاظ [أیلعب بکتاب اللہ] (نسائی: ۳۴۳۰) ہمارے مؤقف کی دلیل ہیں۔ اگر جھنگوی کے استدلال کو درست تسلیم کیا جائے تو لازم آئے گا کہ طلاق دینے والا کتاب اللہ سے مذاق کرتا ہے، حالانکہ یہ باطل ہے کیونکہ طلاق تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دی ہے (بخاری) تو کیا آپ بھی کتاب اللہ سے مذاق کرتے تھے۔ ہمارا برادرانہ مشورہ ہے جھنگوی توبہ کر کے تجدید ایمان کر لے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ کا فیصلہ:

> [وَ کیف یظن برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منه اجاز عمل من استهزاء بکتاب اللہ والحجة واعتبره فی شرعه و حکمه و قد جعله تهزا بکتاب اللہ.]

مذکورہ بالا حدیث میں کہیں بھی یہ تصریح نہیں کہ یہ تینوں طلاقیں نافذ کر دی گئیں جب کہ اس کے برعکس ''صحیح مسلم'' کتاب الطلاق باب طلاق الثلاث میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث عہد نبوی میں یکبارگی تین کو ایک شمار کیا جاتا تھا جس سے واضح ہوتا ہے کہ اُس کی طلاق ایک ہی شمار کی گئی تھی الغرض جس دلیل کو وہ اپنے حق میں سمجھتے ہیں حقیقت میں وہ ان کے خلاف ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ:

مقلد جھنگوی اس حدیث میں تحریف معنوی کرتے ہوئے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنی ذہنی اختراع کو کچھ اس انداز سے منسوب کرتا ہے کہ: ''آقا بیوی جدا کر رہے ہیں'' (تحفہ ص:۷۹)

حالانکہ حدیث مذکور میں یہ بات قطعاً نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شوہر، بیوی، میں جدائی کر رہے ہیں جب کہ اوپر ہم اس حدیث سے استدلال جھنگوی کی وضاحت کر چکے ہیں کہ اس سے اکٹھی تین طلاقیں تین ثابت کر کے جدائی کروانا ایسے ہی ہے جیسا کہ کسی

بھوکے سے پوچھا جائے کہ دو اور دو کتنے ہوتے ہیں؟ اور وہ کہے کہ: چار روٹیاں۔
جھنگوی اپنی ذہنی اختراع کو نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر رہا ہے ورنہ مقلدین دیوبند اس حدیث سے یا اس کے کسی دوسرے صحیح طریق سے "جدائی کرانا" ثابت کر دیں تو ہم قبول کرنے کے علاوہ انھیں انعام بھی دیں گے ورنہ وہ [مَنْ كذب علي متعمداً فليتبوا مقعده من النار] کی وعید سے ڈر جائیں۔ كفى بالله حسيباً

اہل حدیث پر ایک الزام:

جھنگوی اہل حدیث پر الزام تراشی کرتے ہوئے لکھتا ہے:
"غیر مقلد کہتا ہے کتاب اللہ سے مذاق کرنے والا ہماری جماعت میں آ جائے تا کہ ہمارے فرقے میں ترقی ہو جائے۔" (تحفہ،ص:۷۹)

جواب = اہل حدیث تو ہمیشہ لوگوں کی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی طرف رہنمائی کرتے آئے ہیں اور کرتے رہیں گے تا کہ معزز مسلمان حلالی (حلالہ کے دلدادہ) مولویوں سے عزت لٹوا کر اپنی غیرت کا جنازہ نہ نکالیں بلکہ امام الانبیاء خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین فداہ ابی وامی جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق اپنی عزت و ایمان کو محفوظ فرمالیں۔

دلیل نمبر ۳۔ حدیث سہل بن سعد رضی اللہ عنہ:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
[فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله ﷺ فانفذه رسول الله ﷺ].
"کہ اس (عویمر عجلانی) نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ہی تین طلاقیں دیں آپ ﷺ نے نافذ فرمادیں۔" (تحفہ اہل حدیث:۸۰)(عمدۃ الاثاث،ص:۲۹۰)

اعتراض: اس حدیث میں عیاض بن عبد اللہ الفہری ضعیف ہے۔ (تحفہ اہل حدیث: ۸۰، عمدۃ،ص:۲۹، تہذیب التہذیب:۸/۲۰۱، تقریب،ص:۲۷۰)

جواب 1= دیوبندی مولوی سرفراز صفدر حنفی راقم ہے: اس روایت میں باقی سارے راوی ثقہ ہیں اختلاف ہے تو عیاض بن عبداللہ الفہری میں ہے امام ابو حاتم فرماتے ہیں [لیس بالقوی] ساجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں انھوں نے ابن وہب سے ایسی روایات بھی نقل کی ہیں جن میں نظر ہے۔ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں ضعیف الحدیث ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ منکر الحدیث ہے۔ (عمدۃ الاثاث:۲۹، طبع مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

جھنگوی کی بے بسی:

جواب 2= مذکورہ بالا حدیث میں جو ضعف ہے اس کا جواب تو نہ بن سکا کہ عیاض بن عبداللہ کی توثیق ثابت کرتے اور اس پر وارد جرح کا جواب دیتے لیکن الٹا یہ لکھ دیا کہ غیر مقلدین کے قانون کے مطابق صحیح ہے۔ علامہ شوکانی لکھتے ہیں جس روایت پر امام ابوداؤد سکوت فرماتے ہیں وہ صحیح ہوتی ہے۔ (نیل الاوطار:۱/۲۲) (تحفہ اہل حدیث:۸۰)

سکوت ابی داؤد اور علامہ شوکانی رحمہ اللہ:

علامہ شوکانی رحمہ اللہ سکوت ابی داؤد کی حجیت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

[قال النووی اِلّا اَن یظهر فی بعضها امر یقدح فی الصحة والحسن وجب ترك ذالك .]

''امام نووی نے فرمایا: ''مگر اُس حدیث میں (جس پر ابوداؤد نے سکوت فرمایا ہے) کوئی ایسا معاملہ آجائے جو حدیث کے صحیح یا حسن ہونے پر قادح ہو تو اس حدیث کو ترک کرنا لازم ہے۔'' (نیل الاوطار:۱/۲۲، سطر نمبر:۲۶)

علامہ شوکانی مزید لکھتے ہیں:

[و قد اعتنی المنذری رحمه الله فی نقد الاحادیث المذکورة فی سنن ابی داؤد و بین ضعف کثیر مما سکت عنه فیکون ذالك خارجا عما یجوز العمل به .]

"علامہ منذری نے سنن ابی داؤد کی مذکورہ احادیث پر نقد کیا ہے اور بہت ساری وہ روایات جن پر امام ابوداؤد نے سکوت اختیار کیا ان کا ضعف واضح کیا ہے لہٰذا ایسی روایات قابل عمل نہ ہوں گی۔ (نیل:۱/۲۳،۲۲)

مذکورہ تصریح سے یہ بات واضح ہوگئی کہ امام ابوداؤد کا کسی حدیث پر سکوت مطلقاً علامہ شوکانی کے نزدیک بھی حجت نہیں۔ جب یہ سکوت علامہ شوکانی کے نزدیک علی الاطلاق حجت نہیں تو اس کو تمام اہل حدیث کا اصول و قانون قرار دینا انصاف کا خون کرنے کے مترادف ہے۔

سکوت ابی داؤد و علامہ منذری عند الشوکانی:

یہاں یہ بات بھی فائدے سے خالی نہ ہوگی کہ علامہ شوکانی رحمہ اللہ کے نزدیک امام ابوداؤد، علامہ منذری دونوں کا سکوت بھی علی الاطلاق حدیث کے صحیح یا حسن ہونے کی دلیل نہیں۔ علامہ شوکانی راقم ہیں:

[وَ ما سكتا عليه جميعاً فلا شكّ اَن صالحا للاحتجاج الا فى مواضع يسيرة قد نبهت علىٰ بعضها فى هذا الشرح .]

"جس حدیث پر امام ابوداؤد و علامہ منذری دونوں سکوت اختیار کرلیں اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ روایت قابل احتجاج ہوتی ہے ماسوائے چند جگہوں کے جس پر میں نے اس شرح میں تنبیہ کردی ہے۔" (نیل الاوطار:۱/۲۳)

علامہ شوکانی اور حدیث سہل:

علامہ شوکانی مذکورہ بالا حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے راقم ہیں:

[و حديثه المثانى(اى حديث سهل) فى اسناده عياض بن عبد الله قال فى التقريب فيه لين .] الخ

"سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کی سند میں عیاض بن عبد اللہ الفہری

ہیں جن کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''تقریب'' (ص:۲۷۰) پر لکھا ہے:''فیه لین'' (نیل الاوطار:۶/۲۸۷)

معلوم ہوا علامہ شوکانی علیہ السلام کے نزدیک بھی یہ روایت ضعیف ہے۔

دلیل نمبر۴۔ حدیث عویمر عجلانی بابت لعان:

[كذبت عليها يا رسول الله ان امسكتُها فطلقها ثلاثا قبل ان يامره رسول الله ﷺ.](تحفہ اہل حدیث:۸۰)(وعمدۃ الاثاث، ص: ۵۶،تحفۃ المناظر،ص:۳۲۹، تجلیات صفدر:۴/۵۹۹، درس ترمذی، از تقی عثمانی: ۴/۲۷۲، بحوالہ بخاری:۲/۷۹۱، مسلم:۱/۸۹-۴۸۸)

جواب 1= قبل اس کے کہ ہم اس حدیث سے احناف کے استدلالات پر بحث کریں مناسب رہے گا کہ ''لعان'' اور اس کا حکم واضح کر دیا جائے تا کہ بات سمجھنے میں آسانی ہو۔

لفظ ''لعان'' کا مطلب ہے:''ایک دوسرے پر لعنت کرنا'' شرعاً: لعان سے مراد یہ ہے کہ اگر مرد اپنی بیوی پر تہمت زنا لگائے اور اس کے پاس گواہ نہ ہو تو مرد وزن میں ہر دو چار مرتبہ اللہ کی قسم اٹھائیں اور پانچویں مرتبہ مرد کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اور عورت پانچویں باریوں کہے اگر یہ سچا ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو'' اس مکمل عمل کو لعان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ دیکھئے (سورہ النور:۶ تا۹) اس کے بعد ان کے درمیان جدائی ہو جائے گی اور یہ اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ لعان کی صورت میں طلاق کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ مطلق ''لعان'' ہی سے جدائی واقع ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:[لَا سَبِيلَ لَكَ عَلَيْهَا] (صحیح بخاری، رقم:۵۳۱۲، صحیح مسلم:۳۷۴۸)

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ بابت لعان:

سعید بن جبیر رحمہ اللہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس مکہ میں آئے اور ان سے پوچھا کیا لعان کرنے والوں میں تفریق کر دی جائے گی؟ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سبحان اللہ ہاں سب سے پہلے اس کا سوال فلاں بن فلان نے کیا تھا اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اگر کوئی

شخص اپنی عورت کو بے حیائی کرتا دیکھے تو کیا کرے؟ اگر کسی سے کہے تو بہت بڑی بات کہے گا اور اگر چپ رہے تو اتنی بڑی بات پر کیسے چپ رہے، نبی ﷺ خاموش رہے اور اس کا کوئی جواب نہ دیا بعد میں وہ شخص پھر نبی ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جس چیز کا میں نے آپ ﷺ سے سوال کیا تھا، وہ صورت حال اب مجھ سے پیش آ گئی پھر اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور کی یہ آیات نازل کردیں ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ﴾ (النور:٦۔٩) نبی ﷺ نے یہ آیت اس پر تلاوت فرمائی اور اس کو وعظ ونصیحت کی اور اس کو سمجھایا کہ دنیا کی سزا (حد قذف) آخرت کے عذاب سے ہلکی ہے اس شخص نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے اس پر جھوٹ نہیں باندھا پھر آپ ﷺ نے اس عورت کو بلایا اور اس کو وعظ ونصیحت کی اور فرمایا دنیا کی سزا (حد زنا) آخرت کے عذاب سے ہلکی ہے اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے یہ مجھ پر جھوٹی تہمت لگا رہا ہے پھر آپ نے مرد سے ابتداء کی اور اس نے چار مرتبہ گواہی دی کہ اللہ کی قسم وہ سچا ہے اور پانچویں بار کہا اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ پھر آپ ﷺ اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے اس نے چار بار گواہی دی کہ یہ جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہا اگر یہ سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو پھر آپ ﷺ نے ان کے درمیان جدائی کروا دی۔ (صحیح مسلم، کتاب اللعان، رقم ٣٧٤٦)

جواب 2= عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کا واقعہ لعان کا ہے نہ کہ طلاق کا۔ حدیث لعان سے وقوع طلاق ثلاثہ پر استدلال کرنا تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے کیونکہ لعان سے میاں و بیوی ہمیشہ کے لیے جدا ہو جاتے ہیں۔ جب کہ طلاق ثلاثہ میں ابدی حرمت نہیں ہوتی۔

لعان سے جدائی اور احناف دیوبند

① دیوبندی شیخ الہند کی شہادت:

احناف دیوبند کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن حنفی دیوبندی راقم ہیں: ''عورت کا جھوٹ ظاہر ہونے کے بعد بھی حضور اکرم ﷺ نے لعان کی وجہ سے جو تفریق کی تھی اس کو باقی رکھا اور اپنا فیصلہ نہیں بدلا۔'' (ادلہ کاملہ: ۱۱۲، طیب اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان)

② عبدالقدوس قارن حنفی دیوبندی کی شہادت:

دیوبندی مولوی سرفراز صفدر صاحب کے فرزند ارجمند عبدالقدوس قارن راقم ہیں:
اور یہ تو اتفاقی بات ہے کہ وہ جدائی لعان کی وجہ سے ہوئی تھی طلاق کی وجہ سے نہ تھی۔ [جواب مقالہ از قلم حافظ عبدالقدوس قارن ناشر عمر اکادمی، ص: ۱۲۵۔]

③ آل دیوبند کے اصولوں کے مطابق اتفاق کو اجماع کہا جاتا ہے۔ دیکھئے: (حدیث اور اہل حدیث، ص: ۹۸۳، ۴۸۷) اور معروف مقلد محمد یوسف لدھیانوی نے لکھا ہے: ''ان چاروں بزرگوں (ائمہ اربعہ) کا کسی مسئلہ میں اتفاق کرنا ''اجماع امت'' کی علامت ہے یعنی جس مسئلہ پر ائمہ اربعہ متفق ہوں سمجھ لینا چاہیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک کی پوری امت اس پر متفق چلی آئی ہے۔ (اختلاف امت اور صراط مستقیم: ۱/۳۰) وطبع جدید: ۱/۲۱)

اور ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے آنحضرت ﷺ نے اجماعی فیصلوں سے انحراف کرنے والے کو شیطان اور دوزخی قرار دیا ہے۔ (مشکوٰۃ) (تجلیات صفدر: ۶/۱۸۹)

ہم یہاں مسئلہ لعان کے متعلق ایک دلچسپ بات عرض کرتے ہیں، آل دیوبند کے ''مفتی'' محمد سلمان منصور پوری نے لکھا ہے: ''اگرچہ ائمہ اربعہ کا مذہب یہی ہے کہ لعان

میں طلاق کے ذریعے تفریق کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ خود لعان ہی سے تفریق ہو جاتی ہے۔(غیر مقلدین کیا ہیں؟:۲/۲۷)

دوسری طرف اہل دیوبند کے "مولانا" محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی نے لکھا ہے" جو شخص مذاہب اربعہ کو مرجوح جانے اور مذاہب اربعہ کے برخلاف کسی حدیث کو بزعم خود صحیح سمجھتے ہوئے اس پر عمل کرے وہ بدعتی اور جہنمی ہے۔" (فتوحات صفدر:۲/۳۵۶، ۳۵۷، تجلیات صفدر:۶/۲۲۷)

اب جھنگوی (اور اس کی پارٹی) خود ہی غور کرے کہ اہل دیوبند کے اصولوں کے مطابق جھنگوی کون ہے اور اس کا ٹھکانا کیا ہے؟ "ہم عرض کریں گے تو شکایت ہو گی۔"

طلاق ثلاثہ اور لعان میں فرق:

تین طلاقوں کے بعد میاں بیوی کے درمیان جدائی ہو جائے تو بھی بیوی اپنے پہلے شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام نہیں ہو جاتی کیونکہ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ اگر عورت کا نکاح کسی دوسرے مرد سے ہو جائے تو مرد اتفاقی طور پر اسے طلاق دے دے یا فوت ہو جائے تو عورت کا اپنے پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے لیکن اگر جدائی لعان سے ہوئی ہو تو دونوں دوبارہ کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے لعان کرنے والوں کو فرمایا: [حِسَابُكُمَا عَلَى اللهِ اَحَدُكُمَا كَاذِبٌ لَا سَبِيْلَ لَكَ عَلَيْهَا] "تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے اور تمہارا حساب اللہ کے ذمہ ہے (اور مرد سے کہا) اب تیرے لیے اس عورت پر کوئی راستہ نہیں۔" (صحیح بخاری، رقم:۵۳۱۲، صحیح مسلم:۳۷۴۸)

اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: [مَضَتِ السُّنَّةُ فِي الْمُتَلَاعِنَيْنِ اَنْ لَا يَجْتَمِعَا اَبَدًا] "دو لعان کرنے والوں کے بارے میں سنت (رسول ﷺ) یہ ہے کہ وہ کبھی بھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔" سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بھی متلاعنین کے واقعہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں، کہ ان دونوں نے نبی کریم ﷺ کے پاس لعان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے درمیان جدائی ڈال دی اور فرمایا: [لَا

يَجْتَمِعَانِ اَبَدًا] ''یہ دونوں کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتے۔'' (سلسلة صحيحة للالباني، رقم: ٢٤٦٥، السنن الكبرىٰ للبيهقي: ٧/ ٤١٠)

اعتراض جهنگوی: ایک مجلس میں لعان اتنا مؤثر مان رہے ہو کہ خاوند بیوی کی فرقت کلی ہوگئی ایک مجلس کی طلاقیں کیوں موثر نہیں؟ لعان میں بھی ایک مجلس ہے تین طلاق میں بھی ایک مجلس ہے۔ (تحفہ اہل حدیث: ۸۱)

جواب 1= اعتراض مذکور سے ثابت ہوا کہ جھنگوی پارٹی کے نزدیک بھی طلاق اور لعان الگ الگ چیزیں جب دونوں الگ الگ چیزیں ہیں ان کے احکام بھی علیحد علیحدہ ہیں۔

جواب 2=لعان سے فرقت کلی فرمان رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے جیسا اوپر گزر چکا ہے۔ جب کہ مجلس واحد میں یکبارگی تین طلاق میں تینوں کا وقوع نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں۔ہاں البتہ یکبارگی تین طلاق کو ایک قرار دینا ثابت ہے، صحیح مسلم کی حدیث کا یہی مفاد ہے۔

جواب 3= اگر یکبارگی تین طلاق میں تینوں کا وقوع نبی ﷺ سے ثابت ہوتا تو عند الاحناف یہ حرام، ناجائز اور بدعت کیوں قرار پاتیں؟ فافہم وتدبر ولاتکن من الجاہلین۔

لغو طلاق کی دلیل:

اب سوال یہ ہے کہ فرقت لعان سے ہو چکی تھی طلاقیں بے فائدہ ہیں اس کی دلیل کیا ہے؟

نبی ﷺ نے جب ان سے فرمایا: [لَا سبيل لَكَ عليها] (صحیح بخاری، رقم: ۵۳۱۲، صحیح مسلم، رقم: ۳۷۴۸) یعنی تیرا اس پر کوئی عمل دخل نہیں۔ لہٰذا جب عورت نفس لعان سے جدا ہوگئی تو وہ محل طلاق میں نہ رہی جب وہ محل طلاق میں نہ رہی تو عویمر رضی اللہ عنہ کا طلاق دینا عبث ٹھہرا۔

اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسا کہ عند الاحناف بھی غیر مدخولہ عورت کو اگر یکبارگی تین طلاق دی جائیں تو ان کے ہاں وہ پہلی طلاق ہی سے بائن ہو جاتی ہے باقی دو طلاقوں کی وہ اہل ہی نہیں رہتی۔ بعینہٖ لعان میں بھی جب وہ لعان ہی سے جدا ہوگئی وہ طلاق ثلاثہ کی اہل ہی نہ رہی۔ لہٰذا اب طلاقیں بے فائدہ رہیں۔

ثانیاً: ابن عباس رضی اللہ عنہما اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں دیکھیے (صحیح البخاری مع الفتح :۹/۵۶۲۔۵۶۳، رقم:۵۳۱۰: صحیح مسلم:۳۷۵۹)

یہ تینوں طلاقیں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں دی گئیں اب سوال یہ ہے کہ وہ طلاقیں تین شمار کی گئی تھیں یا نہیں۔ اگر تین ہی شمار کی گئی تھیں تو پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ کیوں کہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور عہد صدیقی میں اور ابتدا عہد فاروقی میں تین طلاقیں ایک ہوتی تھیں۔(مسلم) اور یہ ناممکن ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی غلط بات منسوب کردیں وہ معاذ اللہ کوئی دیوبندی یا بریلوی مفتی جیسے تو نہ تھے جو ایسا کرتے اور اگر صحیح مسلم کی حدیث ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کے مطابق وہ ایک طلاق شمار کی جائے تو پھر کسی بھی اہل علم کے ہاں عورت اپنے خاوند پر حرام نہیں ہوئی اغنی حدیث عویمر رضی اللہ عنہ میں مذکور [طلقها ثلاثا] سے تین مراد لیں یا ایک ہر دو صورت میں عورت اپنے خاوند پر مستقل حرام نہیں ہوتی جب کہ لعان سے عورت مستقل حرام ہو جاتی ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والے کو کہا [لَا سَبِيلَ لَكَ عَلَيْهَا] ''اب تیرے لیے اس عورت پر کوئی راستہ نہیں) اور اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

[مضَتِ السُّنَّةُ فِي المتلاعينين ان لا يجتمعا ابدا]

''لعان کرنے والوں کے بارے سنت یہ ہے کہ کبھی بھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔''

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فیصلہ [لَا يَجْتَمِعَانِ اَبَدًا] بھی اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ وہ عورت اپنے خاوند پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے۔

ابو بلال صاحب! یہ بتائیں کہ......!!

① اگر کوئی شخص ''لعان'' کے بعد ''طلاق'' نہیں دیتا تو صرف ''لعان'' سے جدائی ہو گی یا نہیں؟

② اگر لعان سے جدائی بغیر طلاق کے واقع ہو جائے گی تو پھر آپ کا استدلال باطل......؟

۳ اور اگر لعان سے جدائی نہیں ہوتی بلکہ طلاق دینا لازم ہے تو کتاب و سنت سے اس کی دلیل دیں۔

۴ اگر قاضی ''لعان'' کے فوراً بعد [لَا سَبِیْلَ لَكَ عَلَیْهَا] کہہ کر جدائی کر دیتا ہے شوہر کو طلاق دینے کا موقع ہی نہیں دیتا۔ تو ایسی صورت میں آپ کے نزدیک کیا حکم ہوگا؟

حدیث عویمر رضی اللہ عنہ اور علامہ آلوسی حنفی کا فیصلہ:

''قصہ عویمر عجلانی اپنی بعض خصوصیات و اسباب کی بنا پر اس بحث سے تعلق ہی نہیں رکھتا اور اس سے وقوع طلاق ثلاثہ اور اس کے جواز پہ استدلال بداہۃً غلط ہے۔'' (روح المعانی:۲/۱۳۶)

انور شاہ کاشمیری اور حدیث عویمر رضی اللہ عنہ:

انور شاہ کاشمیری نے حدیث عویمر کے کئی جوابات بیان کیے ہیں۔ جواب نمبر۲ کے تحت وہ لکھتے ہیں:

[وثانياً لانها وقعت الفرقة بنفس اللعان كما هو مذهب الشافعي لم يصادف تطليقه اِيَّاها محله فكان هدراً لم يَأبَ بها و اِذَنْ لا تقرير فيه ايضاً فلها لو صادف محلّه ثم سكت النبى ﷺ و كان تقريراً منه واما اذا كان فِعله عبثا و تطليقه كالعدم فاغْمَضَ عنه.] (فيض البارى:٤/٣١٢)

''دوسرا جواب یہ ہے جب فرقت (جدائی) نفس لعان ہی سے ہوگئی جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے تو عویمر رضی اللہ عنہ نے طلاق غیر موقع و غیر محل میں دی لہٰذا اس سے طلاق بے فائدہ ہوگئی اس لیے آپ ﷺ نے اس کو کالعدم سمجھا لہٰذا اس میں بھی آپ ﷺ کے سکوت سے جواز ثابت نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر طلاق اپنے محل میں واقع ہوتی پھر آپ ﷺ سکوت فرماتے تو طلاق ثلاثہ کا جواز

ثابت ہوسکتا تھا لیکن جب عویمر رضی اللہ عنہ کا فعل اور اس کا طلاق دینا ہی عبث تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کی ضرورت ہی نہ سمجھی۔"

سوچ اس بات میں کتنا رہا تیرے قریب
تو مگر مجھے وفاؤں کا یقین دے نہ سکا
سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

دلیل نمبر ۵۔ حدیث رفاعہ قرظی:

[تحفہ اہل حدیث،۸۲، عمدۃ الاثاث، ص ۵۵، تحفۃ المناظر، ص:۳۲ تجلیات:۵۹۹/۴] اس حدیث پر تفصیلی گفتگو دلیل نمبر ا۔ از احادیث رسول کے تحت گزر چکی ہے۔

دلیل نمبر ۶۔ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما:

حضرت عبداللہ بن عمر نے بحالت حیض اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دی پھر ارادہ کیا کہ باقی دو طلاقیں بھی حیض یا طہر کے وقت دے دیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو فرمایا کہ تجھے اللہ تعالیٰ نے اس طرح حکم تو نہیں دیا تو نے سنت کی خلاف ورزی کی ہے سنت تو یہ ہے کہ جب طہر کا زمانہ آئے تو طہر کے وقت اس کو طلاق دے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ رجوع کرے چنانچہ میں نے رجوع کرلیا پھر آپ نے مجھ سے فرمایا جب وہ طہر کے زمانہ میں داخل ہو تو اس کو طلاق دے دینا اور مرضی ہو تو بیوی بنا کر رکھ لینا۔

[فقلت یا رسول اللہ افرأیت لو انی طلّقتھا ثلاثاً کان یحل لی ان اراجعھا قال لا کانت تبین مِنكَ و تکون معصیة۰] .

(بیھقی:۳۳٤/۷، دارقطنی:٤۳۸/۲، نصب الرایہ:۲۲۰/۳) (تحفہ اھل حدیث،ص:۸۳، عمدۃ الاثاث ٹائٹل و ص:۵۸، درس ترمذی: ٤۷۳/۳، تحفۃ المناظر،ص:۳۳۰ تجلیات صفدر:٥۹۸/٤)

جواب = مقلد ابو بلال صاحب نے ''نصب الرایہ'' کا حوالہ بھی نقل کیا ہے حالانکہ ''نصب الرایہ'' میں اس کا ضعف بھی بیان کیا گیا ہے جسے موصوف نے مطلب براری کی خاطر اور اپنے باطل مسلک کے خلاف ہونے کی بنا پر بیان نہیں۔

جب کہ یہ طریقہ کار ان کے استاد ماسٹر امین صاحب کے بقول سبیل یہود ہے۔
دیکھیں: [مجموعہ رسائل: ۳۸/۲، ط: جدید ۱۹/۲ و ۴۲/۲]

لہٰذا جھنگوی صاحب خود بھی فہم و تدبر سے کام لیں۔

۱ ......عطاء خراسانی:

علامہ زیلعی حنفی کا فیصلہ: اس حدیث کو امام بیہقی نے اپنی کتاب ''المعرفۃ'' میں عطاء خراسانی کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس نے حدیث میں ایسے اضافے کیے ہیں کہ اس پر اس کی متابعت نہیں کی گئی یہ عطاء ضعیف فی الحدیث ہے: [و لا یقبل ما تفرد بہ] اور متفرد ہونے کی صورت میں قابل قبول نہیں۔'' مزید لکھتے ہیں:

[قال صاحب التنقیح عطاء الخراسانی قال ابن حبان کان صالحا غیر انه کان ردئ الحفظ کثیر الوهم فبطل الا[illegible]حتجاج به.] (نصب الرایہ: ۲۲۱/۳-۲۲۰)

''امام ابن حبان فرماتے ہیں عطاء نیک آدمی ہے لیکن نکمے حافظے اور کثیر الوہم تھا لہٰذا اس کی روایت سے احتجاج کرنا باطل ہے۔''

امام بیہقی کا فیصلہ: امام بیہقی نے خود اس روایت کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس حدیث کے بارے امام بیہقی لکھتے ہیں:

[وهذه الزیادات التی اتی به عن عطاء لیست فی روایة غیره و قد تکلموا فیه .]

یہ اضافہ جات عطاء خراسانی کے علاوہ کسی سے مروی نہیں اور اس (کے بارے) میں

محدثین نے کلام کیا ہے۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی :۷/۴۲۰، سطر نمبر:۱۲،۱۳)

ابن ترکمانی حنفی کا فیصلہ: اس کی سند کا ایک مرکزی راوی عطاء خراسانی ہے (جو کثیر الوہم ہے) اور ان الفاظ کو بیان کرنے میں متفرد ہے۔ (الجوہر النقی علی سنن الکبریٰ للبیہقی :۷/۴۲۰)

سرفراز صفدر حنفی دیوبندی کا فیصلہ: اصول حدیث میں اس امر کی صراحت ہے کثیر الغلط اور کثیر الوہم ہونا جرح مفسر ہے اور ایسے راوی کی حدیث مردود روایتوں میں شامل ہے۔ (احسن الکلام:۲/۹۵)

مزید لکھتے ہیں: فاحش الغلط اور کثیر الوہم جرح مفسر ہے۔ (احسن الکلام:۲/۱۳۸)

حافظ ابن حجر کا فیصلہ: [صدوق یھم کثیراً و یرسل و یدلس من الخامسة .] (تقریب،ص:۲۳۹)

امام دارقطنی راقم ہیں: ''امام شعبہ کہتے ہیں :[کان نسیاً] بہت زیادہ بھول جانے والا تھا۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں :[عطاء کثیر الوهم] خراب حافظے والا غلطیاں کرتا اور کو ان کا علم نہ ہوتا (کیا غلطیاں کی ہیں) جب اس کی روایت میں یہ چیزیں زیادہ ہوگئیں تو اس کی روایت سے دلیل لینا باطل ہو گیا۔

امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''امام مالک رحمہ اللہ نے جن افراد سے روایات لی ہیں ان میں یہ (عطاء) واحد شخص ہے جو قابل ترک ہے۔ (دارقطنی :۴/۳۲)

۲......شعیب بن رزیق:

دیوبندی مولوی سرفراز صفدر ''عمدۃ الاثاث'' میں راقم ہیں: ''امام دارقطنی ان کو ثقہ کہتے ہیں ، ابن حبان ان کو ثقات میں لکھتے ہیں مگر عطاء خراسانی کے طریق سے ان کی روایت میں کلام کرتے ہیں (یعنی اس کی روایت بطریق عطاء معتبر نہیں ہوتی) (عمدۃ الاثاث،ص:۵۹)

اور شعیب بن رزیق کی یہ روایت بھی عطاء خراسانی کے طریق سے ہے، اور امام

ازدی نے شعیب کو ضعیف لکھا ہے دیگر محدثین کی جرح اس پر مستزاد ہے۔

سرفراز صفدر کی بے بسی:

سرفراز صفدر صاحب اپنے روایتی انداز میں جرح سے چشم پوشی کر کے توثیق کے چند کلمات جمع کر کے ابن حزم پر غضب ناک ہو کر بھی جب مذکورہ روایت کو صحیح ثابت نہ کر سکے تو عاجز آ کر لکھتے ہیں اگر بالفرض اس روایت میں کچھ ضعف بھی ہو تو ائمہ کے تعامل سے صحیح ثابت ہوتی ہے۔ (عمدۃ الاثاث، ص:۵۹)

حالانکہ ''تہذیب التہذیب'' میں ہے شعیب جو روایت عطاء سے بیان کرے وہ متابع بھی نہیں بن سکتی یعنی مطلقا ساقط الاعتبار ہے۔ (تہذیب ترجمہ شعیب)

[و تکون معصیة] کا مفہوم:

امام بیہقی کے مطابق اس حدیث میں معصیت سے مراد یہ نہیں کہ یکبارگی تین دینے کو معصیت کہا ہے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے چونکہ ایک طلاق حالت حیض میں دی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر رہے ہیں اگر میں تین دے دیتا تو آپ نے حالت حیض میں تین طلاقیں دینے کو معصیت گردانا نہ یکبارگی کو۔ امام بیہقی راقم ہیں:

[و تکون معصیة راجعاً الی ایقاع ما کان یوقعه عن الطلاق الثلاث فی الحال الحیض.] (سنن الکبریٰ للبیہقی:۳/۳۳۰)

یہ روایت ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ احناف و شوافع کے اختلاف کی بنا پر محتمل تھی اور محتمل سے استدلال عند الاحناف جائز نہیں۔

دلیل نمبر ۷۔ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ:

[و کان عبد اللّٰه اذا سئل عن ذالك قال واحدهم اما انت طلقت امراتك مرة او مرتین فان رسول اللّٰه ﷺ امرنی بهذا و اِن کُنتَ طَلَّقتَهَا ثلاثًا فقد حرمت علیك حتی تَنکِحَ زَوجًا

غَیرك و عَصیت اللّٰہ فیما امرك فی طلاق امراءِ تِكَ .]

''حضرت ابن عمر سے جب کوئی طلاق کے متعلق پوچھتا تو وہ فرماتے اپنی بیوی کو ایک مرتبہ یا دو مرتبہ طلاق دے پس بے شک نبی کریم ﷺ نے اسی کا حکم دیا ہے اگر تو نے تین طلاقیں دے دیں تو تیری بیوی تجھ پر حرام ہو گئی اور تو نے اپنے رب کی نافرمانی بھی کی اپنی بیوی کے مسئلہ طلاق میں۔''

(مسلم:۱/۴۷٦، نسائی:۲/۱۱۱، تحفه اهل حدیث:۸٤، تحفة المناظر، ص:۳۳۷، عمدة الاثاث، ص:٦٦۔٦٥)

جواب 1= عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی یہ روایت دعویٰ احناف کی تائید نہیں کرتی کیونکہ اس میں مذکورہ الفاظ مرۃ اور مرتین قرینہ ہیں کہ اس سے متفرق اوقات کی طلاقیں مراد ہیں نہ کہ یکجائی کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے یہ الفاظ بھی قرینہ ہیں:[فان رسول اللّٰہ ﷺ امرنی بھذا] نبی ﷺ نے مجھے اس کا حکم دیا۔ لامحالہ آپ ﷺ نے اکٹھی تین طلاقوں کا حکم تو نہیں دیا (کیونکہ اگر ایسا تسلیم کر لیا جائے تو پھر یکجائی تین طلاقیں سنت قرار پاتی ہیں نہ کہ بدعت و حرام جیسا کہ دعویٰ احناف ہے)

باقی ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ مقولہ:[و ان کنت طلّقتھا ثلاثًا فقد حرمت علیك حتی تنکح زوجا غیرك و عصیت اللّٰہ فیما امرك من طلاق امرتك.]

جواب 2=قول ابن عمر رضی اللہ عنہما ''عصیت اللّٰہ فیما امرك'' سے مراد ''حالت حیض'' میں طلاق دینا ہے کیونکہ حیض میں طلاق ''معصیت'' ہے تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کا تعلق طلاق ثلاثہ سے جوڑنا درست نہیں۔

جواب 3= پھر بھی یہ بات متحمل المعنیین ہے کہ اس کا تعلق قطعی طور پر کس کے ساتھ ہے [اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال] (اعلاء السنن،ص:۲۱،۲۲،۰ : ۱۱من والعلی،ص:۱٦۸)

جواب 4= یہ جملہ موقوف ہے جو عند الاحناف بھی حجت نہیں جیسا کہ بالتفصیل گزر

چکا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دلیل نمبر ۸: مرفوع بواسطہ ابن عمر رضی اللہ عنہما

[سئل النبی ﷺ عن الرجل یطلق امرأته ثلاثا فیتزوجھا الرجل فیغلق الباب و یرخی الستر ثم یطلقھا قبل ان یدخل بھا قال لا تحل للاوّل حتی یجامعھا الاخر .]

''نبی ﷺ اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیں پھر اس سے کسی اور آدمی نے نکاح کر لیا پھر دروازہ بند کر دیا اور پردہ لٹکا دیا مگر اس مرد نے اس عورت سے جماع کرنے سے پہلے ہی طلاق دے دی اب وہ عورت اپنے خاوند کے لیے حلال ہوئی یا نہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب تک دوسرا شوہر اس عورت کے ساتھ جماع نہ کرے پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہوسکتی۔'' (نسائی:۲/۹۱) (تحفہ اہل حدیث:۸۵)

جواب = جھنگوی اہل حق کی دشمنی میں اندھا، بہرہ ہو چکا ہے کہ محض دلائل کی تعداد زیادہ کرنے کے لیے ایسی روایات بھی نقل کر رہا ہے جو خود حنفی مذہب کے خلاف ہیں؟ کیونکہ یہ بات اتفاقی ہے کہ غیر مدخولہ پہلی طلاق سے ہی جدا ہو جاتی ہے لہٰذا اس کی تین طلاقوں کو تین قرار دینا محض دھوکہ ہے۔

مقلد جھنگوی کے نقل کردہ الفاظ بمع ترجمہ ملاحظہ ہوں: [قبل أن یدخل بھا] اس مرد نے اس عورت سے وطئی نہیں کی پہلے ہی طلاق دے دی۔''

اوّلاً احناف یہ فیصلہ کریں کیا اُن کے مسلک میں غیر مدخولہ کی اکٹھی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس سے استدلال حماقت کے سوا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

دلیل نمبر ۹: حدیث یزید بن رکانہ رضی اللہ عنہ:

یزید بن رکانہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا بیان کیا اس

پر آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا لفظ [البتّہ] بول کر تیری مراد ایک طلاق تھی؟ اس نے عرض کی جی ہاں لفظ [البتّہ] سے میں نے ایک ہی طلاق مراد لی تھی پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا حلفیہ بتا کہ تیرا ارادہ البتۃ کے لفظ سے صرف ایک طلاق کا تھا تو اس نے حلفاً کہا [وَاللہ البتّہ] کے لفظ سے میری ایک ہی طلاق تھی تب آنحضرت ﷺ نے فرمایا: [هُوَ عَلٰى مَا اَرَدُتَ] وہی ہوا جو تو نے ارادہ کیا۔ (ابوداؤد رقم: ۲۲۰۸، عون المعبود: ۲۳۳-۲۳۲) (تحفہ اہل حدیث، ص: ۸۵، ۸۶، بحوالہ ابوداؤد: ۱۲/۳۰۰ تجلیات صفدر: ۶۰۲/۴-۶۰۱)

جواب = یہ روایت مندرجہ ذیل تین علل کی بنا پر ضعیف ہے۔

① [زبیر بن سعید] "ضعیف متفق علی تضعیفہ۔" (تحریر التہذیب ترجمہ زبیر بن سعد) امام عجلی فرماتے ہیں اس نے طلاق کے بارے میں منکر روایت بیان کی ہے۔
(تہذیب: ۳۱۵/۵) [قال ابن حجر: لین الحدیث۔] (تقریب: ۱۰۶)

② [عبداللہ بن علی] امام عقیلی نے اس کو اپنی کتاب "الضعفاء" میں بیان کیا ہے اور فرمایا اس کی حدیث پر متابعت نہیں کی گئی مضطرب الاسناد ہے پھر یہی (مذکورہ) روایت نقل کی ہے یہی بات امام ذہبی رحمہ اللہ نے "میزان الاعتدال" میں کہی ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: [لین الحدیث من الروایۃ۔] (تقریب، ص: ۱۸۲)

③ [علی بن یزید] یہ مجہول راوی ہے امام بخاری فرماتے ہیں: [لم یصح حدیثہ] اس کی حدیث صحیح نہیں۔ (کتاب الضعفاء للعقیلی: ۲۵۶/۳) [و قال ابن حجر مستور من الرابعۃ.] (تقریب، ص: ۲۴۹) جب مذکورہ بالا روایت ثابت نہیں تو اس سے استدلال چہ معنی دارد؟

اعتراض: مقلد جھنگوی کا یہ سوال اگر لفظ بتۃ سے تین طلاقوں کا ارادہ کیا جاتا تو تینوں واقع ہو جاتیں ورنہ آنحضرت ﷺ کو رکانہ سے چار بار قسم دے کر پوچھنے کی کیا ضرورت تھی۔

جواب = دراصل جھنگوی حنفی و دیوبندی بلکہ پورا بدعتی ٹولہ حدیث دشمنی کی وجہ سے

فہم حدیث سے کورا و نابلد ہے شریعت اسلامیہ کے احکام و فرامین متعلقہ طلاق سامنے رکھیں تو یہ اعتراض بھی چنداں وقعت نہیں رکھتا کیونکہ از روئے اسلام یکبارگی تین طلاق تو ایک ہی ہوتی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے واضح ہے لیکن اکٹھی تین طلاقیں دینا کتاب اللہ سے مذاق ہے جس پر ایسا کرنے والے کو سرزنش اور زجر و توبیخ کی جاتی ہے جیسا کہ سنن نسائی (۲/ ۴۶۸) میں محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے (جس میں ایک صحابی نے ایسے آدمی کے قتل کی اجازت طلب کی) یہی حدیث تحفہ اہل حدیث، ص: ۷۸، تجلیات صفدر: ۴/ ۵۰۳۔ ۵۹۶ پر بھی مرقوم ہے۔

اور یہی طریقہ خلیفہ راشد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا تھا کہ جب ان کے پاس کوئی ایسا آدمی لایا جاتا جس نے اکٹھی تین طلاقیں دی ہوتی۔ [اَوجعهُ ضرباً] اس کو سزا دیتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ: ۴/ ۱۱، مکتبہ امدادیہ ملتان۔ الجوہر النقی: ۷/ ۳۳۳)

ان احادیث کو ملحوظ رکھیں تو یہ بات بھی حل ہو جاتی ہے بار بار قسم دے کر کیوں پوچھا؟ اس لیے کہ اگر اس کی نیت تین طلاقیں دینے کی ہوتی تو پھر وہ قابل سرزنش تھا جب اس کی نیت صرف ایک طلاق ہی کی تھی تو آپ اس پر خاموش ہو گئے اور صرف اتنا ہی فرمایا: [هو علي ما اردت] وہی ہوا جو تو نے ارادہ فرمایا۔''

مولوی فضل الرحمٰن حنفی دیوبندی کا اعلان:

دیوبند کے بزرگوار مفتی محمود صاحب کے فرزند ارجمند متحدہ مجلس عمل کے سیکرٹری امیر جمعیت علمائے اسلام (ف) فضل الرحمٰن نے کہا ہے کہ متحدہ مجلس عمل کی حکومت سرحد میں بیک وقت تین طلاقوں کو قابل تعزیر جرم قرار دینے والی ہے۔ (روزنامہ آواز لاہور پیپر ۴/ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ ۲۳ اگست ۲۰۰۴ء جلد نمبر: ۷، شمارہ ۱۲۷) بحوالہ احسن الابحاث، ص: ۲۸)

دلیل نمبر ۱۰: فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا:

مولوی مقلد راقم ہے: فاطمہ بنت قیس کی روایت ہے:

[طلّقنی زوجی علی عهد رسول الله ﷺ ثلاثاً.]
''عہد نبوی میں میرے خاوند نے مجھے تین طلاق دی تھیں۔'' حضور نے انھیں اس کی اجازت دے دی۔'' (ابن ماجہ:۱۴۶۔۱۴۵)، (تحفہ اہل حدیث:۸۶)

جواب 1= جھنگوی صاحب نے اس روایت کو قصداً ادھورا بیان کر کے بقول ماسٹر امین اوکاڑوی سبیل یہود پر عمل کیا ہے۔ مذکورہ بالا حدیث سے استدلال کی حقیقت ہم دیوبندی شیخ الحدیث سرفراز صفدر صاحب سے نقل کر رہے ہیں شاید کہ یہ گمراہ ٹولہ اپنے اکابر کی مان کر دجل وفریب سے باز آجائے۔

① ......مولوی سرفراز صاحب راقم ہیں:

''اور بعض نے مسلم (۱/۴۸۵) کی روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ فاطمہ بنت قیس کو جب ان کے خاوند نے طلاق دی تو قالت قلت یا رسول الله زوجی طلّقنی ثلاثا "(الحدیث) اور مسلم (۱/۴۸۴) میں ہے "قالت فاطمة بنت قیس فایّ امر یحدث بعد ثلاث۔" آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تین کے بعد بھی گنجائش ہے [کیونکہ یہ تین متفرق اوقات میں تھیں کما سیجئی (عارفی)] و فیہ نظر [اس سے استدلال محل نظر ہے (عارفی)] لان فی روایة مسلم (۱/٤٨٤) فطلّقها اخر ثلاث تطلیقات الخ و فیه فارسل الی امرأته فاطمة بنت قیس بتطلیقة بقیت من طلاقها۔'' تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تین اکٹھی نہ تھی بلکہ متفرق تھیں۔

(خزائن السنن، حصہ سوم، ص: ۸۱، (۵۳۷)

یہاں تو جھنگوی حق کے سامنے اتنا بچرا ہوا ہے کہ اپنے امام سرفراز کو بھی جھٹلا دیا۔

② ......ابن ترکمانی حنفی کا فیصلہ:

ابن ترکمانی حنفی حدیث فاطمہ بنت قیس سے امام شافعی کے استدلال کا رد کرتے

ہوئے لکھتا ہے:

[فلا حجة للشافعي الى الاستدلال بالبتة و تفسيرها بالثلاث فان ذالك دعوىٰ ثم انه لم يرسل الثلاث جملة ففي الصحيح انه طلقها آخر ثلاث تطليقات.] (الجوهر النقي:۳۲۹/۷)

''طلاق فاطمہ کو بتہ قرار دے کر اس کی تعبیر کرنا درست نہیں کیونکہ یہ محض دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تین طلاقیں اکٹھی دی ہی نہیں گئیں کیونکہ صحیح بخاری میں وضاحت ہے کہ ''اس کو تین طلاقوں میں سے آخری طلاق دی گئی۔''

ابن ماجہ کی تبویب:

مولوی جھنگوی خود ساختہ ایک اعتراض نقل کر کے ''اس میں ایک مجلس کا لفظ نہیں'' اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے:

اعتراض = امام ابن ماجہ کا باب دیکھیں:[بَابُ مَن طَلَّقَ ثَلَاثًا فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ] امام ابن ماجہ اس سے تین طلاق ایک مجلس میں سمجھ رہے ہیں۔

جواب 1= احناف کی حالت بھی عجیب ہے اپنا مطلب ہو تو تبویب محدثین سے بڑے شدومد کے ساتھ استدلال کرتے ہیں اور جب اپنے خلاف معاملہ ہو تو پھر ان سے ایسے نگاہیں چراتے ہیں جیسے ان سے کوئی تعلق ہی نہیں: مثلاً ''صحیح مسلم'' ودیگر کتب احادیث میں سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ''شریر گھوڑوں کی دم والی'' حدیث سے احناف ''ترک رفع الیدین عند الرکوع'' پر استدلال کرتے ہیں حالانکہ محدثین کی اجماعی تبویب اس پر دال ہے کہ یہ حدیث بوقت سلام ہاتھ اٹھانے کے بارے میں ہے لیکن اس اجماعی تبویب کو مخالف ہونے کی وجہ سے پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں دیتے۔ اس کے علاوہ ہم صرف '' سنن ابن ماجہ'' ہی سے ابواب کی چند امثلہ نقل کیے دیتے ہیں جنھیں احناف

مقلدین تسلیم نہیں کرتے۔ (ماھو جوابکم فھو جوابنا۔)

امام ابن ماجہ کی تبویب اور حنفی مقلدین:

ابن ماجہ کی تبویب	احناف کے ہاں اس کے برعکس عمل
۱۔باب ما جاء فی بول الصبی الذی لم یطعم،ص: ۱۸۳شیر خوار بچے کے پیشاب کا حکم (اس پر چھینٹے لگائے جائیں)	بچہ جو کھانا نہ کھاتا ہو اس کے پیشاب کو دھونے کے قائل ہیں۔
۲۔باب ماجاء فی البول قائما (۱/۱۷۹) کھڑے ہو کر پیشاب کرنا۔	مطلقاً کھڑے ہو کر پیشاب کو ممنوع قرار دیتے ہیں بلکہ ایسی احادیث کا مذاق تک اڑانے سے باز نہیں آتے
۳۔الوضوء من مسّ الذکر (۱/۲۵۹) شرم گاہ کو چھونے سے وضوء کرنا چاہیے۔	جس نے اپنا یا کسی غیر کا ذکر چھولیا اس کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ (عالمگیری)
۴۔باب ما جاء فی المسح علی العمامة (۱/۳۰۲) پگڑی پر مسح کرنے کا بیان	عند الاحناف پگڑی پر مسح جائز نہیں (الھدایہ:۱/۶۱)
۵۔باب ما جاء فی التیمم ضربة واحدة (۱/۳۰۶) تیمّم کے لیے زمین پر ایک مرتبہ ہاتھ مارنا	احناف ایک ضربہ سے تیمّم کے منکر ہیں۔
۶۔باب افراد الاقامة (۱/۳۹۶) اکہری اقامت کا بیان	احناف کے ہاں اکہری اقامت کے بجائے مستقل دوسری اقامت
۷۔باب الترجیع فی الاذان (۱/۳۸۵) اذان میں شہادتین کے کلمات دوبارہ کہنا۔	احناف ترجیع اذان کے قائل نہیں
۸۔باب القراءة خلف الامام (ص:۴۵۳) امام کے پیچھے قراءت (فاتحہ) کا بیان	احناف مقتدی کے لیے فاتحہ جائز نہیں سمجھتے۔ (ادلہ کاملہ)
۹۔باب رفع الیدین اذا رکع واذا رفع رأسہ من الرکوع (۱/۴۶۴) رکوع جاتے اور اٹھتے وقت رفع الیدین کا بیان	احناف مسنون رفع الیدین عند الرکوع والرفع کے منکر

۱۰۔باب من یسلّم تسلیمة واحدة(۲۹۶)	احناف کسی بھی قسم کی نماز میں ایک طرف سلام کہنے کے قائل نہیں۔
ایک طرف سلام کہنے کا بیان	

[تلک عشرة کاملة]

جھنگوی کا حدیث رسول اور امام بیہقی پر افتراء:

جھنگوی صاحب بڑ لگاتے ہوئے راقم ہیں، (حدیث فاطمہ میں لفظ مجلس واحد کے دکھانے پر) دکھا تو دوں گا اللہ تعالیٰ ماننے کی توفیق عطا فرمائے یہ سنن الکبریٰ بیہقی میرے ہاتھ میں ہے اس کا (۷/۳۰۰) پر اسی فاطمہ بنت قیس والے واقعہ میں فی مجلس واحد کے الفاظ نظر آرہے ہوں گے۔

جواب = بندہ ناچیز نے محولہ صفحہ کو بار بار بالاستیعاب پڑھا لیکن محولہ صفحہ پر حدیث فاطمہ بنت قیس درمسئلہ طلاق ہی کہیں مذکور نہیں تو مجلس واحد کے الفاظ کہاں سے ملتے۔ بندہ ناچیز نے سنن الکبریٰ بیہقی (۷/۳۲۹) کو بھی بار بار پڑھا وہاں حدیث فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا تو مذکور ہے لیکن مجلس واحد کے الفاظ کہیں مذکور نہیں۔البتہ بیہقی (۷/۳۳۰) پر یہ الفاظ ہیں :[طلق فاطمة بنت قیس بکلمة واحدة ثلاثا] لیکن الجوہر انقی (۷/۳۲۹) پر لکھا ہے :[فیه محمد بن راشد ضعفه البیهقی] اس کی سند میں محمد بن راشد ہے جس کو امام بیہقی نے ضعیف قرار دیا ہے۔

ہم تو صرف اتنا ہی کہتے ہیں......:

جھوٹ بولنے میں جن کو عار نہیں
ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

اور اپنے مسلمان بھائیوں کو یہی دعوت دیتے ہیں قرآنی فیصلہ کے مطابق: ”اے ایمان والو اللہ سے ڈر جاؤ اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔“ اہل حق اہل حدیث کے ساتھ مل جائیں تاکہ کتاب وسنت کے مطابق اپنی زندگیاں گزار کر جنت الفردوس کے وارث بن سکیں۔

مطلقہ ثلاث کا نفقہ و سکنیٰ اور حنفی مسلک:

مقلد جھنگوی حدیث فاطمہ بنت قیس میں تین طلاق (جو کہ متفرق اوقات میں تھیں) کے وقوع کی دلیل بیان کرتے ہوئے راقم ہے:

اعتراض: میرے بھائی نبی کریم ﷺ نے اس کا نان ونفقہ بند کر دیا اور فرمایا:

[انما النفقة والسکنیٰ للمرأةِ اذا کان لِزوجها علیها الرجعة.]

''نان ونفقہ اور مکان تو اس کے لیے ہوتا ہے جس کے لیے خاوند رجوع کا حق رکھتا ہے جب رجوع کا حق ختم ہو گیا تو مسئلہ ختم ہو گیا۔'' (نسائی:۲/۸۹،۹۰، باب الرخصة فی ذالک) (تحفہ اہل حدیث:۸۷)

جواب = یہ حدیث تو الحمد للہ مسلک اہل حدیث کی دلیل ہے کیونکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو طلاقیں وقفہ وقفہ سے دی گئی تھیں اکٹھی نہ تھیں اور ہم تو الحمد للہ اپنے نبی و مرشد اور امام اعظم ﷺ کے فیصلہ کے مطابق مطلقہ ثلاث کے لیے نان و نفقہ اور سکنٰی کے قائل نہیں جب کہ احناف نبی ﷺ کے اس فرمان کو تسلیم کرنے کے باوجود اپنے باطل حنفی مذہب پر چلتے ہیں ... مطلقہ ثلاث کے لیے نان ونفقہ اور مکان کے قائل ہیں یہاں اقرار وہاں انکار یہ دو رخی کیوں؟

دو رخی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
یا سراسر موم ہو جا یا سنگ ہو جا

الحمد للہ یہ حدیث اہل حق اہل حدیث کا مسلک ظاہر کر رہی ہے۔

دیوبندی مسلک کے شیخ الہند محمود حسن صاحب [باب مطلقه ثلث] کے تحت فرماتے ہیں:

''اس کے سکنیٰ و نفقہ میں حنفیہ کا وہی مذہب ہے جو حضرت عمر کا تھا یعنی نفقہ سکنیٰ ہر دو واجب ہیں حنفیہ کہتے ہیں کہ فاطمہ کو سکنیٰ اس لیے نہ دلوایا گیا کہ وہ زبان دراز تھیں۔ گو اصل سے واجب ہے۔'' (الورد الشذی، ص:۱۹۷)

حنفیہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ''زبان دراز'' قرار دیا بلفظ دیگر، بدزبان، گالیاں دینے والا، گستاخ (فیروز اللغات، ص:۷۳۹) حالانکہ اگر کسی بھی شخص کو ان الفاظ سے مخاطب کیا جائے تو وہ ناراض ہوتا ہے اور اسے اپنی ہتک سمجھتا ہے خود ''حنفی مقلد ابو بلال جھنگوی صاحب'' بھی اپنے لیے یہ لفظ یقیناً پسند نہیں کریں گے تو اس پر غور کیجیے کیا یہ حنفیہ کی طرف سے صحابیہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی و بے ادبی نہیں؟

عداوت خلفاء اور مقلدین:

اعتراض : مولوی جھنگوی راقم ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[علیکم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدین] ''میری سنت کو لازم پکڑو اور میرے خلفاء کی سنت کو لازم پکڑو۔'' (ترمذی) (تحفہ اہل حدیث، ص ۸۷۔۸۸)

جواب = بدنصیب کو شاید اتنا بھی علم نہیں کہ خلافت راشدہ کا آغاز سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے ہوتا ہے نہ کہ فاروق اعظم کی خلافت سے لہٰذا سب سے پہلے فتویٰ صدیقی نقل کرنا چاہیے تھا لیکن اس سے دامن حنفیت خالی تھا لہٰذا ہم صدیق اکبر کا مسلک بھی نقل کریں گے بلکہ تمام خلفاء کے فتاویٰ کے ساتھ ساتھ حنفی مقلدین کا خلفاء سے اختلاف بھی نقل کریں گے تاکہ یہ حقیقت بھی واضح ہو جائے کہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا صرف نام لینے والے کون اور ان کے حقیقی متبعین کون ہیں؟ بات یہ ہے کہ احناف کو جہاں خلفاء راشدین یا کسی صحابی رضی اللہ عنہم کی بات موافق مل جائے تو ان کے اقوال کی حجت کا غلغلہ مچاتے ہیں اور اگر انہی کی کوئی بات ان کے خلاف آ جائے تو اس کی دور از کار تاویلیں کرتے ہیں کہ الامان والحفیظ۔ (فتاویٰ صحابہ)

فتاویٰ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

فیصلہ صدیقی اور مسلک حق اہل حدیث:

① سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عہد نبوی عہد صدیقی اور ابتدائے دو سال عہد فاروقی میں یکبارگی تین طلاق ایک شمار کی جاتی تھی۔ (صحیح مسلم، باب طلاق الثلاث)

عہد صدیقی کے اس بین فیصلہ پر صحیح مسلم ہی سے اور حدیث ملاحظہ کیجیے۔

② ابو صہباء نے ابن عباس سے کہا کیا آپ اس بارے میں علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے اور حضرت ابو بکر صدیق کے زمانہ خلافت میں بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا تھا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ایسے ہی تھا۔ (صحیح مسلم، کتاب الطلاق، مع شرح مسلم سعیدی (۱۰۲۰_۱۰۲۱/۳)

اشرف علی تھانوی کا اقرار:

③ مقلد تھانوی صاحب فرماتے ہیں: ''اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ تینوں طلاق ایک سمجھی جاتی تھی۔'' (تقریر ترمذی، ص:۳۴۶، طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں یکبارگی تین طلاق کو ایک شمار کیا جاتا تھا۔ اس فیصلہ پر ہی جھنگوی ٹولہ فرمان نبوی: [عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ] کے تحت اپنی اصلاح کر لیں۔ ﴿وَ يَهْدِيْ إِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ﴾

مرادِ رسول علیہ السلام خلیفہ راشد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

زید بن وہب کی روایت ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک ایسا آدمی پیش کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دی تھیں دریافت

کرنے کے بعد اس نے عذر پیش کیا: [اِنَّمَا کُنْتُ اَلْعَبُ] کہ میں تو مذاق سے کھیل رہا تھا۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو درّے لگائے اور فرمایا: [اِنَّمَا یَکْفِیكَ مِنْ ذَالِكَ ثَلَاثَة] (بے شک تمہارے لیے تو تین ہی کافی تھیں۔'' (مصنف عبد الرزاق: ۳۹۳/۶)

جواب = مسخرہ مزاج آدمی کا بیوی کو ہزار طلاق دینا صریحاً کتاب اللہ سے مذاق تھا کیونکہ جب یکبارگی تین طلاقیں دینا کتاب اللہ سے مذاق ہے تو اکٹھی ہزار تو بالاولیٰ مذاق ہوئیں جب کہ یہ مذاق کسی بھی صورت میں درست نہ تھا اس میں مذکورہ الفاظ[انما کنت العب] اس پر قرینہ ہیں کہ اس مسخرہ مزاج آدمی کے کتاب اللہ سے مذاق کی بناء تعزیراً عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر تینوں نافذ کر دی تھیں۔ لہٰذا یہ فتویٰ تو اہل حدیث کے قطعاً خلاف نہیں۔

فتویٰ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور احناف مقلدین:

حنفی مقلدین ایسے نامراد ہیں کہ یہ مرادرسول سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بات بھی نہیں مانتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ملاحظہ ہو: صحیح مسلم کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ منقول ہیں:

[اِنَّ النَّاس قَدِ اسْتَعْجَلُوْا فِیْ اَمْرٍ کَانَتْ لَھُم فِیْهِ اَنَاةٌ .]

''بے شک لوگوں نے اس کام میں عجلت شروع کر دی جس میں ان کے لیے مہلت تھی۔''

یہ الفاظ اس بات کی صریح دلیل ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی یکبارگی تین طلاق کو ایک خیال کرتے تھے ورنہ مذکورہ الفاظ محض لغو قرار پاتے ہیں جب لوگوں نے متواتر تین طلاقیں دے کر کتاب اللہ سے مذاق کا دروازہ کھول دیا تو اس مذاق سے روکنے کے لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تعزیری طور پر مدخولہ وغیر مدخولہ کی یکجائی تین طلاقوں کو تین قرار دے دیا۔

جیسا کہ صحیح مسلم میں طاؤس سے مروی ہے کہ ابو صہباء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کیا آپ کو اس بارے میں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک شمار کیا جاتا تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا ہی تھا:

[فلما کان فی عھد عمر رضی اللہ عنہ تتابع الناس فی الطلاق فاجازہ علیھم.](صحیح مسلم کتاب الطلاق، باب الطلاق الثلاث)

''لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں نے متواتر طلاقیں دینا شروع کردیں تو انھوں نے بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ان پر نافذ کردیا۔''

فتویٰ مراد رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور نامراد مقلدین:

مسئلہ طلاق میں نامراد مقلدین صحیح مسلم میں مذکور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اصلی رائے کے قائل اور نہ ہی تعزیراً جو فیصلہ نافذ کیا اس کو تسلیم کرتے ہیں۔

احناف کے ہاں مدخولہ عورت کی اکٹھی تین طلاقیں تین جب کہ غیر مدخولہ کی تین ایک ہے دیکھئے: (عمدۃ الاثاث ص۵۲، الہدایۃ ص:۳۷۱)۔ خلیفہ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تعزیراً جو فیصلہ نافذ کیا اس کے الفاظ و ترجمہ متعصب حنفی مقلد سرفراز صفدر سے ملاحظہ ہو وہ راقم ہیں:

گیارھویں دلیل، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

[قَالَ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی الرجل یطلق امراتہ ثلاثا قبل ان یدخل بھا قال ھی ثلاث لا تحل لہ حتی تنکح زوجاً غیرہ و کان اذا اتی بہ اوجَعَہ.]

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی بیوی کو ہم بستری سے پہلے تین طلاقیں دے دیں فرمایا کہ تین ہی متصور ہوں گی اور وہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں تاوقتیکہ وہ کسی اور شخص سے نکاح کرے اور حضرت عمر کے پاس جب ایسا شخص لایا جاتا تو آپ اس کو سزا دیا کرتے

تھے۔'' (سنن الکبریٰ البیهقی: ۳۳٤/۷ بحواله عمدة الاثاث، ص: ٦٧)

دیوبندی مولوی سرفراز صفدر صاحب مزید راقم ہیں: ''اس روایت سے ثابت ہوا کہ جس عورت کے ساتھ خاوند نے ہمبستری نہیں کی ہوتی تھی جب کہ وہ اس کو تین طلاق دے دیتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو تین ہی قرار دیتے اور یہ فیصلہ فرماتے تھے کہ وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں تاوقتیکہ کوئی دوسرا مرد اس کے ساتھ نکاح نہ کرے۔ بلفظہ (عمدۃ الاثاث، ص: ۶۸،۶۷)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ وہ ہر قسم کی عورت مدخولہ اور غیر مدخولہ کو کسی بھی قسم کے الفاظ سے دی گئیں تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرتے تھے۔

مراد رسول خلیفہ راشد کا یہ فتویٰ نامراد مقلدین احناف کے مذہب کے صریح خلاف ہے دیکھیں اس پر مقلدین احناف کس طرح چیں بجبیں ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ فتویٰ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے یکجائی تین طلاقوں کے نفاذ کے تعزیری ہونے پر واضح قرینہ بھی ہے۔

خلیفہ ثالث سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

حضرت معاویہ بن ابی یحییٰ سے روایت ہے کہ ایک مرد حضرت عثمان کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاق دی ہے آپ نے فرمایا تین نے اس کو حرام کر دیا باقی ستانوے سرکشی ہے۔'' (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳/۴) (تحفہ، ص: ۸۹،۸۸، تجلیات صفدر: ۶۰۵/۴)

جواب ① = خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اس فتویٰ کا انتساب درست نہیں کیونکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تک بسند صحیح یہ فتویٰ ثابت نہیں۔

ابن ابی شیبہ والی سند منقطع ہے کیونکہ معاویہ بن ابی یحییٰ اتباع تابعین سے ہیں اور صحابہ سے موقوف مرسل و منقطع روایات بیان کرتا ہے۔ (ثقات ابن حبان: ٤٦٨/٧، الجرح والتعديل لابن ابی حاتم ترجمه معاويه)

② اس کی دوسری سند ''مصنف عبدالرزاق'' میں مذکور ہے لیکن وہ بھی منقطع ہے اس سند میں حضرت عثمان سے بیان کرنے والا راوی الحویرث ہے جس کا حضرت عثمان سے

لقاء و سماع ثابت نہیں۔

④ اسی طرح اس کی سند میں ابو یحییٰ ہے یا ابو تحیا اس کی تعیین و توثیق مطلوب ہے۔

خلیفہ رابع علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

[عن حبیب قال جاء رجل الی علی قال انی طلّقت امراتی الفاً قال بانت منك بثلاث و اقسم سائرها بین نسائك.]

''حضرت میبّب سے روایت کہ ایک آدمی حضرت علی کے پاس آیا اور کہا میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاق دی آپ نے فرمایا: تین طلاق سے وہ تجھ سے جدا ہوگئی باقی طلاقیں دوسری بیویوں پر تقسیم کردے۔'' (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴/۱۳، بیہقی: ۷/ ۳۳۵) (تحفہ اہل حدیث: ۸۹، عمدۃ الاثاث ص: ۶۹۔۶۸ تجلیات صفدر: ۴/۶۰۶۔۶۰۵)

جواب 1= مقلدین احناف سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اس فتویٰ کے خود منکر ہیں احناف اس فتویٰ سے تین طلاق کے نفاذ کا فیصلہ تو لے لیتے ہیں لیکن اسی فتویٰ مذکور میں لفظ ''باقی طلاقوں کو دوسری بیویوں پر تقسیم کردے'' کو تسلیم نہیں کرتے کہ اس سے بقیہ عورتیں بھی حرام ہو جائیں گے۔﴿ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ﴾

جواب 2= ① ہزار طلاق سے باقی بیویوں پر تقسیم کرنے کے لیے آدمی کے عقد میں کم از کم بیک وقت ۳۳۲ عورتیں ہونی چاہیے تاکہ ہزار کا عدد تقریباً کامل تقسیم ہو جائے کیا شرعاً کسی آدمی کو بیک وقت اتنی بیویاں اپنے عقد میں رکھنے کا اختیار ہے؟

② حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھی اس فتویٰ کا انتساب قطعی طور پر غلط ہے کیونکہ اس کی سند میں اَعمش اور حبیب بن ابی ثابت دونوں مدلس ہیں جو معنعن بیان کر رہے ہیں گستاخ رسول امین اوکاڑوی دیوبندی لکھتا ہے: مدلس کا عنعنہ بالاتفاق مردود ہے (تجلیات صفدر: ۳/۹۳، جزء القراءۃ و جزء رفع الیدین مترجم ص: ۲۷، رقم ۶۳ کے تحت لکھا ہے اس کی سند میں تین راوی مدلس ہے اس لیے ضعیف ہے۔) (توضیح الکلام پر ایک نظر از

ڈیروی، ص: ۶۹-۷۲-۹۱، ناشر جامعہ اسلامیہ حبیب العلوم)

دیوبندی امام سرفراز صفدر راقم ہیں: "مدلس ساقط العدالۃ ہے" (اتمام البرہان، ص: ۴۸۰، مکتبہ صفدریہ)

۳ ابن ابی شیبہ والی سند میں رجل من اہل مکۃ اور بیہقی والے طریق میں عن بعض اصحابہ راوی مبہم ہیں جن کی عدالت وتوثیق ثابت نہیں۔

اور ان علل کی بنا پر یہ روایت درست نہیں'' معلوم ہوا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب یہ فتویٰ ثابت نہیں۔

جھنگوی نے خلفاء راشدین میں تین خلفاء کے فتوے نقل کیے جن میں سے دو ثابت نہیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ خود احناف کے خلاف ہے کما مرّ۔ جب کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد کا صحیح صریح عمل، بحوالہ صحیح مسلم نقل کر چکے ہیں۔ جو احناف کے مسلک کے صریح خلاف ہے۔

فتاویٰ صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

حضرت علی المرتضیٰ شہید ہوئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا ان کی بیوی نے خلیفہ بننے پر مبارکباد دی اس مبارک پر سیدنا حسن ناراض ہو گئے تو میرے باپ کے قتل پر خوش ہے بیوی کو تین طلاقیں دے دیں جب اس کی عدت پوری ہو گئی اس عورت نے حضرت حسن کی طرف شکوہ بھیجا جس پر سیدنا حسن نے کچھ تحائف بھیجے وہ عورت کہنے لگی[متاع قلیل من حبیب مفارق] جدا کرنے والے محبوب کی طرف سے یہ مال تھوڑا ہے جس پر حضرت حسن روئے اور فرمایا:

[لولا انی سمعت جدی ایما رجل طلق امراته ثلاثاً عند الاقراء ثلاثاً مبهمة لم تحل له حتی تنكح زوجا غیره لراجعتها]

(بیہقی: ۷/۳۳۶) تحفہ اہل حدیث، ص۹۰۔۸۹۔ عمدۃ الاثاث، ص۶۹، تجلیات صفدر: ۴/۶۰۰

(بحوالہ دارقطنی: ۲/۴۲۷، بیہقی: ۷/۳۳۶)

''کہ اگر میں نے اپنے نانا جی سے یہ نا سنا ہوتا جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طہروں میں تین طلاقیں دیں یا مبہم دیں وہ بیوی اس کے لیے حرام ہو جاتی ہے تو میں رجوع کر لیتا۔'' سیدنا حسن فرماتے ہیں مجھے بیوی چھوڑنے کا دکھ ہے رجوع نہیں کر سکتا حضور کا فرمان رکاوٹ ہے۔

جواب = حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی طرف اس فتویٰ کا انتساب غلط ہے کیونکہ اس کی سند میں محمد بن حمید الرازی ہے جس کے بارے میں گستاخ رسول امین اوکاڑوی راقم

ہے:''رہا محمد بن حمید رازی تو امام سخاوی ، نسائی، یعقوب بن ابی شیبہ، جوزجانی ابوزرعہ ابن خراش اور ابو نعیم نے اس کی تضعیف کی ہے ابن خزیمہ سے ابوعلی نے کہا آپ محمد بن حمید (رازی) سے روایت کیوں نہیں لیتے حالانکہ امام احمد ان سے روایت لیتے تھے آپ نے فرمایا: امام احمد پر اس کا وہ حال نہ کھلا تھا جو ہم پر کھلا اگر امام احمد بن حنبل ان حالات سے باخبر ہوتے تو ہرگز اسے اچھا نہ سمجھتے۔ اسحاق کوسج کہتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب تھا۔ صالح بن محمد السدی کہتے ہیں کہ وہ حدیثوں میں ردّ و بدل کر دیتا تھا۔اور بڑا دروغ گو تھا۔ (تہذیب:۹/۱۲۹، میزان الاعتدال:۳/۵۰) (تجلیات صفدر:۳/۲۲۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

آل دیوبند کے مفتی جمیل نذیری نے لکھا ہے :''دوسری سند میں یعقوب قمی سے پہلے ایک نام محمد بن حمید الرازی کا ہے اس کے متعلق امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں [هُوَ ضَعِيف] وہ ضعیف ہے۔ یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں [كثير المناكير]''بہت منکر احادیث بیان کرتا ہے۔''

امام بخاری فرماتے ہیں: [فيه نظر] ''اس میں نظر(اعتراض) ہے۔'' ابو زرعہ کہتے ہیں:''وہ جھوٹا ہے۔'' اسحاق کوسج رحمہ اللہ کہتے ہیں:[اَشْهَدُ اَنَّهٗ كَذَّابٌ] میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے۔'' صالح جزری رحمہ اللہ کہتے ہیں:[في كل شي يحدثنا ما رأيت اَجْرَاً عَلَى اللّٰه منه كان يَأْخُذُ أَحَادِيْث الناس فيقلب بعضه على بعض] ہر چیز کے بارے مین حدیث بیان کرتا ہے اللہ پر اس سے زیادہ جری شخص میں نے نہیں دیکھا لوگوں کی حدیثوں کو بدل دیتا ہے۔

ابن خراش رحمہ اللہ کہتے ہیں:[كان و اللّٰه يكذب] ''خدا کی قسم وہ جھوٹا ہے۔'' امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [ليس بثقة] ''وہ معتبر نہیں ہے۔'' (میزان الاعتدال:۳/۴۹، ۵۰)

(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز:۳۰۱)

قارئین کرام......! جھنگوی کی نقل کردہ روایت کے راوی کا حال آپ نے آل دیوبند کی کتابوں سے ملاحظہ فرما لیا ہے اب ایسے راوی کی روایت بیان کرنے والے کے متعلق

ماسٹر اوکاڑوی کا بیان بھی سن لیں۔

ماسٹر اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''حالانکہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ ایسی جھوٹی حدیث کو بیان کرنا حرام ہے اور اللہ کے نبی پر جھوٹ بولنا ہے۔ آہ! ''شرم تجھ کو مگر نہیں آتی۔''

اللہ کے نبی پر جھوٹ بولنے والے! (جھنگوی) کل قیامت میں تیرا کیا حال ہوگا؟ جہنم کا ٹھکانا تو یقینی ہے۔'' (تجلیات صفدر: ۶/۷۶۔۷۷)

آل دیوبند کی جسارت تو دیکھیے ایک موضوع روایت کے سہارے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو اکٹھی تین طلاقیں دینے والا باور کرا رہے ہیں جب کہ جھنگوی نے لکھا ہے: ''تین طلاق اکٹھی پر آقا ناراض ہوتے ہیں، غیر مقلد خوش ہو رہے ہیں کہ یہ ابھی تو ''اہلحدیث'' بن جائے گا۔ (تحفہ اہل حدیث: ۷۹)

اور ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''حضرات! قرآن وسنت آپ کے سامنے ہے کہ ایک دفعہ تین طلاقیں دینے والا حدود اللہ سے تجاوز کرنے والا ظالم ہے، آیات اللہ سے استہزاء کرنے والا ہے اللہ اور رسول اس سے سخت ناراض ہیں۔'' (تجلیات صفدر: ۴/۶۰۳)

اسی طرح اس کی ایک سند میں سلمہ بن الفضل قاضی الری ہیں جن کو امام ابو زرعہ نے کذاب اور متعدد اہل علم نے مجروح قرار دیا ہے (ص: ۲/۱۹۲ رقم ۳۴۱۰،) مزید ایک سند میں عمرو بن شمر جعفی وضاع و کذاب اور رافضی ہے۔ (میزان الاعتدال: ۳/۲۶۸، ۲۶۹)

جلیل القدر صحابہ کرام کے فتاویٰ جات:

قبل اس کے کہ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ کی اور ان کی طرف ان (فتاویٰ) کے انتساب کی حقیقت کو واضح کریں ہم مقلدین احناف بالعموم اور جھنگوی ٹولہ پر بالخصوص یہ حقیقت واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے خلاف صحابہ کے فتاویٰ نقل کرنے سے قبل اپنے امام (ابوحنیفہ) جن کی تقلید کا وہ دم بھرتے ہیں ان کا قول پڑھ لیتے کہ ان کے ہاں اقوال صحابہ کی کیا وقعت ہے مقلد عبد الرشید نعمانی حنفی دیوبندی راقم ہے:

امام صاحب کہتے تھے ہیں:

[کُنْتُ اَدَعُ رَأْيِي لِرَأْيِ عثمان و عليٍّ و سائر الصحابة ما عدا ابا هريرة و انس بن مالك و سمرة بن جندب (ما تمس اليه الحاجة)

''میں اپنی رائے حضرت عثمان وعلی و دیگر تمام صحابہ کے مقابلہ میں تو چھوڑ دوں گا ماسوائے ابوہریرہ (جن کو جھنگوی نے محدث کبیر لکھا ہے تحفہ، ص:۹۲)

انس بن مالک (جس نے دس سال نبی ﷺ کی خدمت کی) اور سمرہ بن جندب (جھنگوی نے جو فتاویٰ نقل کیے ان میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ (ص:۹۲) پر اور انس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ (ص:۹۳) پر مذکور ہے۔ صحابہ کرام کے بارے مقلدین کا حقیقی چہرہ ہم ''احسن الکلام'' کے حوالہ سے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔

① فقیہ امت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

ایک شخص آپ کی خدمت میں آ کر عرض کرنے لگا میں نے اپنی بیوی کو سو طلاق دے دی ہے انھوں نے فرمایا تین طلاقوں سے تو وہ تیری عورت تجھ سے جدا ہو گئی اور ستانوے طلاقیں تیرے لیے گناہ کا ذریعہ ہیں۔ (بیہقی:۳۳۲/۲، تحفہ اہل حدیث، ص:۹۰) (اغاثۃ عمدۃ الاثاث، ص:۳۰۷ تجلیات صفدر:۶۰۷)

جواب 1= یہ فتویٰ سنداً ثابت نہیں اس کی ایک سند میں اعمش جب کہ دوسرے طریق میں سفیان و ابراہیم نخعی دونوں مدلس ہیں لہٰذا مدلس کا عنعنہ بقول اوکاڑوی مردود ہے۔ دیکھیے: (تجلیات :۲۸۲/۲)

جواب 2= یہ فتویٰ واضح ہے کہ آدمی نے ۱۰۰ طلاق دی جو اس بات کا قوی قرینہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تعزیراً اس پر تین کے ذریعہ اس کی بیوی کو حرام قرار دے دیا۔

جواب 3=ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ احناف کے لیے مفید نہیں بلکہ ان کے خلاف ہے کیونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ غیر مدخولہ عورت کی تین طلاقوں کو بھی تین ہی قرار دیتے تھے۔ جیسا

کہ دیوبندی امام سرفراز صفدر دیوبندی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ نقل کرکے لکھتے ہیں اور ''طحاوی'' (۲/۳۰) میں غیر مدخول بہا کے لفظ بھی ہیں۔ (عمدۃ الاثاث، ص:۷۴) جب کہ احناف کے ہاں غیر مدخولہ کو تین طلاق دی جائیں تو وہ پہلی سے جدا ہو جائے گی دوسری اور تیسری طلاق واقع نہیں ہوگی۔ جیسا کہ احناف کی معتبر کتاب ''الہدایہ'' میں مرقوم ہے:'' فان فرق الطلاق بائنة بالاولىٰ ولم تقع الثانية والثالثة'' (ہدایہ:۲/۳۸۸)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام المقلدین:

جواب 4= [و قال على بن عاصم حدثت ابا حنيفة بحديث عبد الله فى الذى قال من يذبح للقوم شاة ازوجه اوّل بنت تُولد لِى ففعل ذالك الرجل ففال ابن مسعود انها امرأته و ان لها مهر نسائها فقال ابو حنيفة هذا قضاء الشيطان.]

''امام علی بن عاصم فرماتے ہیں میں نے ابوحنیفہ کو عبداللہ بن مسعود کا وہ فیصلہ سنایا جو انھوں نے اس آدمی کے بارے میں کیا جس نے کہا تھا جو قوم کے لیے بکری ذبح کرے گا میں اُس سے اپنی پہلی پیدا ہونے والی بیٹی کی شادی کروں گا تو ایک آدمی نے یہ کام کر دیا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ دیا وہ لڑکی اس کی بیوی ہوگی اور اس کو اس کے قبیلہ کی عورتوں کے برابر حق مہر دیا جائے گا یہ فیصلہ سننے کے بعد ابوحنیفہ نے کہا یہ شیطان کا فیصلہ ہے۔''

(کتاب تاویل مختلف الحدیث لابن قتیبۃ (متوفی:۲۷۶ھ، ص:۳۸، طبع مکتبہ اسلامیہ میزان مارکیٹ کوئٹہ)

② حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

مقلد ابو بلال جھنگوی راقم ہے:

''حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (بیہقی: ۷/۳۳۰) (تحفہ، ص:۹۱)

جواب = جھنگوی کا یہ صحابی رسول پر صریح افترا ہے ہم وثوق سے کہتے ہیں جھنگوی اور اس کے ہم نوا بیہقی کے محولہ صفحہ سے سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ایسا فتویٰ ثابت نہیں کر سکتے بلکہ اس محولہ صفحہ پر تو اس کی تردید ہے۔

البتہ (۷/۳۳۰۔۳۲۹) پر امام شافعی کا قول مذکور ہے:

[و طلّق عبد الرحمن بن عوف رضی اللّٰہ عنہ امراتہ ثلاثا.]

امام شافعی کے اسی قول کی تردید کرتے ہوئے علامہ ترکمانی حنفی راقم ہیں:

[لم یذکر الثلاث اِلّا من کلام الشافعی بغیر اسناد کما فعل ھنا۔ فَصَحَّ اَنّہ یعنی عثمان وَرَّث امرأۃ عبدالرحمن بن عوف الکلبیۃ و قد طلقھا و ھو مریض آخر ثلاث تطلیقات.]

عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کا اپنی بیوی کو طلاق دینے کے قصہ میں ثلاثا کے الفاظ صرف امام شافعی کے کلام میں بغیر سند کے مذکور ہیں جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بیوی (تماضر الکلبیہ) کو ان کا وارث قرار دیا اس (تماضر) کو عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ نے بیماری کی حالت میں تین طلاقوں میں سے آخری طلاق دی تھی۔ دیکھئے ("الجوہر النقی" ۷/ ۳۳۰)

مزید علامہ ترکمانی حنفی رحمہ اللہ نے تماضر الکلبیہ زوجہ ابن عوف کی طلاقوں کے متفرق اوقات میں دیے جانے پر ابن عساکر وغیرہ کے حوالہ سے دیگر اسناد بھی نقل کی ہیں۔ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اکٹھی تین طلاقیں نہیں دی تھیں کس قدر بے شرمی اور ڈھٹائی ہے جو چیز صحابی رسول سے ثابت نہ ہو اس کو ان کا فتویٰ قرار دیا جائے۔

دل سوز سے خالی ہے نگاہ پاک نہیں ہے
پھر اس میں عجب کیا تو بے باک نہیں ہے

③ حضرت مغیرہ بن شعبہ کا فتویٰ:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ممتاز صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا: کیا اگر کوئی شخص اپنی عورت کو ۱۰۰ طلاق دے دے تو کیا حکم ہے فرمایا تین سے تو وہ عورت مرد پر حرام ہو جائے گی اور باقی ستانوے بچ جائیں گی۔ (بیہقی ۷/۳۳۲) (تحفہ:۹۱،تجلیات صفدر:۴/۶۰۸)

جواب 1= بیہقی کے محولہ صفحہ پر کوشش بسیار کے باوجود ہمیں یہ فتویٰ نہیں ملا یوں معلوم ہوتا ہے جھنگوی نے کسی کتابچہ سے نقل کیا ہے اور اندھی تقلید میں یہ دھوکہ کھا گئے ہیں محولہ صفحہ پر کل چھ فتوے منقول ہیں دو سیدنا ابن عباس سے تین ابن مسعود اور ایک عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سے۔

جواب 2=سیدنا مغیرہ سے جو فتویٰ جھنگوی نے نقل کیا ہے حقیقت میں یہ مذکورہ فتویٰ ہی ہے جس کو (دلائل کی تعداد زیادہ معلوم کروانے کے لیے) جھنگوی نے دو بار نقل کیا اوّلاً (نمبر۳) کے تحت اور ثانیاً نمبر۱۰ کے تحت اگر تعصب سے بالا ہو کر دیکھا جائے تو اس سے بھی احناف کا استدلال درست نہیں کیونکہ ۱۰۰ طلاق کے الفاظ اس بات کا قوی قرینہ ہے کہ یہ فتویٰ بھی تعزیری ہے۔

④ فتویٰ عمران بن حصین:

[سئل عمران بن حصين عن رجل طلق امرأته ثلاثا في مجلس قال اثم بربه و حرمت عليه امرأته .] (ابن ابی شيبة:٤/١٠) (تحفه:٩١، تجليات صفدر:٤/٦٠٤)

جواب مذکورہ بالا فتویٰ کا انتساب بھی عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی طرف درست نہیں۔

ا۔عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے بیان کرنے والا (ناقل) کا نام بیہقی میں حمید بن واقع بن سحبان جب کہ ابن ابی شیبہ کے محولہ صفحہ پر (ناقل کا نام) واقع بن سحبان جب کہ ابن ابی شیبہ ہی دوسرے نسخہ میں موصوف کا نام سحبان مذکور ہے۔ اوّلاً تو معتبر ذریعہ سے موصوف کی

تعیین مطلوب ہے اس کے بعد اس کی توثیق اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ان کا لقا و سماع کا ثبوت مطلوب ہے۔

⑤ فتویٰ ابوموسیٰ اشعری:

مقلد جھنگوی راقم ہے:

پھر مندرجہ بالا شخص نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا شاید کوئی گنجائش نکل آئے مگر انھوں نے حضرت عمران رضی اللہ عنہ کے فیصلے کی تائید فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہم میں ابونجید (حضرت عمران کی کنیت) جیسے آدمی مزید پیدا فرمائے۔

جواب 1= اس فتویٰ کا انتساب بھی صحابی رسول ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف درست نہیں۔

اوّلاً: حمید کی تعیین و توثیق مطلوب ہے کیونکہ اگر یہ واقعتاً سحبان ہے تو مجھول ہیں اگر حمید بن واقع ہیں تو توثیق کے ساتھ ساتھ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے اس کا لقاء و سماع مطلوب ہے۔

ثانیاً: یکبارگی تین طلاق " تلعب بکتاب اللّٰہ" ہے اور صحابی رسول نے سدذریعہ کے طور پر تعزیری طور پر اس پر تینوں نافذ فرما دیں۔

محدث کبیر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

حضرت معاویہ بن ابی عباس انصاری کہتے ہیں کہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر عاصم بن عمر کے پاس بیٹھے تھے کہ ان کے پاس محمد بن ایاس بن بکیر آئے اور کہا کہ ایک دیہاتی آدمی نے اپنی بیوی کو قبل الصحبت تین طلاقیں دے دی ہیں تو آپ دونوں حضرات اس کے بارے میں کیا فتویٰ دیتے ہیں ابن زبیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے اس مسئلہ میں ہمیں کوئی بات یاد نہیں تم ابن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤ میں ان کو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں چھوڑ آیا ہوں تم ان سے جا کر پوچھو تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوہریرہ سے عرض کیا کہ حضرت بتلایئے یہ مسئلہ مشکل ہے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فتویٰ دیا ایسی

عورت ایک طلاق سے ہی جدا ہو جائے گی اور تین سے حرام ہو جائے گی ﴿ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه...... ﴾ (ابوداؤد: ۱/ ۲۹۹، بیہقی: ۷/ ۳۳۵، طحاوی: ۲/ ۳۴) (تحفہ اہل حدیث: ۹۲)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور احناف:

فتویٰ جواب عرض کرنے سے قبل ہم سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احناف کی عداوت کا ادنیٰ سا نمونہ پیش کر رہے ہیں تاکہ یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی عظمت و اہمیت ان کے ہاں کس قدر ہے۔

① امام ابو حنیفہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

دیو بندی مولوی عبد الرشید نعمانی راقم ہیں: امام ابو حنیفہ نے فرمایا: "میں عثمان بن عفان اور علی اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں اپنی رائے چھوڑ سکتا ہے مگر ابو ہریرہ، انس اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں اپنی رائے ترک نہیں کر سکتا۔ [ما تمس الیه الحاجة]

② ملا جیون حنفی (صاحب نور الانوار) اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

[و اِن عرف بالعدالة والضبط دون الفقه کانس و ابی هریرة.]

"اگر راوی عدالت و ضبط میں تو معروف ہو لیکن فقیہ نہ ہو جیسے ابو ہریرہ اور انس رضی اللہ عنہما (یعنی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ غیر فقیہ ہیں) (نور الانوار، ص: ۱۸۳، مکتبہ رحمانیہ)

③ توہین ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ اور احناف:

دیو بندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی ناقل ہیں:

"آپ کی کرامتوں میں وہ واقعہ ہے جس کو علامہ مناوی نے اپنی "طبقات کبریٰ" میں "تاریخ ابن النجار درحلة ابن الصباح" کے واسطہ سے زنجانی فقیہہ سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے شیخ ابو اسحاق شیرازی نے قاضی ابو الطیب سے روایت کر کے بیان کیا ہے کہ ہم لوگ مناظرہ کی مجلس میں تھے

کہ ایک خراسانی نوجوان آیا جو مصراۃ (جس جانور کا دودھ روک کر فروخت کیا جائے) کے مسئلہ میں استفسار کرتا اور دلیل مانگتا تھا۔ اس کو دلیل میں بخاری و مسلم کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سنائی گئی یہ حنفی تھا اس نے کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مقبول نہیں اس نے ابھی اپنی بات پوری بھی نہ کی تھی کہ اس پر ایک سانپ آپڑا لوگ اِدھر اُدھر بھاگ گئے وہ سانپ سب کو چھوڑ کر اس نوجوان کے پیچھے ہو لیا نوجوان نے کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں تو پھر اس سانپ کا پتہ بھی نہ رہا۔ (نہ معلوم کہا چلا گیا)

(جمال الاولیاء، ص:۳۶، مطبوعہ ادارہ اسلامیات، انارکلی لاہور)

جواب فتویٰ:

فقیہ امت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ مسلک احناف کے صریح خلاف ہے کیونکہ غیر مدخولہ عورت کو یکبارگی تین طلاق سے عند الاحناف بھی تین واقع نہیں ہوتیں کیونکہ پہلی طلاق کے بعد وہ طلاق کی اہل ہی نہیں رہتی۔ دیکھئے (عمدۃ الاثاث، ص:۵۲)

جب کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کے الفاظ ہیں:

[الواحدة تبينها والثلاث تحرمها حتى تنكح زوجا غيره و قال ابن عباس مثل ذالك.] (بیہقی:۷/۳۳۵)

''ایسی عورت ایک طلاق سے جدا ہو جائے گی اور تین سے حرام ہو جائے گی۔ بلکہ ابوہریرہ و ابن عباس رضی اللہ عنہما تو غیر مدخولہ عورت جس کو خاوند نے تین طلاق اکٹھی دی ہوں لیکن نیت صرف ایک کی ہو اس عورت کو بھی تین طلاق تین ہی شمار کرتے تھے۔ دیکھئے: (عمدۃ الاثاث، ص:۴۷، بحوالہ مسند الشافعی، ص:۳۶)

اور غیر مدخولہ کی تین کو تین قرار دینا فتویٰ بالا کے تعزیزی ہونے کی واضح دلیل ہے۔

فتویٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ:

حضرت عبد اللہ بن عباس کے شاگرد حضرت مجاہد سے منقول ہے کہ قریش کا ایک شخص

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا میں نے اپنی عورت کو غصہ کی حالت میں تین طلاقیں دے دی ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما میں یہ طاقت نہیں کہ وہ تیرے لیے اس چیز کو حلال کر دے جو تجھ پر حرام ہو چکی ہے تو نے تین طلاقیں اکٹھی دے کر اپنے رب کی نافرمانی کی تو تجھ پر تیری بیوی حرام ہو گئی تو نے خدا کا خوف ملحوظ نہیں رکھا تاکہ وہ تیرے لیے کوئی گنجائش پیدا کرتا پھر آپ نے یہ تلاوت فرمائی: ﴿اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ یعنی جب تم طلاق دینا چاہو تو عدت کے شروع میں طلاق دو یعنی اس ...... میں جس میں صحبت نہ کی ہو۔ (سنن دارقطنی: ۴/۱۳) (تحفہ، ص: ۹۲-۹۳)

جواب = مفسر قرآن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاں غیر مدخولہ عورت کو دی گئی تین طلاقیں بھی تین ہی شمار ہوتی ہیں اور وہ اس خاوند کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرے۔ دیکھئے: (عمدۃ الاثاث، ص: ۷۲، ابوداؤد مع العون، ص: ۲۲۷، بیہقی: ۷/ ۳۳۵۔)

دیگر فتاویٰ مثلاً ابوداؤد رقم: ۲۱۹۸، وغیرہ ملحوظ رکھیں یہ بھی تعزیری ہیں۔

نوٹ: تمام صحابہ کرام جن سے یہ فتاویٰ منقول ہیں وہ بلا امتیاز ہیں (مدخولہ و غیر مدخولہ) کی تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیا گیا ہے جو اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ صحابہ کرام کے یہ فتاویٰ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے تعزیری فتویٰ کی تائید میں (تعزیری) ہیں جو کہ احناف مقلدین کو قطعاً مفید نہیں۔

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

جھنگوی راقم ہے: حضرت عمرو بن العاص کا فتویٰ بھی حضرات صحابہ کرام سے ملتا ہے۔" (سنن ابی داؤد: ۲/ ۲۹۹) (تحفہ، ص: ۹۳، عمدۃ الاثاث، ص: ۷۳)

جواب 1= جھنگوی کی یہ جہالت ہے کیونکہ محولہ صفحہ پر مذکور فتویٰ عمرو بن عاص کا نہیں بلکہ عبداللہ بن عمرو بن العاص کا ہے۔

جواب 2= ابوداؤد کی سند میں الزہری مدلس ہیں اور روایت معنعن ہے ۔لہٰذا ساقط الاعتبار ہے۔ (تدلیس زہری اوکاڑوی کے نزدیک مردود ہے۔(مجموعہ رسائل:۳/۳۲۵)

جواب 3= عبد اللہ بن عمرو بن العاص غیر مدخولہ کی یکجائی تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیتے تھے جیسا کہ ان سے منقول ایک فتویٰ کے الفاظ یہ ہیں:" الواحدة تبينها والثلاث تحرمها حتى تنكح زوجاً غيره" جب کہ اس کے برعکس احناف کے ہاں غیر مدخولہ کی تین طلاقیں ایک شمار ہوتی ہے اور مذکورہ بالا فتویٰ بھی غیر مدخولہ کے بارے میں ہے جو احناف کے مسلک کے صریح مخالف ہے۔ (بیہقی:۷/ ۳۳۵) (عمدۃ الاثاث،ص۷۳)

فتویٰ انس رضی اللہ عنہ:

اعتراض: جھنگوی راقم ہے:

''امام طحاوی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا فتویٰ نقل فرمایا ہے کہ حضرت انس نے بھی یہی فتویٰ دیا کہ تین طلاقیں دینے سے تینوں پڑ جاتی ہیں اور عورت جدا ہو جاتی ہے پھر اس کے لیے حلال نہیں رہتی ﴿حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه﴾ (طحاوی:۲/۳۵) (تحفہ اہل حدیث:۹۳)

جواب =سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بالتفصیل ملاحظہ ہو:

[عبد الرزاق عن ابن عيينة عن شيخ يقال له سفيان قال دخلنا على انس بن مالك فخرج علينا الى مجلسه فمرّ بنا فلم يُسَلِّم علينا حتى انتهى الىٰ مجلسه ثم اقبل علينا بوجهه فقال السلام عليكم فسألناه عن الرجل يطلق البكر ثلاثا قبل أن يدخل بها فقال كان عمر بن الخطاب يفرّق بينهما و يوجعه ضرباً.]

(مصنف عبد الرزاق:٦/٣٣٢، رقم:١١٠٦٥، و بيهقي:٧/٣٣٤)

اس میں غیر مدخول بہا کی صراحت موجود ہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا یہ فتویٰ غیر مدخولہ عورت کے بارے میں ہے اور غیر مدخولہ عورت کا معاملہ

فریق مخالف کے ہاں مدخولہ سے مختلف ہے اور یہ بعید نہیں کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ تعزیز فاروقی کے پیش نظر مذکورہ بالا فتویٰ دیتے ہوں جیسا کہ بیہقی میں خود سیدنا انس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ غیر مدخول بہا کی تین طلاق تین ہیں۔ دیکھئے (سنن الکبریٰ للبیہقی: ۷/۳۳۴)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ اور احناف:

احناف کے قائد و سالار کا قول ہے کہ انس رضی اللہ عنہ کی رائے کے مقابلہ میں میں اپنی رائے نہیں چھوڑ سکتا۔ دیکھئے ماتمس الیہ الحاجۃ (یہاں تقلید امام سے انحراف کیوں؟)

تنقیص سیدنا انس رضی اللہ عنہ اور فقہ حنفی:

ملا جیون حنفی نے لکھا ہے: ”سیدنا انس رضی اللہ عنہ (معاذ اللہ) غیر فقیہہ تھے۔“ (نور الانوار: ۱۸۳)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ اور قاضی خان حنفی:

فتاویٰ قاضی خان میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ انواع و اقسام کے کھانے پیٹ بھر کر کھاتے اور پھر قئے کر دیا کرتے تھے (معاذ اللہ) ان کے الفاظ یہ ہیں:

[یأکُلَ الواناً من الطعام ویکثر ثم یتقیّا .] (قاضی خان: ۳/۴۰۳)

حالانکہ یہ گھٹیا فعل کسی لونڈے سے بھی متوقع نہیں چہ جائیکہ اس کی نسبت صحابی رسول (خادم رسول) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی طرف کی جائے جن کا شمار زہاد صحابہ کرام میں ہوتا۔

یہ توہین صحابہ کی چند ایک امثلہ بیان کرنے پر ہی اکتفا کر رہا ہوں۔

کبھی فرصت میں سن لینا بڑی ہے داستان میری

فتاویٰ تابعین وتبع تابعین اور اہل بیت

فتاویٰ تابعین واتباع تابعین کے فتاویٰ پر نقد وتبصرہ کی خاطر خواہ ضرورت نہ تھی کیونکہ تابعین وغیرہم کے اقوال علماء احناف اوران کے امام کے نزدیک بھی حجت (دلیل) نہیں۔

ابوحنیفہ اور اقوال تابعین:

① ''نور الانوار'' میں لکھا ہے:

[و روی عن ابی حنیفة انی لا اقلد التابعی لانهم رجال و نحن رجال لان قول الصحابی انما یقبل لاحتمال السماع و اصابة رأیهم ببرکة صحبة النبی ﷺ و هو مفقود فی التابعی۔] (نور الانوار مع قمر الاقمار: ۲۲۲۔۲۲۳، مبث بافعال النبی ﷺ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

'' ابوحنیفہ سے مروی ہے میں تابعی کی تقلید نہیں کرتا کیونکہ وہ بھی (ہماری طرح) انسان ہیں صحابی کا قول تو اس لیے قبول کرلیا جاتا ہے کہ اس میں نبی کریم ﷺ سے سننے اور آپ کی محبت کی بدولت اصابت رائے کا احتمال ہوتا ہے جب کہ تابعین میں ایسی کوئی چیز نہیں۔''

② دیوبندیوں کی پسندیدہ کتاب میں مرقوم ہے: امام ابوحنیفہ نے فرمایا: اگر صحابہ کے آثار مختلف ہوں تو انتخاب کرتا ہوں اور اگر تابعین کی بات ہو تو ان کی مزاحمت کرتا ہوں یعنی ان کی طرح میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔'' (تذکرہ النعمان ترجمہ عقود الجمان، ص:۲۴۱)

③ مولوی ظفر احمد تھانوی راقم ہیں: [فان قول التابعی لا حجة فیه] (بے شک تابعی کے قول میں کوئی حجت نہیں۔'' (اعلاء السنن :۱/۲۴۹)

④ ماسٹر امین اوکاڑوی لکھتا ہے: ''تابعی کا عمل اگرچہ اصول کے مخالف نہ بھی ہو تب بھی اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ (تجلیات صفدر: ۵/۱۱۳، ترتیب وتسہیل وتصحیح نعیم احمد، طبع مکتبہ امدادیہ ملتان) (مجموعہ رسائل: ۲/۹۹، ناشر نعمانی اکیڈمی گوجرانوالہ)

ان عبارات سے دو باتیں واضح ہو گئیں:

① امام ابوحنیفہ تابعین کے اقوال وافعال کو حجت تسلیم نہیں کرتے تھے۔

② امام صاحب تابعین میں سے نہیں اگر تابعین میں سے ہوتے تو پھر تابعین کا علیحدہ ذکر کرنے کی (بغیر قرینہ صارفہ) کیا ضرورت تھی؟

③ تابعین کے اقوال کوئی شرعی دلیل نہیں۔

فتویٰ سعید بن جبیر:

سعید بن جبیر سے اس آدمی کے بارے میں فتویٰ پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہوں آپ نے عبد اللہ بن عباس کا حوالہ دے کر فرمایا اگر آدمی اپنی بیوی کو ۱۰۰ طلاق بھی دے دے تو تین سے وہ حرام ہو جائے گی اور باقی اس پر بوجھ ہیں کہ آیات الٰہیہ کے ساتھ مذاق ہے۔ (سنن دارقطنی: ۴/۲۱) (تحفہ اہل حدیث: ۹۴)

جواب = ابو بلال صاحب نے مذکورہ فتویٰ نقل کرنے میں بدترین خیانتیں کی ہیں:

[۱] دارقطنی کے محولہ صفحہ پر سعید بن جبیر عن ابن عباس کے طریق سے دو روایات مروی ہیں لیکن وہ دونوں فتاویٰ ابن عباس ہیں نہ کہ ابن جبیر رحمہ اللہ کے (یہ جھنگوی کی فن حدیث سے جہالت کی بدترین مثال ہے)

[۲] جھنگوی نے نقل فتویٰ میں ایک بدترین خیانت یہ کی ہے محولہ صفحہ پر مذکور فتاویٰ ابن عباس میں ''ثلاثاً'' تین طلاق کے الفاظ نہیں بلکہ یہ الفاظ ہیں: '' طلّق امرأته عدَد النجوم'' ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ستاروں کی تعداد کے برابر طلاقیں دیں۔ جب کہ جھنگوی راقم ہے: ''فتویٰ پوچھا جس نے تین طلاقیں دے دی ہوں۔ (دیکھئے:

تحفہ اہل حدیث، ص:۹۴، سطر نمبر ۱، ۲)

۳ دارقطنی میں مذکورہ دونوں فتاویٰ کی سند میں مسلم الاعور الملائی راوی ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "ضعیف من الخامسة" (التقریب، ص:۳۳۶)

[هو منكر الحديث جدٌّ ضعفه البخاری و ابوداؤد والنسائی وابن معين و ابو حاتم و ابو زرعة و قال ابن حبان اختلط فی اخر عمره فكان لا يدری ما يحدث۔] (ملخص از تهذيب: ۱۰/ ۱۳۵، ۱۳۶)

۴ دوسری خیانت یہ کی ہے کہ ابن عباس نے "اخطاء السنة" کا لفظ کہا ہے جب کہ جھنگوی اس کی بجائے "آیات الٰہیہ کے ساتھ مذاق" نقل کر رہا ہے۔ ہزار طلاق اور آیات الٰہیہ کے ساتھ مذاق کے الفاظ کے ساتھ یہ فتویٰ بواسطہ ابن عباس مروی ہے لیکن وہ ضعیف ہے اس کی سند میں سفیان ثوری مدلس اور عن سے بیان کر رہے ہیں۔(المصنف: ۸/ ۳۱۷، رقم: ۳۵۳) اور مدلس کا عنعنہ اوکاڑوی پارٹی کے نزدیک بھی مردود ہے۔ کما مر۔ دیکھئے: (خزائن السنن: ۲/ ۷۷، تجلیات: ۵/ ۴۷۰)

لہٰذا اس فتویٰ کا انتساب ابن عباس رضی اللہ عنہ یا سعید بن جبیر کی طرف کرنا قطعاً غلط ہے۔

فتویٰ سعید بن جبیر اور آل تقلید:

سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے فتاویٰ اگر آل تقلید کے ہاں حجت و دلیل ہیں تو ایک فتویٰ ہم بھی نقل کیے دیتے ہیں تا کہ آل تقلید کو شاید اسی سے برحق پر عمل پیرا ہونے کی توفیق مل جائے۔

عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں سعید بن جبیر سے پوچھا گیا کہ نماز میں ہاتھ کہاں رکھنے چاہئیں تو انھوں نے فرمایا: ناف سے اوپر (یعنی سینہ پر) (امالی عبد الرزاق / الفوائد لابن منده: ۲/ ۲۳۴، رقم الحديث: ۱۸۹۹) اس کی سند بالکل صحیح ہے اسی مفہوم کا فتویٰ (سنن الكبرىٰ البيهقی: ۲/ ۳۱) پر بھی مرقوم ہے۔

فتویٰ امام زہری رحمہ اللہ:

''کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو کسی نے فتویٰ دیا کہ رجوع کر لے۔ حضرت زہری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تین طلاق کے بعد اب وہ عورت حلال نہیں ہے اور جس نے رجوع کرنے کا فتویٰ دیا اس کو عبرت ناک سزا دی جائے۔'' (مصنف عبدالرزاق: ۶/ ۳۹۵، ابن ابی شیبہ: ۴/ ۱۱)

جواب = جھنگوی کا نقل کردہ فتویٰ مذکورہ (مذکورہ مفہوم کے ساتھ) محولہ کتب کے محولہ صفحات پر ہمیں نہیں ملا۔

فتویٰ زہری کی تردید از طاؤس تابعی رحمہ اللہ:

ایوب کہتے ہیں میں حکم بن عتیبہ کے ساتھ مکہ میں امام زہری کے پاس گیا تو انھوں نے اس سے کنواری کی تین طلاق کے بارے میں سوال کیا تو زہری نے کہا ابن عباس ابوہریرہ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سب کہتے ہیں:

﴿ لا تحل له حتى تنكح زوجاً غيره ﴾

.. امام زہری کی ابن عباس و ابوہریرہ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے ملاقات میں اور حکم بن عتیبہ ابن عباس رضی اللہ عنہ (کے خصوصی شاگرد) امام طاؤس (تابعی رحمہ اللہ) کے پاس آ گئے وہ مسجد میں۔ تھے تو حکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فیصلہ کے بارے میں سوال کیا اور امام زہری کی (سابقہ) بات بھی بتائی۔ (ایوب کہتے ہیں) میں نے امام طاؤس کو دیکھا اس تعجب سے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: [واللّٰه ما كان ابن عباس يعجلها إلا واحدة] (اللہ کی قسم! ابن عباس اس کو ایک طلاق قرار دیتے تھے۔) (مصنف عبد الرزاق: ۶/ ۳۳۵، رقم: ۱۱۰۷۸)

① مذکورہ بالا فتویٰ سے معلوم ہوا امام زہری کا فتویٰ مدخولہ و غیر مدخولہ سب کے حق میں تین طلاق کا تھا جب کہ یہ احناف کے خلاف ہیں کیونکہ ان کے ہاں مدخولہ کی یکجائی

تین طلاق تین نہیں کما مر۔

۲ امام زہری کے فتویٰ کو ابن عباس کے شاگردوں نے ان کی حیات میں رد کر دیا۔

حضرت قتادہ کا فتویٰ:

زہری اور قتادہ دونوں نے اس شخص کے بارے میں فتویٰ دیا جس نے سفر کے دوران دو گواہوں کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تھیں پھر اس نے وطن واپس آ کر اسی مطلقہ بیوی سے جماع کر لیا کہ اگر یہ شخص اپنی طلاق کا اقرار کرے تو اسے سنگسار کیا جائے اور اگر طلاق کا انکار کرے اور دو گواہوں کو حلفیہ جھٹلائے تو پھر بھی اس کو سو کوڑے لگائے جائیں۔ (مصنف عبد الرزاق:۴/۹۵) (تحفہ اہل حدیث:۹۵)

جواب 1= بسیار کوشش کے باوجود نہیں ملا۔

جواب 2= امام عبد الرزاق رحمہ اللہ تو دیوبندیوں کے نزدیک مشہور شیعہ و مختلط ہیں دیکھئے :(اتمام البرہان، ص:۳۶۷) اور بقول امین اوکاڑوی : آپ کبھی کسی شیعہ کی چوکھٹ پے سجدہ کرتے ہیں اور کبھی کسی ناصبی کے پاؤں چاٹتے ہیں۔" (تجلیات:۲/۶۹۳)

فتویٰ امام حسن بصری:

جھنگوی راقم ہے:

"حضرت حسن بصری کا بیان ہے ایک مجلس میں جو شخص تین طلاقیں دیتا تھا ولاۃ اسلام اس کو عبرتناک سزا دیتے تھے۔ الخ پھر بھی حسن بصری کا فتویٰ۔"

(مصنف ابن ابی شیبہ:۴/۱۱۔۱۳)

جواب = مذکورہ بالا فتویٰ کا انتساب بھی امام حسن بصری کی طرف درست نہیں کیونکہ مصنف ابن ابی شیبہ کے صفحہ ۱۳ پر منقول فتویٰ کی سند میں الفضل بن دلہم راوی ہے جس کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:"لین" (تقریب، ص:۲۷۵) جب روایت ہی

ثابت نہیں تو اس سے استدلال باطل ہوا۔

قاضی شریح کا فتویٰ:

ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ۱۰۰ طلاق دی:

[قال شريح بانت منك بثلاث]

"تین سے وہ تجھ سے جدا ہو گئی باقی طلاقیں اسراف وفضول ہے۔"

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳/۴) (تحفہ ص: ۹۵)

جواب = یہ فتویٰ بھی احناف کو مفید نہیں ① قول تابعی حجت شرعی نہیں (کما مرّ) ② اس فتویٰ میں بھی مدخولہ وغیر مدخولہ کا کوئی فرق نہیں جب کہ حنفیوں کے ہاں دونوں کے احکام جدا جدا ہیں۔

امام شعبی کا فتویٰ:

امام شعبی نے ایسے آدمی کے بارے میں فرمایا جو چاہتا ہے اس سے اس کی بیوی سے جدا ہو جائے۔ انھوں نے فرمایا اسے تین طلاق دے دے۔"

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱/۴)

جواب = بیوی کو جدا کرنے کے لیے وہ طریقہ معتبر ہے جو نبی ﷺ سے منقول ہے جو احناف کے نزدیک طلاق احسن، حسن یا سنی طلاق کے نام سے معروف لہٰذا فتویٰ شعبی میں مذکور تین طلاق سے مراد اگر متفرق اوقات کی ہیں تو یہ احناف کو مفید نہیں بصورت دیگر یہ شرعی طریقہ سے متصادم ہونے کی بناء پر مردود ہے۔

فتویٰ حضرت حکم:

حضرت حکم سے غیر مدخولہ عورت کے بارے میں پوچھا گیا جس سے کہا گیا:

[انتِ طَالِق انتِ طَالِق انتِ طالق۔] (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰/۴)

انھوں نے فرمایا پہلی سے جدا باقی دو کوئی چیز نہیں۔" (تحفہ: ۹۶)

جواب 1=بالا فتویٰ کا مسئلہ متنازعہ سے کوئی تعلق نہیں لہٰذا اس پر بحث فضول ہے۔

جواب 2=اس سے جھنگوی پارٹی کا اپنا باطل مسلک پر استدلال ان کی جہالت کی واضح دلیل ہے۔

فتویٰ جعفر صادق:

مسلم بن جعفر احمسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت جعفر بن محمد سے سوال کیا امام جعفر صادق سے پوچھا آپ کے حوالہ سے یہ بات بیان کی جاتی ہے کہ جو آدمی جہالت سے تین طلاقیں دے دے اس کو سنت کی طرف لوٹایا جائے گا اور وہ ایک طلاق تصور ہوگی۔ امام جعفر صادق نے فرمایا نہیں یہ ہمارا قول نہیں بلکہ جس شخص نے تین طلاقیں کہیں تو جتنی اس نے کہیں اتنی ہی ہو گئیں۔'' (بیہقی:۷/۳۴۰) (تحفہ:۹۷،عمدۃ الاثاث،ص:۷۵)

جواب 1=مذکورہ بالا فتویٰ احناف کے لیے مفید نہیں: بقول مسلم بن جعفر احمسی، حضرت جعفر صادق کے دور میں بھی لوگ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اکٹھی تین طلاق سنت کے مطابق ایک شمار ہوتی ہے نہ کہ تین اور حضرت جعفر نے بھی اپنی صفائی دی ہے نہ کہ مسنون چیز کی نفی کی ہے لہٰذا اجماع کا موہوم دعویٰ بالکل باطل ہو گیا۔

جواب 2=مذکورہ فتویٰ کی رُو سے حنفی و جعفری کا مسئلہ طلاق میں ایک موقف ہوا تو یہ حنفی چھوٹے رافضی ہوئے۔

فتویٰ جعفر صادق اور آل تقلید:

جواب 3=مذکورہ بالا فتویٰ کے برعکس امام شوکانی وغیرہ کی بات کی تردید کرتے ہوئے دیوبندی سنت کا ''امام'' جناب سرفراز صفدر صاحب لکھتے ہیں: ''شیعہ کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک تصور ہوتی ہے چنانچہ ان کی مشہور و معروف کتاب فروع کافی میں ہے:

[عن ابی جعفر علیه السلام قال اِیّاك والمطلقات ثلاث فی مجلس فانهن ذوات ازواج۔] (۱۷۸/۲)

''امام ابو جعفر نے فرمایا جن عورتوں کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی گئی ہوں ان سے نکاح کرنے سے بچنا کیونکہ وہ خاوند والی ہیں (یعنی ابھی تک وہ پہلے خاوندوں پر حرام نہیں ہوئیں)۔''

اس لیے ان لوگوں کا اس سلسلہ میں پیش کرنا بے سود ہے۔ (عمدۃ الاثاث، ص: ۴۵، مطبوعہ مکتبہ صفدریہ) یہاں پر دیوبندی عالم سرفراز صفدر نے روایتی بددیانتی کرتے ہوئے یہ باور کروانا چاہا کہ شیعہ کے نزدیک یکبارگی تین طلاقیں ایک ہیں حالانکہ پورے فتویٰ میں کوئی ایسا لفظ نہیں بلکہ ان کے نزدیک وہ خلاف سنت ہونے کی وجہ سے تمام طلاقیں کالعدم ہیں۔ دیوبندی مفتی تقی عثمانی لکھتا ہے: کہ شیعہ جعفریہ کے ہاں مجلس واحد کی تین طلاقیں ایک شمار نہ ہوں گی۔ (درس ترمذی: ۳/۴۷۰)

بلکہ خود اہل حدیث سے مخاطب ہو کر جھنگوی نے کہا: ''آپ کے ہاں چلو ایک طلاق کا خطرہ تو ہے وہ تو ہو جاتی ہے لیکن شیعہ کے نزدیک ایک بھی نہیں ہوتی آپ کو رجوع کرنا پڑے گا ان کو رجوع کی بھی ضرورت نہیں تو آپ سے زیادہ پکے اہلحدیث تو شیعہ ہوئے۔ (تحفہ اہل حدیث: ۱۵)

جھنگوی نے مزید لکھا ہے اور ایک مجلس میں تین طلاقوں سے کچھ واقع نہ ہونا شیعہ کا عقیدہ ہے۔ (تحفہ اہل حدیث: ۶۴)

① امام عبدالرزاق کے بارے میں دیابنہ کا خبث باطن تو ہم پہلے نقل کر آئے ہیں۔

② سفیان ثوری کا فتویٰ:

عبدالرزاق نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کا فتویٰ اس آدمی کے بارے میں نقل کیا ہے جس نے اپنی بیوی کو کہا:

[انتِ طالِقٌ ثلاثاً الا ثلاثاً]

''تجھے تین طلاقیں ہیں، تین کے سواء۔''

تو آپ نے فرمایا کہ تینوں طلاقیں پڑ گئیں اگر اس نے کہا:

[انتِ طالقٌ ثلاثاً الا اثنتین]

"تجھے دو کم تین طلاقیں تو ایک طلاق پڑے گی" اور اگر کہا:

[انتِ طالق ثلاثاً الا واحد]

"تجھے تین طلاقیں ہو ایک کم تو دو طلاقیں پڑیں گی۔" (مصنف عبد الرزاق: ٦/٣٩٨)

سفیان ثوری اور اہل تقلید:

مولوی حسین احمد مدنی حنفی راقم ہیں:

"امام اعظم (ابو حنیفہ) سے مقابلہ کرنے والی دو جماعتیں ہیں ایک تو نفسانیت کی غرض سے وہ آج کل کے غیر مقلد ہیں (سبحانک ھذا بہتان عظیم) اور ایک وہ جماعت ہے جس نے لوجہ اللہ مقابلہ کیا وہ امام بخاری اور سفیان ثوری ہیں۔" (تقریر ترمذی، ص: ۳۹۱، ناشر کتب خانہ مجیدیہ)

سفیان ثوری اور امام آل تقلید:

① امام وکیع فرماتے ہیں:

[اذا ذکر ابوحنیفه فی مجلس سفیان کان یقول نعوذ باللّٰه من شرّ النبطی اذا استعرب۔]

"امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی مجلس میں جب (امام اہل الرائے) ابو حنیفہ کا تذکرہ ہوتا تو وہ فرماتے اس نبطی (عجمی النسل) کی شر سے ہم اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔" (کتاب السنة لعبد اللّٰه بن احمد بن حنبل اسناده حسن، ص: ۱۹۸، رقم: ۲۸۸)

② امام اصمعی فرماتے ہیں:

[قال سفیان الثوری ما ولد مولودٌ بالکوفة او فی هذه الأمّة اَضَرَّ

علیهم من ابی حنیفة۔]

''امام سفیان ثوری فرماتے ہیں کوفہ میں یا اس امت میں (امت محمدیہ کے لیے) ابوحنیفہ سے زیادہ نقصان دہ کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔'' (کتاب السنه لعبد الله بن احمد بن حنبل، ص:۱۹۵، رقم:۲۷۸، مطبوعه دار ابن القیم اسناده حسن)

فتویٰ عبداللہ بن شداد و مصعب بن سعد و ابو مالک:

ولید بن عقال نے ان تینوں سے حاملہ و مطلقہ ثلاث کے بارے میں سوال کیا تو تینوں نے کہا: [لا تحل له حتی تنکح زوجاً غیره]

(مصنف عبدالرزاق:۶/۳۰۵) (تحفہ اہل حدیث:۹۷)

جواب = مندرجہ بالا فتویٰ کا انتساب بھی ان مذکورہ علماء کی طرف درست نہیں کیونکہ یہ ضعیف ہے اس کی سند میں سفیان ثوری مدلس ہیں جو صیغہ عن سے روایت کر رہے ہیں۔ اور مدلس کا عنعنہ اوکاڑوی پارٹی کے نزدیک بھی مردود ہے۔ (دیکھئے تجلیات صفدر:۵/۴۷۰، مجموعہ رسائل:۳/۳۳۱، الجوہر النقی:۸/۲۶۲)

ائمہ اربعہ کے فیصلے وفتوے

مقلد ابوبلال جھنگوی نے مذکورہ بالا عنوان قائم کر کے یہ تأثر قائم کرنا چاہا کہ (نعوذ باللہ) ائمہ اربعہ بھی احناف کے نظریہ باطلہ کے ہم نوا تھے لیکن یہ ایک صریح جھوٹ ہے ذیل میں ہم اس کا مختصر سا خاکہ پیش کرتے ہیں۔

ائمہ اربعہ کا اتفاق یا اختلاف:

مسئلہ طلاق میں ائمہ اربعہ کی آراء سے قبل حنفی موقف بابت طلاق ثلاثہ ملحوظ رکھیں تاکہ بات سمجھنے میں آسانی ہو۔

احناف کے ہاں مدخولہ عورت کی اکٹھی تین طلاقیں تین جب کہ غیر مدخولہ کی یکبارگی تین طلاق ایک شمار ہوتی ہے کما مرّ اور احناف کے ہاں اکٹھی تین طلاق دینا بدعت معصیت اور حرام ہے۔

① امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور مقلدین احناف:

امام ابوحنیفہ سے کسی بھی معتبر سند سے احناف کا مذکورہ تفصیلی موقف ثابت نہیں مولوی جھنگوی نے مؤطا محمد (ص:۲۶۳، کتاب الآثار، ص:۱۰۵) کے حوالے سے ابوحنیفہ کا ایک قول نقل کیا کہ غیر مدخولہ کو اکٹھی تین طلاق اگر ایک لفظ سے دی گئی تو تینوں واقع ہو جائے گی۔

جواب 1= یہ فتویٰ بھی عام نہیں بلکہ غیر مدخولہ کے ساتھ خاص ہے)

جواب 2= اس کا ناقل محمد بن حسن الشیبانی کذاب ہے۔ (دیکھئے الضعفاء للعقیلی)

جواب 3= احناف کا موقف یہ ہے کہ غیر مدخولہ کی دو حالتیں اگر طلاق لفظ طالق ثلاثا سے تو تینوں واقع اور اگر متفرق الفاظ سے تو ایک واقع اور مدخولہ پر ہر حال میں تینوں

طلاقیں واقع ہوں گی اس تفصیل پر امام ابوحنیفہ کا تفصیلی فتویٰ بسند صحیح امام ابوحنیفہ سے پیش کرنے سے امت حنفیہ قاصر ہے لہٰذا ائمہ اربعہ کا پہلا رکن اس اتفاق سے کالعدم [خارج] ہے۔

۲ امام شافعی رحمہ اللہ:

کے نزدیک عورت مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اس کو دی گئی یکبارگی تین طلاق ہر حال (بایٔ الفاظ کانت) تینوں واقع ہو جاتی ہیں اور تینوں کا وقوع سنت ہے۔ جب کہ حنفیوں کے نزدیک غیر مدخولہ کی ہر حال میں ہر لفظ سے تین طلاق تین نہیں اور اکٹھی تین بدعت و معصیت ہیں کیا سنت و بدعت اتفاق کا نام ہے یا تضاد کا؟

۳ امام مالک رحمہ اللہ:

جھنگوی نے بواسطہ امام مالک ابوہریرہ و ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ (جن کے بارے تفصیلی کلام گزر چکا ہے) نقل کر کے فرمایا: "و علی ذالك الامر عندنا " اسی بات پر ہمارا بھی فتویٰ ہے۔ (مؤطا امام مالك، ص: ۵۲۱)

جواب 1= ابوہریرہ و ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ میں ہم بالتفصیل یہ بات ثابت کر آئے ہیں کہ ان کے فتاویٰ جات سے ان کا تعزیزی ہونا ظاہر ہے۔

جواب 2= تو اسی طرح امام مالک کے ہاں بھی بلاتقسیم غیر مدخولہ و مدخولہ تین طلاقیں تعزیراً تین قرار پائیں گی نہ کہ شرعاً۔

امام مالک رحمہ اللہ اور احناف:

جواب 3= ۱ مولوی عبدالحیٔ حنفی راقم ہیں:

"دوسرا قول یہ ہے کہ کوئی شخص تین طلاق دے تو ایک ہی رجعی طلاق واقع ہو گی بعض صحابہ سے یہی منقول ہے داؤد ظاہری اور ان کے متبعین کا بھی یہی خیال ہے امام مالک کا بھی ایک قول یہی ہے بعض حنابلہ بھی یہی کہتے ہیں۔" (عمدة الرعايه حاشيه شرح وقايه: ۲/۴۷)

۳ زبردستی کی طلاق اور حنفی مالکی اختلاف:

امام مالک کا مشہور و معروف مؤقف ہے کہ زبردستی لی گئی طلاق واقع نہیں ہو گی آج بھی پوری امت میں سے صرف احناف امام مالک کے اس مؤقف کے مخالف ہیں جن کے ہاں زبردستی لی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے پھر بھی اتفاق ائمہ کا ڈھنڈورا پیٹنا چہ معنی دارد۔؟

۴ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

"جس نے ایک لفظ میں تین طلاقیں دے دی اس نے جہالت کا ارتکاب کیا اور اس کی بیوی اس وقت تک اس کے لیے حلال نہیں جب تک وہ کسی اور مرد سے شادی نہ کرے۔" (کتاب الصلوٰۃ،ص:۴۷، بحوالہ خزائن السنۃ:۵۳۴، تحفہ اہل حدیث:۹۹)

1. کتاب الصلوٰۃ نامی کتاب کا امام اہل سنت احمد بن حنبل کی طرف انتساب ہی صحیح نہیں۔
2. قول احمد احناف کے لیے حجت نہیں۔
3. امام احمد کا یہ قول مدخولہ و غیر مدخولہ کے بارے میں واضح نہیں اور بقول تھانوی: "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" (اعلاء السنن)
4. "اور ایک لفظ میں تین طلاق" اس جملے کا مفہوم بھی اہل علم کے ہاں مختلف فیہ ہے۔ لہٰذا جب تک مکمل فتویٰ بمع سند صحیح بادلائل کتاب و سنت ثابت نہ ہو اس سے استدلال مردود ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور اہل الرائے:

[ھؤلاء اصحاب ابی حنیفة لیس لھم بَصَرٌ شئی من الحدیث من ھُوَ الا الجرأۃُ] (قیام اللیل مروزی،ص:۱۲۹)

"یہ حنفی صرف ڈھٹائی کرتے ہیں درحقیقت حدیث کے بارے میں ان کو کچھ بھی بصیرت نہیں۔"

نوٹ: حنفی حضرات ائمہ اربعہ میں سے ائمہ ثلاثہ امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد کے منکر ہیں اور صرف امام ابوحنیفہ کے اقوال کے پیروکار ہیں جیسا کہ ان کے نام (حنفی) سے ظاہر ہے اور اسی طرح یہ قرآن و حدیث کے بھی منکر ہیں کیونکہ مقلد کی دلیل صرف قول امام ہے۔ (مسلم الثبوت، ص:۷، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور) اور بے شمار مسائل ایسے ہیں جن میں یہ لوگ ائمہ ثلاثہ کے مسائل کو غلط قرار دیتے ہیں بلکہ ان کا مذاق اڑانے میں بھی کوئی باک محسوس نہیں کرتے جیسا کہ معروف مقلد محمود الحسن دیوبندی امام شافعی رحمہ اللہ پر تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ حضرت امام شافعی نے آدھا تیتر آدھا بٹیر کردیا۔'' (الورد الشذی، ص:۵۶) بلکہ یہاں تک لکھ دیا کہ وہ ایسے جہالت کے مرتکب ہیں جو عند اللہ بھی معاف نہ ہوگی۔ (نور الانوار، ص:۳۰۳، ۳۰۵) جیسا کہ کتب فقہ حنفیہ سے اس کی متعدد مثالیں پیش کی جا سکتی نہیں بفرض محال ائمہ اربعہ سے ثابت ہو بھی جائے تب امت مسلمہ کے لیے یہ فتاوے شرعی دلیل نہیں بن سکتے۔

کیا ائمہ اربعہ کا اتفاق حجت ہے؟:

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ راقم ہیں:

''اگر کہا جائے کسی مسئلہ میں ان چاروں ائمہ کی رائے کا توافق و توارد بھی کافی ہے تب بھی بات محل نظر ہے کیونکہ ان مذاہب کی فقہی کتابیں دراصل ان کی اپنی لکھی ہوئی نہیں ہیں بلکہ یہ تو بعد کے لوگوں نے صدیوں بعد مرتب کی ہیں کیا یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ان میں ان کی طرف منسوب سب اقوال و آراء صحیح ہیں یہ عین ممکن ہے کسی قول کی نسبت ہی ان کی طرف صحیح نہ ہو چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اس پہلو کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ جاننا چاہیے کہ اس زمانہ میں چاروں اماموں کی تصنیف میں مؤطا (امام مالک) کے سوا علم حدیث میں اور کوئی تصنیف موجود نہیں اور دوسرے اماموں

کی مسانید جو مشہور ہیں وہ امام خود ان کی تصنیف میں مشغول نہیں ہوئے بلکہ دوسرے اشخاص نے جو ان کے بعد میں آئے ہیں ان کی مرویات کو جمع کر کے مسند فلاں نام رکھ دیا اور یہ امر ہر عقل مند جانتا ہے کسی شخص کی مرویات اس وقت تک رطب و یابس یعنی صحیح وضعیف کا مجموعہ رہتی ہیں جب تک وہ بزرگ جس کی بزرگی فضیلت کا ہم اعتقاد رکھتے ہیں خود اس مخلوط کو چند دفعہ گہری نظروں سے مطالعہ کر کے متمیز نہ کردے اور جب تک وہ اپنے شاگرد کو تعلیم نہ کرے کسی قسم کا اعتماد بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔''

(بستان المحدثین مع اردو ترجمہ، ص:۷۷۔۷٦، طبع کراچی)

جب ان کے نام پر منسوب احادیث کے مجموعوں کا یہ حال ہے تو ان مذاہب کی مدّونہ کتب جن میں ان کے اقوال و آراء اور ان پر تخریج در تخریج فتوؤں کو جمع کیا گیا ہے کہاں تک قابل اعتماد رہ جاتی ہے کہ ان مذاہب کے غیر متفق اتفاق کو اجماع امت سے تعبیر کیا جائے۔'' (صراط مستقیم اور اختلاف امت، ص:۹۹۔۹۸)

مصنفین صحاح سِتّہ کے فتوے اور فیصلے

امام بخاری کا فیصلہ:

مولوی جھنگوی نے امام بخاری کا فیصلہ تبویب بخاری سے اخذ کیا وہ لکھتے ہیں: ''امام بخاری اپنی بخاری (۲/۷۹۱) پر باب باندھتے ہیں:

[باب من جوّز طلاق الثلاث] (تحفہ:۹۹)

جواب 1= طلاق کے وقوع میں اختلاف نہیں اختلاف تو اس میں ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں تین واقع ہوں گی یا ایک؟ جب کہ امام بخاری کے قائم کردہ ترجمۃ الباب میں ایسی کوئی تصریح نہیں۔

جواب 2=ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:[و فی الترجمۃ إشارۃ اِلٰی اَنَّ مِنَ السَّلَفِ مَنْ لم یجز وقوع الطلاق الثلاث]''امام بخاری ترجمۃ الباب سے اس مسئلہ کے اختلافی ہونے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔'' (فتح الباری:۹/۴۴۹،طبع دار السلام)

جواب 3=احمد علی سہارنپوری حنفی راقم ہے:

[وضع البخاری ھذہ الترجمۃ اشارۃ الی ان من السلف من لم یجز وقوع الطلاق الثلاث]

''امام بخاری نے یہ ترجمۃ الباب قائم کرکے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ سلف صالحین میں ایسے لوگ بھی تھے جو تین طلاقوں کے وقوع کے قائل نہیں۔'' (صحیح بخاری:۲/۷۹۱، حاشیہ،طبع قدیمی کتب خانہ کراچی) (یعنی یہ مسئلہ سلف میں بھی اختلافی تھا)

جواب 4=اگر بالفرض اس تبویب کو احناف کے مزعومہ دعویٰ کی روشنی میں دیکھا جائے تو امام بخاری کا نظریہ یکبارگی تین کے جواز کا معلوم ہوتا ہے جب کہ احناف کے نزدیک اکٹھی تین جائز ہی نہیں بلکہ بدعت و معصیت حرام ہے۔

جواب 5= اگر مقلدین کے ہاں امام بخاری کی یہ تبویب حجت و دلیل ہے تو کیا درج ذیل ابواب بھی حجت مانتے ہیں؟

۱ [باب وجوب القراءة للامام والمأموم فی الصلوٰت کلها فی الحضر والسفر و ما یجهر فیما و ما یخافت] قرآن پڑھنا (فاتحہ) واجب ہے امام اور مقتدی کے لیے تمام نمازوں میں خواہ سفر میں ہو یا حضر میں۔ جب کہ ابوحنیفہ و صاحبین کے نزدیک ہر صورت میں خواہ جہری نماز ہو یا سرّی اور مقتدی خواہ امام کی قراءت سن رہا ہو یا نہ سن رہا ہو۔ مقتدی کے لیے فاتحہ پڑھنا جائز نہیں بلکہ مکروہ تحریمی ہے۔ (ادلہ کاملہ، ص:۵۲، طیب اکیڈمی ملتان)

۲ [باب جهر الامام بالتامین] امام کا اونچی آمین کہنا۔

۳ [جهر التامین بالمأمومین] مقتدیوں کا اونچی آمین کہنا۔ جب کہ اس مسئلہ میں احناف یہودیوں کی طرح چڑ کھاتے ہیں۔

۴ [باب الجمعة فی القریٰ والمُدن] دیہاتوں اور شہری میں جمعہ پڑھنا۔ جب کہ حنفیوں کے نزدیک دیہاتوں میں جمعہ جائز نہیں۔ (علم الفقہ، ص:۲۹۵، ط:دار الاشاعت کراچی، احکام شریعت، ص:۱۷۱، ط: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

۵ [باب التیمم للوجه والکفین] تیمّم صرف چہرہ اور ہتھیلیوں پر۔

۶ [الاقامة واحدة الا قد قامت الصلوٰة] اقامت الفاظ اکہرے ما سوائے [قد قامت الصلوٰة] کے جب کہ اس کے برعکس احناف مستقل دوہری اقامت کے اقامت کے قائل و فاعل۔

محدث روپڑی پر ایک الزام:

مقلد جھنگوی نے یہ الزام دیا ہے کہ: ایک مجلس کی تین طلاقیں میں ہم اہل حدیث بخاری وغیرہ کے خلاف ہیں۔'' (فتاویٰ اہل حدیث:۱/ ۷)

جواب = فتاویٰ اہل حدیث کے محولہ صفحہ سے بسیار تلاش کے باوجود بھی نہیں ملا۔

امام مسلم کا فتویٰ:

ابو بلال جھنگوی نے امام مسلم کا کوئی قول نقل کیے بغیر محض تقلید شافعی کا الزام دے کر ان کو شافعی کا ہم مسلک قرار دے دیا جب کہ امام مسلم سمیت دیگر محدثین پر تقلید کا لیبل ظلم عظیم ہے۔

امام مسلم مجتہد، محدث تھے اور تقلید جیسی لعنت سے ان کا دامن بالکل پاک تھا یہی وجہ ہے کہ مقلدین ان کے تقلیدی سلسلہ کے بارے میں اختلاف کا شکار ہیں۔

کیا امام مسلم مقلد تھے؟

① مولانا عبداللطیف سندھی کا فیصلہ امام مسلم مجتہد تھے۔

② مقلد عبدالرشید نعمانی کے بقول امام مسلم مالکی تھے۔

③ مولوی انور شاہ کشمیری کا فیصلہ امام مسلم کا فقہی مسلک معلوم نہیں۔(یعنی تقلیدی سلسلہ سے) (ماخوذ از روضۃ المسلم شرح مقدمۃ المسلم ،ص:۱۹، از محمد حسین صدیقی مدرس جامعہ بنوریہ کراچی)

انور شاہ کاشمیری جیسے اکابرین دیوبند کو تو امام مسلم کے فقہی مسلک کا علم نہ ہو سکا اور مقلد اعمیٰ جھنگوی ان کو بلا دلیل شافعی قرار دے کر ان کی توہین کا مرتکب ہو رہا ہے۔

امام ابوداؤد کا فیصلہ:

اس کے ضمن میں بھی مقلد جھنگوی امام ابوداؤد کی تبویب اور حدیث رکانہ الفاظ بتۃ والی نقل کر کے لکھتا ہے:'' امام ابوداؤد کا فیصلہ اور تین طلاق یکمشت میں کس طرح چمک رہا

ہے کہ واقع ہو جاتی ہے۔'' (تحفہ اہل حدیث، ص:۱۰۱)

جواب 1= تبویب ابوداؤد عند الاحناف حجت نہیں لہٰذا اس سے استدلال مردود ہے

جواب 2= حدیث رکانہ جس میں بتہ کے الفاظ ہیں اس کا ضعف ہم بالتفصیل بیان کر چکے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا امام ابوداؤد رحمہ اللہ بھی مقلدین کے ہمنوا نہیں۔

جواب 3= امام ابوداؤد بھی مجتہد تھے تقلید جیسی لعنت سے ان کا دامن بھی پاک تھا۔ دیکھئے: (خزائن السنن:٦)

ابن ماجہ کا فیصلہ:

مولوی جھنگوی لکھتا ہے امام ابن ماجہ باب باندھتے ہیں: [من طلق ثلاثا فی مجلس واحد] اس کے تحت حدیث فاطمہ بنت قیس کی تین طلاقوں والی روایت لکھ کر اپنے مسلک کا اظہار فرما رہے ہیں جو ساری امت کا ہے۔ (تحفہ اہل حدیث:۱۰۱)

جواب = حالانکہ امام ابن ماجہ کی مراد یہ بھی ہوسکتی ہے کہ مجلس واحد میں تین طلاق کے وقوع پر حدیث فاطمہ بنت قیس سے استدلال کرنے والے جہالت کا شکار ہیں کیونکہ ان کو یکبارگی تین طلاق نہیں بلکہ اوقات متفرقہ میں تین طلاقیں واقع ہوئیں تھی جیسا کہ ہم سرفراز صفدر دیوبندی کے حوالے سے بالتفصیل پہلے بیان کر آئے ہیں۔ دیکھئے: (خزائن السنن:۵۳۷۔۵۳۶۔)

جھنگوی راقم ہے امام ترمذی کا فقہی مسلک کسی سے چھپا ہوا نہیں وہ شافعی المسلک ہیں امام شافعی ظاہر ہے تین کے نفاذ کے قائل ہیں ایک مجلس میں امام ترمذی بھی وہی فیصلہ اور فتویٰ رکھتے ہیں۔ (تحفۃ اہل حدیث:۱۰۱)

امام ترمذی کا فیصلہ:

جواب 1= جھنگوی نے امام ترمذی پر امام شافعی کی تقلید کا بہتان لگا کر ان کی توہین کی ہے اور اپنا فیصلہ ان پر بصورت جھوٹ رقم کر دیا۔

جواب 2= جھنگوی کی بڑ کہ امام ترمذی کا فقہی مسلک کسی سے چھپا ہوا نہیں۔ کیا معاذ اللہ آپ کے اکابرین جاہل و نابینا تھے جنہیں یہ مسلک نظر نہ آیا اور امام ترمذی کو مجتہد قرار دے دیا؟ جیسا کہ اس کی وضاحت آ رہی ہے۔

کیا امام ترمذی مقلد تھے؟:

جہاں تک امام ترمذی پر تقلید کا الزام ہے ہم اس کی تصریح ایک متعصب مقلد کے حوالے سے نقل کیے دیتے ہیں۔

سرفراز صفدر دیوبندی لکھتے ہیں:

''اس میں خاصا اختلاف ہے کہ امام ترمذی کا فقہی مسلک کیا تھا؟ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) تحریر فرماتے ہیں: [اما ابوداؤد والترمذی فهما مجتهدان مُنتَسِبَانِ الیٰ احمد و اسحاق و کذا ابن ماجه والدارمی فیما نریٰ] (الانصاف،ص:۸۵۷) امام ابوداؤد، ترمذی، دونوں مجتہد ہیں اور امام احمد و اسحاق بن راہویہ کی طرف منسوب ہیں (یعنی یہ انتساب مقلدین کی جانب سے کیا گیا ہے وگرنہ ان کا دامن اس لعنت سے پاک ہے) اس طرح ابن ماجہ و دارمی بھی مجتہد ہیں۔''

دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی مقلد کا بھی یہی فیصلہ ہے۔ (خزائن السنن،ص:٦)

جھنگوی کی جہالت و امام نسائی کا فیصلہ:

بدبخت مقلد فن حدیث سے بالکل نابلد ہے امام نسائی کا فیصلہ رقم کرتے ہوئے ان کی تبویب اکٹھی تین طلاق دینے کا جواب اور اس میں سختی'' ہے اس کے تحت حدیث محمود بن لبید لائے۔ مزید لکھتا ہے یہی امام نسائی کا فیصلہ جو پوری امت کا فیصلہ۔ (تحفہ،ص:۱۰۲)

جواب = حالانکہ اس بدبخت مقلد اعمیٰ کو کون سمجھائے کہ نہ تبویب میں کوئی ایسا لفظ جس سے واضح ہو کہ تینوں طلاق یکبارگی دینے سے واقع ہو جاتی ہیں اور نہ حدیث محمود بن

لبید میں جب کہ اس حدیث پر تفصیلی کلام احناف کے دلائل کے ضمن میں گزر چکا ہے۔

اجماع امت:

جھنگوی نے طلاق ثلاثہ کے اس مختلف فیہ مسئلہ کو اپنے باطل نظریہ کے مطابق اجماعی مسئلہ ثابت کرنے کے لیے دس عدد اہل علم کی عبارات کا کچھ اقتباس نقل کیا جو تحفہ اہل حدیث ،ص:۱۰۲ تا ۱۰۵) پر محیط ہے لیکن یہ ساری کاوش بے سود ، کیونکہ ان دس کے دس علماء کی عبارت پڑھ لیجیے سب نے اس مسئلہ کے اختلافی ہونے کی طرف اشارہ کیا تقریباً سب کی عبارت میں یہ جملہ مشترک جمہور (اور اس کے برعکس) فلاں فلاں کا یہ موقف ہے کیا جمہور کے مسلک کو اجماعی کہتے ہیں (فوا اسفا)

اگر جمہور کی مخالفت حق کی مخالفت ہے تو امام ابوحنیفہ نے بیسیوں مسائل میں جمہور کی مخالفت کی ہے۔

امام ابوحنیفہ اور جمہور کی مخالفت:

① [مسئلہ رفع الیدین] : جس پر ائمہ ثلاثہ امام مالک، شافعی و احمد رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے پیروکار اور تمام اصحاب الحدیث رفع الیدین کے قائل و فاعل تھے اس کے برعکس اہل کوفہ اس کے منکر۔

امام اوزاعی راقم ہیں:

"ہمیں یہ بات پہنچی ہے جس سنت پر علمائے حجاز، علمائے بصرہ اور علمائے شام کا اجماع ہے وہ شروع نماز رکوع کے وقت تکبیر کہتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنا ہے صرف کوفیوں نے امت مسلمہ کی اس مسئلہ میں مخالفت کی ہے۔" (المنہج الاحمد:۱/۱۵۹، بحوالہ نور العینین ،ص:۱۸۰)

② [مسئلہ فاتحہ فی الصلوٰۃ]: ائمہ ثلاثہ تمام اصحاب الحدیث نماز میں فاتحہ پڑھنے کے قائل ہیں لیکن احناف و ابوحنیفہ اس کے منکر۔

[فرأی اکثر اھل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعین و من بعدھم القرأة خلف الامام، الخ......]

دیکھیے: جامع الترمذی مع تحفۃ الاحوذی:۲/ ۲۴۸،طبع قدیمی کتب خانہ کراچی۔

③ [مسئلہ عقیقہ] ''بچے کی طرف سے دو جانور اور بچی کی طرف سے ایک جانور ساتویں دن ذبح کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے جب کہ امام ابوحنیفہ اور محمد بن الحسن الشیبانی اس کو رسم جاہلیت کہتے ہیں اور اس کو مکروہ کہتے ہیں:

[ان العقیقة کانت فی الجاھلیة فلما جاء الاسلام رفضت قال محمد و به نأخذ و ھو قول ابی حنیفة۔]

(کتاب الاثار،ص:۱۹۵): دیکھیے مؤطا امام محمد،ص:۲۹۱، و کتاب الاثار للشیبانی:۱۹۵)

④ [شِعَار]، بیت اللہ کی طرف بھیجی جانے والی قربانی اونٹ کی کوہان پر کٹ لگا کر خون مل دینا تا کہ معلوم ہوا یہ بیت اللہ کی ہدی ہے تمام اہل اسلام اس کو سنت (طریقہ رسول) مگر امام ابوحنیفہ کو اور اس کے ہم نوا اس کو مُثلہ کہتے ہیں اس لیے جب امام وکیع کے سامنے اہل الرائے کے کسی آدمی نے کہا آپ سنت کہتے ہیں جب کہ ابوحنیفہ و ابراہیم نخعی اس کو مثلہ قرار دیتے ہیں کہ تو امام وکیع سخت غصہ میں آ گئے اور کہا کہ تو اس قابل ہے کہ تجھے جیل میں ڈال دیا جائے اور جب تک توبہ نہ کرے تجھے رہا نہ کیا جائے۔

[اقول لك قال رسول اللّٰه و تقول قال ابراھیم]

''میں تجھے کہتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو اس کے مقابلہ میں کہتا ہے ابراہیم نخعی نے فرمایا۔'' [جامع الترمذی مع تحفۃ الاحوذی، طبع قدیمی کتب خانہ کراچی:۳/۷۷۱تا۷۷۳]

⑤ [شیر خوارگی کے زمانہ میں بچہ] (لڑکا) جب تک اس کی خوراک دودھ ہو اس کے پیشاب پر چھینٹے لگائے جائیں دھونے کی ضرورت نہیں جیسا کہ نبی ﷺ نے کیا

دیکھیے [صحیح بخاری کتاب الوضوء باب بول الصبیان رقم:۲۲۳، و صحیح مسلم، رقم:۲۸۶] اور یہی موقف تمام اہل علم کا ہے دیکھئے: [(۱)صحیح مسلم:رقم:۲۸۶، باب حکم بول الطفل الرفیع، (۲) جامع الترمذی مع تحفۃ الاحوذی:۱/۲۴۳تا ۲۵۰، رقم:۷۳۔] احناف اس کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں شیر خوار لڑکی اور لڑکا دونوں کا پیشاب دھویا جائے گا۔

اور بیسیوں مسائل ہیں جن میں ابوحنیفہ نے جمہور کی مخالفت کی ہے۔

۶ [نکاح حلالہ]: نبی ﷺ نے محلل اور محلل لہ (حلالہ کرنے اور جس کے لیے کیا جائے) دونوں پر لعنت فرمائی خلفائے راشدین سمیت تمام صحابہ کرام نکاح حلالہ کو حرام سمجھتے تھے کسی ایک صحابی سے بھی (بذریعہ مروّجہ حلالہ) پہلے خاوند کے لیے بیوی حلال کرنا ثابت نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں کو رجم کرنے کا حکم دیا کرتے تھے جب کہ اس فرمان رسول و اجماع صحابہ وسلف صالحین کے باوجود احناف کے نزدیک نکاح تحلیل کے بعد پہلے خاوند سے اس کا نکاح ہو جاتا ہے بلکہ بعض نے تو یہاں تک لکھ دیا اگر حلالہ کا ارادہ دل میں کیا اور ظاہر نہ کیا تو اس کا اجر و ثواب بھی ملے گا۔(دیکھئے مجموع الفتاویٰ:۳۰/۳۳)

اب آپ ہی بتلائیں صحابہ کرام تو حلالہ سے نکاح لوٹانے کا فتویٰ دیں مگر یہ زرگ الٹا اس پر اجر و ثواب کا فتویٰ دیں تو کیا یہ اجماع صحابہ کی مخالفت نہیں اور بی ﷺ نے خلفاء راشدین کی پیروی کا جو حکم دیا تھا اس کا رشتہ ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا ہے یا نہیں۔

۷ اسی طرح آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:

[ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ]

یعنی اگر بکری وغیرہ کو ذبح کیا گیا اور اس کے پیٹ سے بچہ نکل آیا تو اسے ذبح

کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ حدیث گیارہ صحابہ کرام نے بیان کی ہے اور تمام صحابہ کرام کا اسی پر فتویٰ تھا۔ لیکن اس کے برعکس پوری امت میں صحابہ اور تمام سلف صالحین کا مخالف امام اہل الرائے ابوحنیفہ ہے۔ دیکھئے (نیل الاوطار: ۸/ ۱۴۵، کتاب الاثار للشیبانی، ص: ۱۹۵۔)

۸ [مسئلہ شراب اور جمہور کی مخالفت] تقی عثمانی دیوبندی راقم ہیں، بہت سے فقہاء حنفیہ نے اسی بناء پر امام ابوحنیفہ کے قول کو ترک کر کے دوسرے ائمہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے مثلاً انگور کی شراب کے علاوہ دوسری نشہ اور اشیاء کو اتنا کم پینا جس سے نشہ نہ ہو، امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے لیکن فقہاء حنفیہ نے اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کے قول کو چھوڑ کر جمہور کا قول اختیار کیا ہے۔ (تقلید کی شرعی حیثیت، ص: ۱۰۷، ۱۰۸)

۹ [مسئلہ مزارعت اور جمہور کی مخالفت] جمہور کے ساتھ امام ابوحنیفہ کی مخالفت بیان کرتے ہوئے دیوبند کے شیخ الاسلام مزید لکھتے ہیں اسی طرح مزارعت امام ابوحنیفہ کے نزدیک ناجائز ہے لیکن فقہاء حنفیہ نے امام صاحب کے مسلک کو چھوڑ کر متناسب حصہ کی پیداوار کی مزارعت کو جائز قرار دیا ہے۔ (تقلید کی شرعی حیثیت، ص: ۱۰۸، ۱۰۷)

۱۰ [دینی امور پر اجرت اور مخالفت جمہور] حنفی مقلد یوسف بنوری لکھتا ہے: (جمہور اہل علم مثلاً) ائمہ ثلاثہ امام مالک، شافعی، احمد اور عطاء بن ابی رباح ابو قلابہ، ابو ثور وغیرہ تعلیم قرآنی پر اجرت لینے کے جواز کے قائل ہیں جب کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے پیروکاروں کے نزدیک تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز نہیں اور خلاصہ فتاویٰ میں بحوالہ المبسوط محمد بن الحسن الشیبانی سے منقول ہے:

[لا يجوز على الطاعات كتعليم القرآن والفقه والاذان والتذكير والتدريس]

”نیکی کے امور مثلاً قرآن پڑھنے پر فقہ (حنفی) کی تعلیم دینے پر، تدریس، اذان اور وعظ ونصیحت پر اجرت لینا جائز نہیں۔“ (معارف السنن: ۲/ ۲۴۱)

جب کہ اس مسئلہ میں متاخرین حنفیہ اپنے امام کو چھوڑ کر جمہور امت کے ساتھ مل گئے

جیسا کہ متعصب مقلد سرفراز صفدر راقم ہیں، متأخرین حنفیہ اور باقی ائمہ ان چیزوں پر اجرت لینے کے جواز کے حق میں ہیں۔ (خزائن السنن: ۲/۵۱(۳۰۱)

.... **تلک عشرة کاملة** ....

جھنگوی صاحب مذکورہ تمام مسائل میں جمہور کے مخالف کو اجماع امت کا مخالف قرار دے کر ساتھ ہی متعصب مقلد ماسٹر امین اوکاڑوی کا یہ فیصلہ بھی رقم کر دیں اجم[illegible]ت کا تارک بنص کتاب وسنت دوزخی ہے۔ (تجلیات صفدر: ۱/۲۸۷)

شیعہ اور حنفی

شیعہ سے ہمنوائی کا الزام:

مقلدین ضالین کی یہ پرانی عادت ہے کہ وہ ہمیشہ دلائل سے کورا ہونے کی بناء پر اہل حدیث پر الزام تراشیاں کرتے رہتے ہیں انہی الزام تراشیوں میں سے ایک الزام روافض و شیعہ کی ہم نوائی کا ہے جو مولوی جھنگوی نے دیا۔ دیکھئے تحفہ اہل حدیث: ۱۰۷۔

شیعہ و دیوبندی:

جھنگوی کو اہل حدیث پر الزام دینے سے قبل اپنے گھر کی خبر لینی چاہیے تھی دیوبندی تو عقائد میں بھی شیعہ رافضیوں سے تعلق خاطر رکھتے ہیں۔ متعصب مقلد سرفراز صفدر ایک معترض کے جواب میں راقم ہے (معترض کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے عرض اعمال کا عقیدہ جو دیوبندیوں حیاتیوں نے اپنایا ہوا ہے یہ درحقیقت شیعہ شنیعہ کا عقیدہ ہے)
شیعہ کے ساتھ بعض مسائل میں اشتراک و توارد اس کا مقتضی تو نہیں کہ ان مسائل ہی کا سرے سے انکار کر دیا جائے اگر شیعہ نماز و روزہ اور حج وغیرہ کے احکام کے قائل ہیں کیا ہم (خود ساختہ) اہل سنت والجماعت ان احکام کا انکار کر دیں۔ (معاذ اللہ)۔'' (حاشیہ تسکین الصدور، ص: ۲۴۲، مطبع مکتبہ صفدریہ طبع ششم اگست ۱۹۹۵)

اس کے بعد مزید ضرورت تو نہیں ہم اس مسئلہ پر دیئے گئے الزام کا جواب دیں لیکن چونکہ مؤلف مذکور نے اس آڑ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی ذات تک کو مورد الزام ٹھہرایا ہے (جس کی تفصیل آ رہی ہے) لہٰذا ہم بالترتیب الزام بمع جواب نقل کر رہے ہیں:

الزام نمبر ۱: جمع بین الصلوٰتین:

جھنگوی راقم ہے: دو نمازوں کو بلا عذر جمع کرنا شیعہ کا معروف مسئلہ ہے اور اہل

حدیث کے ہاں بھی جائز ہے۔ دیکھئے: (تحفہ اہل حدیث: ۱۰۷)

جواب = بلا عذر دو نمازوں کو جمع کرنا نبی کریم ﷺ سے ثابت شدہ امر ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھایا وہاں (دشمن کا) خوف تھا نہ سفر کی حالت تھی۔ (راوی) ابو زبیر کہتے ہیں میں نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے پوچھا آپ ﷺ نے ایسا کیوں کیا تھا سعید نے جواب دیا جس طرح تم نے مجھ سے دریافت کیا اسی طرح میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تھا تو انھوں نے یہ جواب دیا تھا کہ آپ ﷺ اپنی امت کو دشواری میں نہیں رکھنا چاہتے تھے۔

(صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الجمع بين الصلاتين في الحضر)

ہم تو اس پر اتنا ہی عرض کریں گے کہ ہم محبان رسول ﷺ کو اپنے محبوب پیغمبر کی ادا سے پیار ہے کیونکہ محبّ کو محبوب کی ہر ادا محبوب ہوتی ہے جب کہ حسّاد و دشمنانِ رسول کو طریقہ رسول ﷺ سے عداوت مطلوب ہے۔

"تمھیں عداوت رسول قبول ہمیں محبت رسول میں طریقِ رسول قبول۔"

الزام نمبر ۲: جنازہ بلند آواز سے پڑھنا:

مقلد جھنگوی نے شیعہ کے ساتھ ہم نوائی کے الزام میں دوسری دلیل یہ پیش کی کہ دونوں جنازہ بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔" (تحفہ، ص: ۱۰۵)

جواب = نماز جنازہ میں قراءۃ سراً (آہستہ پڑھنا) جہراً (اونچی پڑھنا) دونوں طرح درست ہے البتہ دلائل کی رو سے سراً پڑھنا بہتر اور اولیٰ ہے جب کہ جہراً پڑھنے کا استدلال اس حدیث سے ہے سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى جَنَازَةٍ فَحفظت مِنْ دُعَائِهِ وَ يَقُوْلُ اللّٰهُم اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ]

"نبی ﷺ نے جنازہ کی ایک نماز پڑھائی میں نے آپ ﷺ کی دعا سے یاد

کرلیا آپ ﷺ فرمارہے تھے اے اللہ اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما اور اس کو عافیت اور معافی سے نواز دے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا صحابی نے آپ ﷺ کے جنازہ پڑھنے سے یہ دعا حفظ کی اور یہ تبھی ہوسکتا ہے جب آپ نے نماز جنازہ بلند آواز سے پڑھی ہو

قراءت جنازہ اور سنت رسول ﷺ سے عداوت:

نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھنا نبی ﷺ کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے لیکن مقلدین کی حدیث دشمنی کا بھی ایک پہلو دیکھتے چلیے۔ مشہور مقلد اشرف علی تھانوی راقم ہے: "صلوٰۃ جنازہ میں فاتحہ پڑھنا احادیث سے ثابت ہے اور امام ابو حنیفہ اس کو منع فرماتے ہیں۔"

(فتاویٰ میلاد شریف از مولوی احمد علی سہارنپوری و رشید احمد گنگوہی مع طریقہ میلاد شریف از مولوی اشرف علی تھانوی، ص:۶۱، مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور کراچی پاکستان)

الزام نمبر۳: نماز میں ہاتھ اٹھا کر دعا:

جب مسلمان دنیا کے کسی بھی خطہ میں کفار و مشرکین کے ظلم و استبداد کا شکار ہوں تو ان مظلوم مسلمانوں کی نصرت و مدد کے لیے اور کفار کی بربادی کے لیے فرض نمازوں میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ہے قنوت نازلہ کہلاتا ہے جو نبی ﷺ کی سنت مبارکہ ہے اور نبی ﷺ نے نماز کے اندر ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی ہے اسی مبارک عمل پر گستاخ رسول جھنگوی تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے: "غیر مقلد اور شیعہ دونوں نماز میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں۔" (تحفہ اہل حدیث، ص:۱۰۸)

جواب قنوت نازلہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی دلیل یہ ہے سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[فَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِيْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا عَلَيْهِمْ۔] (مسند احمد:۱۳۷/۳)

" میں نے رسول اللہ ﷺ کو صبح کی نماز میں دیکھا آپ نے دونوں ہاتھ

اٹھائے اور ان (کفار) پر بددعا کی۔''

اور ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

[كُلَّمَا صَلَّى الْغَدَاةُ رَفَعَ يَدَيْهِ يَدْعُوا عَلَيْهِمْ]

''جب بھی صبح کی نماز ادا کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر اُن پر بد دعا کرتے۔'' (سنن الکبریٰ بیہقی: ۲/ ۲۱۱، مسند ابی عوانہ: ۵/ ۴۱، وفی نسخۃ اخرٰی ۴/ ۷۹، رقم: ۵۹۱۳)

الزام نمبر۴: عورت سے لواطت:

جھنگوی شرم وحیاء سے عاری ہونے کی وجہ سے اہل حدیث پہ ناحق یہ الزام لگاتا ہے کہ عورت کے ساتھ غیر فطری فعل میں دونوں (اہل حدیث وشیعہ) شریک ہیں۔ (تحفہ اہل حدیث: ۱۰۸)

جواب = اہل حدیث کا دامن اس ملعون عمل سے الحمد للہ بالکل پاک ہے۔ اصل میں غالی متعصب مقلد اپنے گھر کی غلاظت کو اہل حدیث کی طرف منسوب کر کے چور مچائے شور کا کردار ادا کر رہا ہے۔ ہم ذیل میں فقہ حنفی سے اس مسئلہ کی ایک جھلک پیش کرتے ہیں۔

لواطت زن اور فقہ حنفی:

① امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورت سے بدفعلی (غیر فطری عمل) زنا ہی نہیں۔ صاحب ''ہدایہ'' رقم طراز ہیں: [و له ليس بزناء] امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ زنا ہی نہیں۔''
(الہدایہ: ۲/ ۵۱۶، کتاب الحدود)

تقویٰ آتا دیکھئے اور جاتا دیکھئے:

② [و من مسّ امرأة بشهوة حرمت عليه امّها و ابنتها......] الخ

''کسی مرد نے کسی عورت کو شہوت سے ہاتھ لگا دیا اب اس عورت کی ماں اور بیٹی اس پر حرام لیکن اگر ہاتھ لگانے سے انزال ہو گیا یا اس عورت سے فعل لواطت (غیر فطری عمل) کر لیا یا اس سے ایسے زور سے کیا کہ اس کی اگلی اور پچھلی جگہ کو پھاڑ کر ایک کر دیا تو حرمت ثابت نہ ہو گی۔ نہ ماں حرام نہ بیٹی

حرام۔" (فتاویٰ عالمگیری، الہدایہ، ص ۳۰۹)

لواطت زن اور حنفی روزہ:

③[و عن ابی حنیفة انه لا یجب الکفارة لجماع فی الموضع المکروہ] (الہدایہ (درسی) ۱/۲۱۹، سطر: ۵، کتاب الصوم)

"امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر روزہ کی حالت میں (مرد یا عورت) کی دبر میں دخول کیا تو روزہ دار پر کفار واجب نہیں۔" (مقلد کی دلیل امام قول ہوتا ہے)

لواطت زن اور حنفی حج:

④ فتاویٰ قاضی خان میں مرقوم ہے:

"دبر میں صحبت کرنے سے حج خراب نہیں ہوتا۔" (قاضی خان: ۱/۱۳۷)

ہم تو صرف یہی کہیں گے:

ضرورت کیا ہمیں تیغ و تبر کی
ادا کافی ہے اک ترچھی نظر کی
فریب امید کا کھانا پڑا ان کو محبت میں
خبر کیا تھی کہ ساحل پہ سفینہ ڈوب جائے گا

الزام نمبر ۵:

"بیس تراویح کے انکار میں شراکت۔" (تحفہ، ص: ۱۰۸)

اس پر تفصیلی بحث تراویح کے عنوان کے تحت گزر چکی ہے۔

الزام نمبر ۶:

"اقوال صحابہ کو جھٹلانا اور معیار حق نہ ماننے میں برابری۔" (تحفہ، ص: ۱۰۶)

ہم الحمد للہ تمام صحابہ کو واجب الاحترام اور اجماع صحابہ کو حجت و دلیل مانتے جب کہ مقلدین کے ہاں نہ قرآن قابل احترام نہ فرمان رسول نہ اقوال صحابہ صرف اپنے مزعومہ

امام کا قول قابل احترام ہے جس پر تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

الزام نمبر ۷:

''تین طلاق کے ایک نافذ کرنے میں شیعہ اہل حدیث ہم نوا۔'' (تحفہ، ص:۱۰۸)

جواب = عہد نبوی و صدیقی اور ابتدائے عہد فاروقی میں اس پر عمل پیرا ہونے والے کیا معاذ اللہ سارے شیعہ تھے؟

مسئلہ طلاق اور شیعہ و دیوبندی:

غالی و متعصب مقلد ہمیں شیعہ کی ہم نوائی کا الزام دے رہا ہے حالانکہ یہ خود شیعہ کے علاتی بھائی ہیں اور مسئلہ طلاق میں ایک جیسا موقف رکھتے ہیں۔

مقلد جھنگوی کا حافظہ بہت ہی کمزور ہے (دروغ گورا حافظہ نہ باشد) پہلے خود ہی لکھ چکا ہے کہ شیعہ کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک بھی شمار نہیں ہوتی۔ دیکھئے (تحفہ اہل حدیث: ۱۵،۶۴)

متعصب مقلد سرفراز صفدر دیوبندی راقم ہے:

''حضرت مسلمہ بن جعفر الاحمسی فرماتے ہیں: کہ میں نے امام جعفر بن محمد سے سوال کیا کہ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس شخص نے جہالت میں مبتلا ہو کر اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو ان کو سنت کی طرف لوٹایا جائے گا اور اس صورت میں صرف ایک ہی طلاق واقع ہو گی۔ لوگ اس کو آپ حضرات کے حوالے سے بیان کرتے ہیں انھوں نے فرمایا معاذ اللہ یہ ہمارا قول نہیں جس شخص نے تین طلاقیں دے دیں تو وہ تین ہی ہوں گی۔'' (عمدۃ الاثاث فی حکم الطلاقات الثلاث، ص:۷۵، مطبوعہ مکتبہ صفدریہ)

الزام نمبر ۸:

''حائض عورت کی طلاق کو شمار نہ کرنے میں شریک۔'' (تحفہ، ص:۱۰۸)

جواب = کسی نے کیا خوب کہا ہے دروغ گورا حافظ نہ باشد۔ جھوٹے کا حافظ نہیں ہوتا۔ ظالم مقلد خود اپنی اسی کتاب کے صفحہ نمبر: ۲۳ پر محدثین و مقتدر اہل حدیث علماء (قاضی شوکانی شمس الحق عظیم آبادی، امیر یمانی، شیخ مبشر احمد ربانی) کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ طلاق حائض کو نافذ مانتے تھے۔

الزام نمبر ۹:

''امام ابوحنیفہ کی دشمنی میں دونوں سرگرم۔'' (تحفہ،ص:۱۰۸)

جواب = ہم اہل حدیث تمام بزرگان دین کا احترام کرتے ہیں۔ اگر دشمنی سے مراد تقلید نہ کرنا ہے تو احناف مقلدین ائمہ ثلاثہ اور تمام صحابہ و تابعین اور امام کائنات محمد رسول اللہ ﷺ کے دشمن ہیں کیونکہ وہ صرف ابوحنیفہ کے مقلد ہیں باقی سب کی تقلید سے منکر ہیں جب کہ ہمیں تو ان مقلدین سے لوجہ اللہ دشمنی ہے جو آیات قرآن و فرامین رسول کی دور از کار تاویلات کر کے ان کو توڑ مروڑ کر اپنے باطل مسلک کے تابع کرنے کی کوشش میں محو ہیں اور اپنے مجتہد کے قول کو قول رسول کا درجہ دیتے ہیں۔

الزام نمبر ۱۰:

''ساس کے ساتھ زنا کی وجہ سے بیوی کے حرام نہ ہونے پر دونوں برابر۔'' (تحفہ:۱۰۸)

جواب = اہل حدیث تو زنا کی ابدی حرمت کی قائل اور وہ کسی بھی صورت میں زنا کو جائز نہیں سمجھتے خواہ وہ حلالہ ہی ہو۔ البتہ حلال و حرام کا اختیار اللہ کے پاس ہے یا اس کے حکم سے جو نبی مکرم ﷺ بیان کردیں اگر زنا سے ساس کی حرمت کتاب و سنت سے ثابت ہو جائے تو اہل حدیث کو اس سے انکار نہیں وگرنہ اہل حدیث خود شریعت سازی کو حرام جانتے ہیں مزید تفصیل کے لیے تحفہ حنفیہ (از شیخ داؤد ارشد) صفحہ:۳۱۲ تا ۳۱۵، ملاحظہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ اس مسئلہ میں بھی تشفی ہو جائے گی۔

مولانا عبدالحیٔ کا فیصلہ:

" وبالجملة فالحنفية لها فروع باعتبار اختلاف العقيدة فمنهم الشيعة و منهم المعتزلة و منهم المرجئة......الخ۔" (الرفع التكميل بتحقيق ابو الفتّاح ابو غدة،ص:۳۸۶)

"خلاصہ کلام یہ ہے کہ اختلاف عقائد کے اعتبار سے حنفیہ کی کئی شاخیں ہیں۔ جن میں شیعہ، معتزلہ، مرجئہ۔"

حنفی وشیعہ گٹھ جوڑ

① عقیدہ عرض اعمال شیعہ واحناف کا اجتماعی عقیدہ ہے دیکھئے (تسکین الصدور، ص: ۲۴۲)

② فوت شدگان کی ارواح سے مدد طلب کرنا، دونوں کا مشترکہ عقیدہ۔ دیکھئے (سوانح قاسمی: ۱/۳۳۲، حاشیہ)

③ نبی ﷺ سے بغاوت میں دونوں مقلد برابر کے شریک کیونکہ ایک حنفی تو دوسرا جعفری محمدی کوئی بھی نہیں۔

④ عداوت وبغض صحابہ اور انکار عدالت صحابہ میں دونوں برابر کے شریک جس کی امثلہ سابقہ صفحات میں گزر چکی ہیں۔

⑤ دونوں قبور سے باطنی فیض لینے کے قائل۔ (المہنّد، ص: ۴۵)

⑥ دونوں زنا کاری کے جواز کے قائل ایک حلالہ کی صورت میں تو دوسرا متعہ کی صورت میں۔

⑦ عقیدہ تحریف قرآن دونوں کا مشترکہ۔ (دیکھئے فیض الباری: ۳/۳۹۵، طبع مکتبہ حقانیہ پشاور)

⑧ کتاب وسنت کے برعکس صرف اقوال ائمہ کو سنت قرار دینے میں برابر۔ (الورد الشذی، ص: ۵)

⑨ اپنے مزعومہ امام کے خلاف جو آیت یا حدیث ہوگی وہ قابل عمل نہیں۔ دیکھئے (اصول کرخی، ص: ۱۱، اصول بزدوی مع تاریخ المذہب: ۲/۶۰)

⑩ دونوں یا علی مشکل کشا (یعنی مافوق الاسباب علی رضی اللہ عنہ سے مدد لینے) کے قائلین۔

(کلیات امدادیہ، ص: ۱۰۳، دار الاشاعت کراچی

.... تلک عشرۃ کاملۃ ....

مرزائیت وحنفیت

اہل حدیث پر الزام مرزائیت:

جھنگوی نے اہل حدیث کو مرزائیت کے ساتھ ملانے کے لیے دس مسائل پیش کیے۔ ہیں جن مسائل کو اگر خالصتاً غیر مسلم کے مسائل قرار دیا جائے تو اس سے نہ نبی ﷺ کی ذات محفوظ اور نہ صحابہ کرام حتی کہ اکابر احناف دیوبند بھی اسی مرزائیت کی لڑی کے نمایاں موتی قرار پاتے ہیں ان مسائل پر گفتگو کرنے سے پہلے یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ جھنگوی نے یہ دس مسائل گھ جوڑ نامی کتاب کے حوالہ سے نقل کیے ہیں اور ساتھ فقہ احمدیہ کا حوالہ دیا گیا۔

ا۔ فقہ احمدیہ کی شہادت مرزائی وحنفی بھائی بھائی:

مرزائیوں کی مذکورہ کتاب ''فقہ احمدیہ'' کا مقدمہ مرزائیوں کے حال ہی میں مرنے والے خلیفہ مرزا طاہر نے لکھا ہے:

> ''اسی مقدمہ میں وہ لکھتے ہیں ہمارا بعض مسائل میں امام ابوحنیفہ سے اختلاف ہمیں فقہ حنفی سے نہیں نکال سکتا۔ امام ابوحنیفہؒ سے ہمارا اختلاف ایسا ہے جیسا کہ قاضی ابو یوسف اور امام محمد کا تھا۔'' (مقدمہ فقہ احمدیہ،ص:۱۳۔۱۵)

جھنگوی ٹولہ کو غور کرنا چاہیے کہ یہ مرزائی آپ کے اپنے بھائی ہیں فرق صرف اتنا ہے آپ نے امام کی آڑ میں نبوت محمد ﷺ پر ڈاکہ ڈالا جبکہ انھوں نے اعلانیہ متنبی کھڑا کر کے ڈاکہ ڈالا۔

سمجھنے کو تو وہ سب داستانِ غم سمجھتے ہیں
جو مطلب کہنے والے کا ہے اس کو کم سمجھتے ہیں

۲۔ حکیم نور الدین مرزائی کی شہادت:

مرزائیوں کے خلیفہ اوّل حکیم نور الدین (علیہ ما علیہ) رقمطراز ہیں:

''احمدیت کے چرچے سے قبل ہندوستان میں اہل حدیث کا بڑا چرچا تھا اور حنفیوں اور اہل حدیث کے درمیان بڑی مخالفت تھی اور آپس میں مناظرے اور مباحثے ہوتے رہتے تھے حضرت مسیح موعود گو دراصل دعویٰ سے قبل بھی کسی گروہ سے اس قسم کا تعلق نہیں رکھتے تھے جس سے تعصب یا جتھہ بندی کا رنگ ظاہر ہو لیکن اصولاً آپ ہمیشہ اپنے آپ کو حنفی ظاہر فرماتے تھے اور آپ نے اپنے لیے کسی زمانہ میں بھی اہل حدیث کا نام پسند نہیں فرمایا۔''

(سیرت المہدی: ۴/۴۸۔۴۹)

۳۔ غازی احمد کی شہادت:

غازی صاحب قادیانی خلیفہ مرزا ناصر سے ملاقات کے لیے گئے تو ایک سوال یہ بھی کیا مجھے ایک بات اور دریافت کرنی ہے میں نے مرزا صاحب کی تحریر پڑھی ہے کہ میں اور میری جماعت کے افراد فقہی مسلک میں امام ابوحنیفہ کے پیروکار ہیں ناصر صاحب میں بھی حنفی مسلک سے تعلق رکھتا ہوں۔ الخ (من الظلمات الی النور: ۹۳، المکتبۃ العلمیۃ لیک روڈ لاہور)

ہم تو الزام تراشی کی حنفی مشین گن کو صرف اتنا ہی کہیں گے: (شعر)

ستم کی رسمیں بہت تھیں لیکن نہ تھی تری انجمن سے پہلے
سزا خطائے نظر سے پہلے عتاب جرم سخن سے پہلے

جھنگوی کے پیش کردہ دس مسائل

① پگڑی پر مسح:

جھنگوی نے فتاویٰ علمائے حدیث (۱/۱۰۳) کا حوالہ دے کر لکھتے ہے غیر مقلدین کہتے ہیں پگڑی پر مسح جائز ہے اور مرزائیوں کا بھی یہی مسلک ہے۔ (فقہ احمد:۱/۲۰) (تحفہ اہل حدیث:۱۰۹)

جواب = حنفیوں کی حدیث دشمنی کی یہ بڑی واضح مثال ہے کہ جو مسئلہ فقہ حنفی کے خلاف نظر آیا اس کو غیر مسلموں کی طرف منسوب کر دیا اور جو مسلمان محبت رسول میں نبی کی سنت پر عمل کی ترغیب دے اس کو بھی کافروں کے ساتھ ملا دیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

اصل بات یہ ہے کہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب ''الہدایہ'' میں لکھا ہے:[لا یجوز المسح علی العمامة] پگڑی پر مسح جائز نہیں(۱/۶۱) جب کہ صحیح مسلم (درسی) ۱/۱۳۴۔ پر نبی ﷺ کا مبارک عمل مذکور ہے۔[مسح علی العمامة] کہ آپ ﷺ نے پگڑی پر مسح کیا۔

② جرابوں پر مسح:

اس مسئلہ میں بھی تقلید کی لعنت نے مقلد جھنگوی کو توہین صحابہ پر امادہ کیا۔ کیا معاذ اللہ جرابوں پر مسح (مرزائیوں) کافروں کا طریقہ ہے جرابوں پر مسح کرنا خلیفہ راشد سیدنا علی المرتضیٰ سیدنا ابو امامہ، براء بن عازب عقبہ بن عامر، سہل رضی اللہ عنہم سے صحیح اسانید سے ثابت ہے حتی کہ امام ابوحنیفہ نے جرابوں پر مسح نہ کرنے سے اپنی وفات سے تین دن قبل رجوع کر لیا تھا۔ فقہ حنفی کا مفتیٰ بہ قول بھی یہی ہے۔ دیکھئے (الہدایہ:۱/۶۱، طبع المصباح)

لہٰذا اگر جرابوں پر مسح کی بناء پر اہل حدیث مورد الزام ہے پس بتایئے پھر اکابر صحابہ کرام

اور آپ کے مزعومہ امام بھی اس زد سے محفوظ نہیں۔ (اس مسئلہ پر مفصل کلام پہلے گزر چکا ہے)

۴ تہجد و تراویح اور اکابر دیوبند کی توہین:

جھنگوی اہل حدیث کی مرزائیت کے ساتھ مماثلت نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ غیر مقلدین کے نزدیک تہجد و تراویح ایک چیز ہے یہی موقف مرزائیت کا بھی ہے۔ (ملخص ص:۱۰۹)

جواب = اگر تہجد و تراویح کو ایک سمجھنے سے مرزائی ہونا اور ان کا ہم نوا ہونا لازم آتا ہے تو پھر اکابر دیوبند پر بھی یہ فتویٰ صادر کیجیے۔

۱ انور شاہ کاشمیری دیوبندی لکھتے ہیں:

[و لم يثبت في رواية من الروايات انه عليه السلام صلى التراويح والتهجد عليحدة في رمضان بل طول التراويح و بين التراويح والتهجد في عهده عليه السلام لم يكن فرق في الركعات بل في الوقت والصفة۔] (العرف الشذی:۱/۲۸۱، نیز فیض الباری:۲/۴۲۰)

”اور کسی ایک روایت سے بھی ثابت نہ ہو سکا نبی کریم ﷺ نے رمضان میں تہجد اور تراویح الگ الگ پڑھی ہوں نبی ﷺ کے زمانہ میں تراویح اور تہجد کی رکعات میں میں کوئی فرق نہ تھا بلکہ صفت اور وقت میں فرق تھا۔“

۲ عبدالحئی لکھنوی حنفی نے یہی بات مجموعہ الفتاویٰ [لم يكن في عهده ﷺ فرق بين التهجد والتراويح] اردو (۱/۴۲۹) پر

۳ اور یوسف بنوری نے معارف السنن (۵/۵۵۳) پر تسلیم کی ہے۔

کہو یارو تمھیں کیسا لگے ہے

۴ جمع بین الصلوٰتین:

مرزائیت کی مماثلت کی چوتھی مثال دو نمازوں کو جمع کرنا بیان کیا دیکھیے تحفہ:۱۰۹، اس

پر بالتفصیل گفتگو ابتدائے کتاب اور الزام شیعہ کے تحت گزر گئی ہے۔

⑤ عیدین کی بارہ تکبیرات:

بدبخت مقلد اعمیٰ نے اس مسنون عمل کو بھی مرزائیت کی علامت قرار دے دیا۔"
(دیکھئے تحفہ،ص:۱۱۰) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

[ان رسول اللہ ﷺ کبّر فی الفطرِ وَالاضحی سبعاً و خمْسًا سِوَی تکبیرتی الرکوع]

"بے شک نبی ﷺ نے نماز عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں سات اور پانچ تکبیریں کہیں رکوع کی دو تکبیروں کے علاوہ۔"

(ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا رقم الحدیث(۱۲۸۰) ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب التکبیر فی العیدین(رقم الحدیث: ۱۱۵۰) کتاب العیدین للفریابی (رقم الحدیث:۱۰۷)

یہ روایت عبداللہ بن وھب عن ابن لھیعہ کے طریق سے مروی لہٰذا حسن درجہ کی ہے کیونکہ ابن مبارک اور ابن وھب کی روایت اس (ابن لھیعہ) سے دوسروں کی نسبت زیادہ انصاف پر مبنی ہے۔ دیکھئے: (تقریب،صفحہ:۱۸۶)

اسی طرح بسند صحیح سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بارہ تکبیرات ثابت ہیں۔ دیکھئے: (مؤطا امام مالک:۱/۱۸۰، رقم:۴۳۵)

حنفیت اور تکبیرات عیدین:

محمد بن الحسن الشیبانی نے مؤطا امام محمد میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا عمل نقل کیا نافع بیان کرتے ہیں میں نے نماز عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پہلی رکعت میں سات تکبیریں قراءت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں کہیں۔

ابوحنیفہ کے شاگرد محمد بن الحسن شیبانی فرماتے ہیں۔ تکبیرات عیدین میں لوگوں کا اختلاف ہے لہٰذا آپ جو بھی اختیار کرلیں وہی اچھا ہے۔(یعنی بارہ کہیں یا چھ دونوں حسن ہے) البتہ ہمارے حنفیوں کے نزدیک چھ افضل ہیں۔(مؤطا امام محمد،ص:۱۴۱)

خلافت عباسیہ اور عمل احناف:

خلافت عباسیہ میں احناف بارہ تکبیروں سے عید کی نماز پڑھاتے تھے۔(فتاویٰ قاضی خان، البحر الرائق:۲/۱۶۰) (حاشیہ ہدایہ:۲/۱۷۳)

ہم مقلد اعمیٰ جھنگوی اور اس کے ہم نوا ٹولہ سے پوچھتے ہیں اگر ۱۲ تکبیرات مرزائیت کا شعار ہے تو کیا آپ کے اکابرین میں (مرزائیت) یہ گندے جراثیم شروع سے پائے جاتے ہیں یا یہ ابن الوقتی تھی؟ (جسے عرف عام میں منافقت بھی کہا جاسکتا ہے)

⑥ صحابہ پر مرزائیت کا الزام:

مرزائیت سے مماثلت پر چھٹی مثال از جھنگوی۔(قربانی کے) اونٹ میں دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔(تحفہ،ص:۱۱۰)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى سفر فحضر الاضحى فاشتر كنا فى الجزور عن عشرةٍ والبقرة عن سبعة۔] (صحيح ابن ماجه:۲/۲۰۰، و صحيح ترمذى:۲/۸۹)

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھے کہ عید الاضحیٰ آ گئی ہم نے اونٹ میں دس اور گائے میں سات آدمیوں نے شرکت کی۔''

کیا معاذ اللہ یہ تمام صحابہ(مفسر قرآن سمیت) بھی نبی کے مخالف تھے۔حقیقت میں حنفیوں کو سنت رسول اور اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت ہے جس کی وجہ سے ایسے بے ہودہ حیلوں بہانوں سے اس دشمنی کا اظہار کرتے ہیں۔

⑦ غائبانہ نماز جنازہ:

حنفیوں دیوبندیوں میں منافقت ابن الوقتی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی کوئی مسلمان نبی ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہو (جو کہ فقہ حنفی کے خلاف ہو) تو اس پر کفر وحرام کا فتویٰ اور اپنی خواہشات کی تکمیل اور ذاتی مفاد یا حکومتی لوگوں سے مفاد کی خاطر اپنا فقہی مسلک بھی قربان کردیتے ہیں۔

① غائبانہ نماز جنازہ نبی ﷺ نے پڑھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

[ان النبيَّ ﷺ نعى النجاشي في اليوم الذى مات فيه و خرج بهم الى المصلّٰى فَصَفَّ بِهِم و كَبَّرَ عَلَيهِ اربعَ تكبيرات۔] (صحیح بخاری:۱/۱۷۸،)

''رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کی موت کی اطلاع اس دن دی جس دن وہ فوت ہوا اور آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر جنازہ گاہ کی طرف نکلے ان کی صفیں بنائیں اوراس پر چار تکبیرات کہیں۔''

نجاشی حبشہ میں فوت ہوا آپ ﷺ نے جنازہ مدینہ پڑھا۔ یہ غائبانہ جنازہ کی واضح دلیل ہے۔

② ہر مسلمان نماز جنازہ میں فوت شدہ مسلمانوں کے لیے بھی دعا کرتا ہے خوہ وہ موجود ہوں یا غائب۔ [اَللّٰهُمَّ اغفِرلِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَا وَ شَاهِدِنَا وَ غَائِبِنَا] یہ بھی غائبانہ نماز جنازہ کی ایک صورت ہے۔''اے اللہ تو ہمارے زندوں اور مردوں ،موجود اور غائب سب کو معاف کردے۔''

مسلک دیوبند اور غائبانہ جنازہ:

سرفراز صفدر راغالی مقلدقم ہے۔ حضرت اصحمہ نجاشی کے بغیر غائبانہ جنازہ پڑھانا سرے سے ثابت ہی نہیں۔ (راہ سنت ،ص۲۱۶)

معلوم ہوا نجاشی کے غائبانہ جنازہ کا اقرار دیوبندی امام کو بھی ہے۔

جنازہ ضیاء الحق اور دیوبندی:

جنرل ضیاء الحق مرحوم کی وفات پر دیوبندیوں نے باضابطہ اخبارات میں اشتہار دے کر لوگوں کو جمع کر کے غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔ ہم جھنگوی ٹولہ سے سوال کرتے ہیں کیا یہ آپ کے غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے والے دیوبندی دراصل سارے مرزائی ہیں؟ اخبارات میں ایک اشتہار ان کے بارے میں بھی دے دیں۔

⑧ جہراً بسم اللہ پڑھنا:

جہراً بسم اللہ پڑھنا (یہ بھی معاذ اللہ مرزائیوں کا خاصہ) (دیکھئے، تحفہ ۱۱۰)

نماز میں جہراً (اونچی آواز سے) بسم اللہ پڑھنا نبی ﷺ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں دیکھئے (سنن النسائی: ۱/۱۶۶)

مزید خلیفہ راشد مراد رسول عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے جہراً بسم اللہ ثابت ہے۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱/۱۳۷، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/۴۱۲، رقم: ۴۸۵۷)

حنفی و مرزائی ایک صف میں:

عبد اللہ سنوری مرزائی کہتا ہے (یہ پہلے رفع الیدین کرتا اور امین بالجہر کرتا تھا) ایک دفعہ میں نے آپ (مرزا غلام احمد) کے پیچھے نماز پڑھی تو نماز کے بعد آپ نے مسکرا کر فرمایا میاں عبد اللہ اب تو سنت پر بہت عمل ہو چکا اور اشارہ رفع الیدین کی طرف تھا میاں عبد اللہ کہتے ہیں کہ اس دن سے میں نے رفع الیدین کرنا ترک کر دیا بلکہ امین بالجہر کہنا بھی چھوڑ دیا۔ اور میاں عبد اللہ بیان کرتے ہیں میں نے حضرت صاحب کو بھی رفع الیدین کرتے اور آمین بالجہر کہتے نہیں سنا اور نہ ہی کبھی بسم اللہ بالجہر پڑھتے سنا۔" (سیرت المھدی: ۱/۱۴۳، مطبوعہ: ۱۹۲۳ء)

لیجیے جناب! مرزا قادیانی آپ کے اصول کے مطابق آپ کے اکابرین میں سے نظر آرہا ہے۔

⑨ سینے پر ہاتھ:

غیر مقلدین کی طرح مرزائی بھی سینے پر ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔(تحفہ اہل حدیث:۱۱۰)

جواب = ہم اہل حدیث تو اپنے پیغمبر محمد ﷺ (کی سنت) کی اقتداء میں سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں جس پر متعدد صحیح احادیث موجود ہیں جب کہ احناف کے ہاں سینہ پر ہاتھ باندھنا مرزائیوں کی علامت ہے ہم بڑے ادب سے پوچھتے ہیں۔ کہ جناب حنفیو! کیا آپ کی مائیں، بہنیں، بیٹیاں، بیویاں، سب مرزائنیں ہیں کیونکہ وہ سینے پر ہاتھ باندھتی ہیں؟

اگر ایسا ہی ہے پھر تو آپ نسلی مرزائی ہوئے لیکن پھر بھی مورد الزام اہل حدیث کو ٹھہرایا جاتا ہے (ہمیں بدنام کرنا مشغلہ ہے یار لوگوں کا)

⑩ مسئلہ طلاق اور حنفی و مرزائی:

جھنگوی نے یہاں صرف اپنی لغویت پر انحصار کرتے ہوئے کہا جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ اس مسئلہ میں بھی دونوں یار ہیں۔(تحفہ،ص:۱۱۰)

جواب =ہم بعنوان ''مرزائی و حنفی بھائی بھائی'' کے تحت سیرت المہدی کے حوالے سے نقل کر آئے ہیں کہ مرزا پکا حنفی تھا۔ سردست ایک اور حوالہ نوٹ فرمائیں لاہوری گروپ کا لیڈر محمد علی مرزائی راقم ہے کہ حضرت مرزا صاحب ابتداء سے آخر زندگی تک علی الاعلان حنفی المذہب رہے۔(تحریک احمدیت،صفحہ:۱۱،سطر نمبر:۱۸)

جو بدبخت علی الاعلان حنفی المذہب رہا وہ مسئلہ طلاق میں بھی پکا حنفی تھا اگر مسئلہ طلاق یا بعض دیگر مسائل میں مرزائیوں نے کچھ اختلاف کیا بھی ہے تو اس کا عذر بھی مرزا طاہر حنفی نے فقہ احمدیہ میں بیان کر دیا دیکھئے۔ (فقہ احمدیہ،ص:۱۵) لہٰذا دیوبندیوں کو مرزائیوں کے ساتھ مل کر امت مسلمہ میں سے ایک فرقہ کم کر دینا چاہیے۔

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب سے
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

حنفی عملاً اعتقاداً مرزائیوں کے بھائی ہیں عملی کچھ مثالیں تو سیرۃ المہدی کے حوالے سے گزر چکی ہیں۔

① مرزا غلام احمد کو بھی رفع الیدین سے چڑتھی جیسا کہ احناف کو ہے۔ (سیرۃ المہدی،ص:۱۴۳)

② یہودیوں کی طرح مرزائیوں کو بھی امین بالجہر سے تکلیف ہے جیسا کہ حنفیوں کو (سیرۃ المہدی،ص:۱۴۳)

③ جہراً ''بسم اللہ'' پڑھنے سے دشمنی و بغض رکھنے میں حنفی و مرزائی دونوں برابر کے شریک بھائی ہیں۔ دیکھئے (سیرۃ المہدی،ص:۱۴۳)

④ حنفی و مرزائی دونوں ابوحنیفہ کے (پیروکار) مقلد۔ (دیکھئے من الظلمات الی النور:۹۳)

⑤ عقیدہ ختم نبوت کے حنفی مرزائی دونوں منکر ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے (تحذیر الناس''ص:۵،۷، مصنفہ قاسم نانوتوی طبع دالاشاعت کراچی:۱۹۷۶ء) مزید تفصیل کے لیے'' (تحفہ حنفیہ،ص:۳۱۶ تا ۳۲۰) ملاحظہ فرمائیں۔

⑥ توہین رسالت میں حنفی و مرزائی برابر کے حصہ دار۔ دیکھئے (انوار ساطعہ،ص:۵۷، براہین قاطعہ:۵۵)

اہل حدیث پر سرقہ علمیہ کا الزام:

مقلد جھنگوی نے (تحفہ،ص ۱۱۱) پر اہل حدیث پر ناحق سرقہ علمیہ کا الزام دیا ہے جس کی تکذیب کے لیے سابقہ اعتراض کے ضمن میں کتاب و سنت سے دلائل و براہین کافی ہیں۔ اصل وجہ یہ ہے کہ جھنگوی کے اکابرین بذات خود کتابوں کی چوری (الجرح والتعدیل:۸/۴۵۰) اور عبارات کی چوری میں ید طولیٰ رکھتے ہیں جس کی واضح مثال حضرت تھانوی کی کتاب'' احکام اسلام عقل کی نظر میں'' مرزا غلام احمد قادیانی لعین کی کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' سے ماخوذ

ہے اور بعض مقامات پر تو انھوں نے الفاظ تک نقل کرنے میں کمال ''دیانت'' کا ثبوت دیا مگر اصل کتاب کا نام تک نہیں لیا۔ بطور نمونہ دیکھیے تھانوی کی کتاب (احکام اسلام عقل کی نظر میں، ص:۲۰۴، مئی ۱۹۷۸ء دار الاشاعت کراچی) اور مرزا قادیانی حنفی کی کتاب (اسلامی اصول کی فلاسفی، ص:۴۴) اب امید ہے جھنگوی کی تسلی ہو جائے گی اور اگر اس میں ادنیٰ سے بھی دیانت ہوئی تو ضرور اکابر دیوبند کو چور تسلیم کر کے الزام تراشیوں سے باز آ جائے گا۔

مسئلہ طلاق اور عقلی دلائل:

① کنکریوں کی مثال: ایک ہی مقام پر سات کنکریاں یکے بعد دیگرے ماری جائیں تو سات شمار ہوتی ہیں تین طلاق دی جائیں تو ان کا کیا قصور ہے کہ واقع نہیں ہوتیں۔ (تحفہ، ص:۱۱۴، ۱۱۵)

جواب = حنفیوں کے نزدیک آدمی چاہے لاکھ طلاقیں دے دے صرف تین شمار ہوں گی اگر کوئی ایک مجلس میں ۱۰۰ طلاقیں دے تو حنفیوں کے نزدیک صرف تین شمار ہوتی ہیں۔ ستانوے کالعدم۔ جس طرح حنفیوں کے ہاں ستانوے کالعدم ہو سکتی ہیں کیونکہ عند الاحناف وہ محل نفاذ میں نہیں اسی طرح اہل حدیث کے نزدیک سنت کے مطابق صرف ایک واقع ہوتی ہے اس لیے باقی کالعدم۔

② [سُبُحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم] ثلاثا یا [سُبُحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی] ثلاثا کہنے سے سجدہ و رکوع کی تین تسبیحات ادا نہیں ہوتی کیونکہ سنت طریقہ یہ نہیں اسی طرح یکبارگی تین طلاق کا نافذ ہونا شرعاً ثابت نہیں۔

③ روٹیوں کی مثال: مقلد جھنگوی راقم ہے ایک مجلس میں تین روٹیاں کھائیں تین شمار ہوگی یا ایک۔ (تحفہ، ص:۱۱۱)

جواب = ایک مجلس میں اگر آپ (۵) روٹیاں کھا جائیں تو آپ کے ہاں پانچ شمار ہوں گی یا تین، روٹیاں (پانچ) اور طلاقیں تین اگر اسی قیاس پر چلنا ہے تو ایک مجلس

کی پانچ طلاقوں کو پانچ شمار کرلو وگرنہ سنت کے مطابق ایک تسلیم کرلو۔

④ جوتے مارنے کی مثال: جھنگوی لکھتا ہے ایک مجلس میں کسی کو تین جوتے مارے جائیں تین ہوں گے ایک نہیں۔ (تحفہ، ص:۱۱۶)

جواب = اگر کوئی آدمی جھنگوی کے سر میں ۱۰۰ جوتے مارے تو کتنے شمار ہوں گے ۱۰۰ یا تین؟ اگر جوتے ۱۰۰ اور طلاقیں تین تو پھر تو آپ کا طلاق کو جوتوں پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہوا اور یہ جائز نہیں۔

⑤ ادائیگی قرض کی مثال: ایک مجلس میں قرضہ کے تین روپے ادا کریں تو تین ادا ہوں گے ایک نہیں۔ (تحفہ، ص:۱۱۶) اگر ایک مجلس میں تو ۱۰۰۰ روپے ادا کیے جائیں تو تین روپے ادا ہوں گے۔ یا ۱۰۰۰ ہزار روپے۔

⑥ مغرب کے تین فرضوں کی مثال: مقلد جھنگوی لکھتا ہے مغرب کے تین فرض ایک مجلس میں پڑھے گئے تین شمار ہوں گے ایک نہیں۔ (تحفہ:۱۱۶)

جواب = مقلد جھنگوی عقل سے کورا معلوم ہوتا ہے اس کو معلوم ہونا چاہیے عبادت ممنوع الاصل ہوتی ہے ان میں قیاس نہیں چلتا کیا حنفی مقلدین ظہر عصر اور عشاء کے ایک مجلس میں پڑھے گئے ۴، ۴ فرائض کو بھی تین قرار دیں گے اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر طلاق کو فرائض نماز پر قیاس کرنا باطل ہوا۔

⑦ وتروں کی مثال: وتر تین ایک ہی جگہ پڑھے جاتے ہیں تین شمار ہوتے ہیں ایک نہیں۔ (تحفہ:۱۱۶)

جواب = نبی ﷺ نے ایک ہی جگہ اکٹھے نو (۹) رکعات وتر ادا کیے (نسائی کتاب الوتر) کیا یہ تین شمار ہوں گے یا نو اگر نو شمار ہوں گے (اور یقیناً نو (۹) ہی شمار ہوں گے) تو آپ کا قیاس باطل ٹھہرا۔

⑧ کتے کا جوٹھا برتن دھونے کی مثال: مقلد جھنگوی سنت رسول و فیصلہ رسول ﷺ

سے دشمنی ونفرت کا ثبوت دیتے ہوئے لکھتا ہے کتے کا جوٹھا برتن تین دفعہ دھویا جاتا ہے۔ اسے تین دفعہ شمار کیا جائے گا۔ ایک نہیں۔ (تحفہ:۱۱۶)

جواب = ابو بلال حنفی جھنگوی شریعت اسلامیہ سے جاہل ہے یا قصداً جاہل بنا ہوا ہے دین اسلام کا یہ ضابطہ ہے کہ اگر کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو سات مرتبہ دھویا جاتا ہے تین مرتبہ نہیں۔

۱ جیسا کہ فرمان رسول ﷺ ہے: [اِذَا فَلَغَ الْكَلْبُ فِيُ إِنَاءِ اَحَدِكُمْ فَلْيُغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ] ''جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتاب پی لے تو اسے چاہیے کہ اس (برتن) کو سات بار دھوئے۔ (صحیح بخاری، رقم:۱۷۲)

جب کتے کا جھوٹا برتن ایک مجلس میں سات بار دھویا جاتا ہے تو اس کو تین قرار دینے والے کو کسی پاگل خانے میں جمع کروا دینا چاہیے۔

۲ ابو رزین بیان کرتے ہیں میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھوں نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا اور کہا اے عراق والو! تمہارا یہ خیال ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بول رہا ہوں (اس کا نتیجہ یہ ہوگا) تمھیں فائدہ حاصل ہو جائے گا اور مجھے گناہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جب تم میں سے کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اسے چاہیے کہ اس (برتن) کو سات بار دھوئے۔ (ابن ماجہ، رقم:۳۶۴)

شریعت اسلامیہ کے اس واضح فیصلہ کے بعد یہ بات قابل غور ہے کہ حنفی مقلدین نے کتے کی نجاست میں اس قدر تخفیف اور فیصلہ رسول ﷺ میں تحریف کیوں کی؟ شاید اس لیے کہ فقہ حنفی میں کتے کی خرید و فروخت اور اس کا گوشت بیچنا جائز ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری:۱۱۵/۳) اور اسی طرح اس کی کھال کا مصلّی اور دول بنانا اور اُس کو اٹھا کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ (درمختار مترجم:۱۱۹/۱)

دیوبندی عقل کا حیا سوز نمونہ:

مقلدی جھنگوی اگر دیوبند عقل کی بجائے حقیقی عقل و رشد کا حامل ہوتا تو ایسی بے تکی مثالیں بیان کر کے اپنی اور اپنے مسلک کی مزید ذلت کا باعث نہ بنتا ایسے عقل پرستوں کے بارے میں دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی کے مستند ملفوظات میں سے یہ واقعہ ملاحظہ کیجیے:

انھوں نے فرمایا ایک شخص نے کہا تھا وہ اپنی ماں سے بدکاری کیا کرتا تھا کسی نے کہا ارے خبیث یہ کیا حرکت ہے تو اس نے کہا کہ جب میں سارا ہی اس کے اندر تھا اگر ایک عضو چلا گیا تو کیا ہوا یہ حکم بھی عقلیات میں سے ہوسکتا ہے۔ ایک شخص فضلہ کھایا کرتا تھا اور منع کرنے پر کہا کرتا تھا کہ جب یہ میرے ہی اندر تھا اور پھر میرے ہی اندر چلا جاوے تو اس میں کیا حرج ہے تو ان چیزوں کو عقل کے فتوے سے جائز رکھا جائے گا۔ (الافاضات الیومیہ طبع مکتبہ اشرفیہ لاہور، ص:۴۱، جلد نمبر:۶، طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان ملفوظ نمبر:۶۸، ۶/۶۷، ملفوظ نمبر:۶۹)

اب یہ دیوبندیوں کی عقل ہی ایسے فتویٰ دے سکتی ہے ورنہ ہر باشعور جانتا ہے کہ عقل اللہ تعالیٰ نے کتاب وسنت کی نصوص کو سمجھنے کے لیے دی ہے عقل کو کتاب وسنت پر حاکم نہیں بنایا۔

اس لیے جھنگوی جیسے لاشعور اور عقل سلیم سے پیدل افراد کو ہی ایسی بے تکی باتیں سجتی ہیں جنھیں نصوص شرعیہ کی بجائے اقوال امام کا دفاع کرنا مقصود ہوتا ہے۔

وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَآءُ

دیوبندی مفسر مفتی محمد شفیع کا فتویٰ، یکبارگی تین طلاقیں ایک شمار ہوگی:

Relaxation کی ایک مثال بیان کردوں۔ یہ جناب مفتی محمد شفیع صاحب کا فتویٰ ہے۔ ایک انگریز عیسائی جوڑے نے جس کو اسلام قبول کیے ہوئے دس بارہ سال ہی ہوئے تھے، اپنی بیوی کو تین طلاقیں بہ یک وقت دے دیں۔ تمام علماء نے حلالہ کا فتویٰ دیا۔ کسی نے مشورہ دیا کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے اجلاس میں مفتی محمد شفیع صاحب آئے ہوئے ہیں، ان سے رجوع کرو۔ وہ مفتی صاحب کے پاس گیا۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ صبح کو اپنے تمام واقعات کو لکھ کر لے آؤ۔ وہ صبح آئے۔ مفتی صاحب نے دوسرے مفتی صاحبان کو جو تشریف رکھتے تھے، وہ کاغذ دکھایا۔ سب نے حلالہ کا فتویٰ دیا۔ جناب مفتی صاحب نے اس پر فتویٰ تحریر کیا:

''مسلمانوں کے ایک مسلک موسومہ بہ اہل حدیث کے نزدیک ایک ہی طلاق ہوئی، رجوع کرلیا جائے۔'' وہ چلے گئے اور رجوع کرلیا۔ جب وہ چلے گئے تو مفتی صاحب نے فرمایا: ''اگر اس وقت میں یہ فتویٰ نہ دیتا تو یہ جوڑا پھر عیسائی ہو جاتا کہ جس اسلام میں میری ایک ذراسی غلطی کی تلافی ممکن نہیں ہے، وہ مذہب صحیح نہیں ہوسکتا۔'' مفتی کفایت اللہ صاحب کی کفایت المفتی میں فتویٰ ہے کہ اگر کوئی شخص اہل حدیث سے فتویٰ لے کر رجوع کرلے تو اسے مطعون کرنا جائز نہیں ہے۔ خود مفتی صاحب نے بہت سے فتاویٰ مالکی مسلک پر دیے ہیں۔ اب غور فرمایئے......!! کہ ہمارے اکابر میں تو اس قدر وسعت فکر تھی اور ہم ہیں کہ ذرا ذراسی باتوں پر فتوے دے رہے ہیں۔

ماہنامہ **الشریعۃ** گوجرانوالہ، جلد نمبر ۲۱، شمارہ نمبر ۷، جولائی ۲۰۱۰، صفحہ نمبر ۱۴،
(عنوان: فتاویٰ کے اجراء میں احتیاط کی ضرورت، مضمون نگار: حکیم ظل الرحمٰن)

دیوبندی امام انور شاہ کاشمیری کا تقلیدی زندگی پر اظہار تاسف

مفتی محمد شفیع صاحب راقم ہیں۔ ایک اہم واقعہ بھی آپ کے گوش گزار کروں جو اہم بھی ہے اور عبرت خیز بھی۔ قادیان میں ہر سال ہمارا جلسہ ہوا کرتا تھا اور سیدی حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ بھی اس میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔ ایک سال اسی جلسہ پر تشریف لائے، میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ ایک صبح نماز فجر کے وقت اندھیرے میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت سر پکڑے ہوئے بہت مغموم بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا: حضرت کیسا مزاج ہے؟ کہا ہاں! ٹھیک ہی ہے میاں مزاج کیا پوچھتے ہو، عمر ضائع کر دی۔

میں نے عرض کیا: حضرت! آپ کی ساری عمر علم کی خدمت میں دین کی اشاعت میں گزری ہے...... آپ کی عمر اگر ضائع ہوئی تو پھر کس کی عمر کام میں لگی۔ فرمایا: میں تمھیں صحیح کہتا ہوں، عمر ضائع کر دی۔ میں نے عرض کیا: حضرت بات کیا ہے؟

فرمایا: ہماری عمر کا، ہماری تقریروں کا، ہماری ساری کدوکاوش کا خلاصہ یہ رہا ہے کہ دوسرے مسلکوں پر حنفیت کی ترجیح قائم کر دیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مسائل کے دلائل تلاش کریں۔ یہ رہا ہے محور ہماری کوششوں کا، تقریروں کا اور علمی زندگی کا۔

مزید فرمایا: تو جس چیز کو نہ دنیا میں کہیں نکھرنا ہے نہ برزخ میں نہ محشر میں، اسی کے پیچھے پڑ کر ہم نے اپنی عمر ضائع کر دی، اپنی قوت صرف کر دی اور جو صحیح اسلام کی دعوت تھی، مجمع علیہ اور سبھی کے مابین جو مسائل متفقہ تھے اور دین کی جو ضروریات سبھی کے نزدیک اہم تھیں، جن کی دعوت انبیاء کرام لے کر آئے تھے، جن کی دعوت کو عام کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا اور وہ منکرات جن کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض کی گئی، آج یہ دعوت تو نہیں دی جا رہی .... گمراہی پھیل رہی ہے، الحاد آ رہا ہے، شرک و بت پرستی چلی آ رہی ہے۔ حرام و حلال کا امتیاز اُٹھ رہا ہے لیکن ہم لگے ہوئے ان فرعی و فروعی بحثوں میں! حضرت شاہ صاحب نے فرمایا: یوں غمگین بیٹھا ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ عمر ضائع کر دی۔

(وحدت امت، ص13-15، مؤلفہ: مولانا مفتی محمد شفیع)

مکتبہ دفاعِ کتاب وسنّت، لاہور